

عمارت سبز

بلیک اسپارک

Pakistanipoint
Waqar
Fizeem

ظہیر احمد

عشق سیریز

بلیک اسپارک

مکمل ناول

ظہیر احمد

کب ملے گا پتہ۔

الحمد مارکیٹ
اردو بازار
لاہور

Mob: 0300-9401919

یوسف برادرز

محترم قارئین۔
السلام علیکم۔

میرا نیا ناول ”بلیک اسپارک“ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ ناول بھی پہلے ناولوں کی طرح نئے اور انتہائی خوبصورت پیرائے میں تحریر کیا گیا ہے جسے پڑھ کر آپ یقیناً محظوظ ہوں گے۔ میرے لکھے ہوئے ناولوں کی روز بروز بڑھتی ہوئی مقبولیت نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ آپ میرے ناول نہ صرف پسند کر رہے ہیں بلکہ پذیرائی بھی بخش رہے ہیں جس کے لئے میں آپ سب کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ جیسا کہ میں نے ”گریٹ پلان“ کے پیش لفظ میں بتایا تھا کہ میرا ”پچھتر واں ناول“ ”ڈائمنڈ مشن“ طوالت اختیار کرنے کی وجہ سے لیٹ ہو گیا ہے۔ اس پر اب بھی کام جاری ہے اور میں اب تک اس ناول کے سولہ سو صفحات تحریر کر چکا ہوں۔ میری کوشش ہے کہ یہ ناول دو ہزار صفحات میں مکمل ہو جائے۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے عمران سیریز میں یہ پہلا ناول ہے جو اس قدر طویل ہو گا۔ اس طویل ناول کا کوئی حصہ، کوئی باب ایسا نہیں ہے جسے بلا جواز بڑھایا گیا ہو۔ ناول کی کہانی مخصوص ٹپو پر ایک مخصوص دائرے میں گھومتی ہے جس پڑھ کر آپ یقیناً محظوظ ہوں گے۔ اس ناول کے بعد آنے والا ناول ”ڈینیجر پرنس“ ہے جو میرے سابقہ ناولوں کی طرح یقیناً آپ کے لئے دھماکہ خیز ثابت ہو گا اور

اس ناول کے تمام نام مقام کیے اور واقعات اور پیش کردہ سچویشنز قطعی فرضی ہیں، بعض نام بطور استعارہ ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاق ہوگی۔ جس کے لئے پبلیشرز مصنف، پرنٹر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

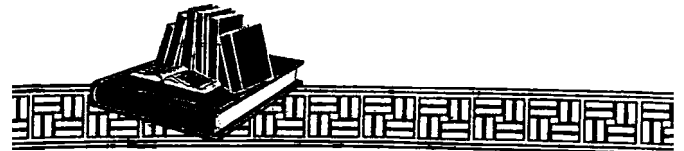
ناشران ----- محمد ارسلان قوٹشی
محمد علی قوٹشی -----

ایڈوائزر ----- محمد اشرف قوٹشی

کمپوزنگ، ایڈیٹنگ محمد اسلم انصاری

طابع ----- سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان

Price Rs 140/-



Mob 0333-6106573 0336-3644440 0336-3644441
Phone 061-4018666
E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

”ڈنجر پرنس“ کے بعد میرا طویل ترین اور شاندار ناول ”ڈائنڈ مشن“ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ انشاء اللہ۔

ناول چونکہ طویل ہے اور اس کے آنے میں وقت ہے اس لئے میں آپ کو پہلے سے ہی آگاہ کر رہا ہوں تاکہ اس طویل اور یادگار ناول کو خریدنے کے لئے آپ آج سے ہی تیاری کر لیں۔ ناول محدود تعداد میں شائع کیا جائے گا۔ اپنی بکنگ کے لئے ادارہ سے رابطہ کریں تاکہ ناول بروقت آپ کے ہاتھوں میں پہنچ سکے بعد میں ایسا نہ ہو کہ ناول ختم ہو جائیں اور آپ ہاتھ ملتے رہ جائیں۔

اب اجازت دیجئے۔

اللہ آپ کا نگہبان ہو۔

آپ کا مخلص۔
ظہیر احمد

”سلیمان۔ جناب آغا سلیمان پاشا صاحب“..... عمران نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔ اس کی آواز سن کر سلیمان یوں دروازے پر نمودار ہو گیا جیسے اللہ دین کے چراغ کا جن نمودار ہوتا ہے۔

”فرمائیں“..... سلیمان نے کمرے کے دروازے پر نمودار ہوتے ہی انتہائی ناگوار لہجے میں کہا۔ جیسے اسے اس وقت عمران کا یوں چیخ کر بلانا انتہائی ناگوار گزرا ہو۔

”میں کب سے تمہیں چیخ چیخ کر پکار رہا ہوں۔ تم نے جواب کیوں نہیں دیا“..... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے فلیٹ میں تھا۔ نہا دھو کر اور فریش ہو کر وہ ڈائننگ روم میں آ کر بیٹھا ہوا تھا اور ناشتے کا انتظار کر رہا تھا لیکن سلیمان تو جیسے کچن کا ہی ہو کر رہ گیا تھا وہ نہ تو اس کے لئے ناشتہ لا رہا تھا اور نہ ہی اس کی آوازوں کا جواب دے رہا تھا۔

”میں مصروف تھا اس لئے میں نے آپ کی آوازوں پر کان نہ دھرا تھا“..... سلیمان نے اطمینان بھرے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مصرف تھے۔ کیا مطلب۔ اوہ سمجھا تم کچن میں میرے لئے ٹگلڑا اور لذت سے بھرپور ناشتہ تیار کرنے میں لگے ہوئے تھے۔“
عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میں آپ کے لئے لذت سے بھرپور اور ٹگلڑا ناشتہ تیار کرنے میں مصروف تھا“..... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

”تو پھر کیا مصروفیت تھی تمہاری کچن میں“..... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”میں اطمینان سے بیٹھا لذت سے بھرپور اور ٹگلڑا ناشتہ کرنے میں مصروف تھا۔ آپ شاید نہیں جانتے کہ جب انسان بھرپور ناشتہ جس میں قیمہ بھرے پراٹھے، انڈے، کریم، جام جیلی اور مربہ جات شامل ہوں، کرنے میں مصروف ہوتا ہے تو پھر اسے ادھر ادھر کی آوازیں کم ہی سنائی دیتی ہیں“..... سلیمان نے اطمینان بھرے انداز میں جواب دیا۔

”ارے۔ مجھے ناشتہ دیئے بغیر تم نے خود ہی ناشتہ کرنا شروع کر دیا اور اس قدر مہنگا ناشتہ۔ تم قیمہ بھرے پراٹھے، انڈے، کریم، جام جیلی اور مربہ جات کھا کر اپنی صحت بنا رہے ہو اور ادھر میری صحت

خراب ہوتی جا رہی ہے اس کا ذرا بھی خیال نہیں ہے تمہیں۔“
عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”خیال ہے۔ بہت زیادہ خیال ہے۔ اسی لئے تو میں جلدی جلدی ناشتہ کر رہا تھا تاکہ آپ کے ناشتے کا بھی انتظام کر سکوں۔“
سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں۔
”اوہ۔ تو تم اپنا ناشتہ جلدی جلدی ختم کر کے میرے لئے اپنے ناشتے سے بھی بھرپور ناشتہ تیار کرنا چاہتے ہو“..... عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جی نہیں۔ میرا ڈبل محنت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور نہ میں نے ایسا کبھی کیا ہے“..... سلیمان نے کہا۔

”کیا۔ کیا مطلب۔ ڈبل محنت سے تمہاری کیا مراد ہے۔“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مراد کو چھوڑیں۔ میں آپ کا اور اپنا ناشتہ ایک ہی وقت میں بناتا ہوں تاکہ مجھے بار بار کی محنت سے نجات مل جائے۔“ سلیمان نے کہا۔

”اگر تم نے میرا ناشتہ بھی اپنے ناشتے کے ساتھ بنایا تھا تو پھر تم نے ناشتہ مجھے دیا کیوں نہیں“..... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

”میں آپ کو ہمیشہ اپنا ناشتہ ختم کرنے کے بعد ہی ناشتہ کراتا ہوں اور وہ بھی تب جب میرے ناشتے میں سے آپ کے لئے کچھ بچ جائے تب“..... سلیمان نے بڑے اطمینان بھرے انداز میں

جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران اچھل پڑا۔

”کک کک۔ کیا مطلب۔ کیا تم مجھے اپنا بچا ہوا ناشتہ۔ مطلب جھوٹا ناشتہ دیتے ہو؟..... عمران نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”جھوٹا نہیں البتہ آپ اسے بچا ہوا ناشتہ ضرور کہہ سکتے ہیں۔“

سلیمان نے جواب دیا تو عمران بے اختیار دیدے گھما کر رہ گیا۔

”لیکن اس بچے ہوئے ناشتے میں مجھے ملتا ہی کیا ہے۔ دو چھوٹے چھوٹے سلاٹس کے ٹکڑے، ایک کپ چائے اور کبھی کبھار انڈہ۔ انڈہ بھی ایسا ہوتا ہے جیسے مرغ کی بجائے کچھوے کا ہو۔ مجھے چڑیا کے پیٹ جتنا ناشتہ اور تم خود پہلوانوں کا ناشتہ کرتے ہو۔ کیوں؟..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”گھر میں پڑے پڑے اور بغیر ہاتھ پیر ہلائے آپ کو اتنا بھی ناشتہ مل جائے تو آپ کو اسے غنیمت سمجھنا چاہئے؟..... سلیمان نے کہا۔

”محنت۔ کیا مطلب۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ صرف تم محنت کرتے ہو میں کچھ نہیں کرتا؟..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”اس میں غلط کیا ہے۔ سچ ہی تو ہے۔ بازار سے سودا سلف لینے کے لئے مجھے ہی جانا پڑتا ہے۔ ادھار مانگنے کے لئے مجھے سب کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے۔ ان کی کھری کھری سنی پڑتی ہیں۔ بعض اوقات تو مجھے ان کی منت سماجت بھی کرنی پڑتی ہے اور

گھنٹوں ان کے سامنے کھڑے ہو کر گڑگڑانا پڑتا ہے تب کہیں جا کر ان کا دل پیپتا ہے اور وہ مجھے ادھار دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ایک دکان سے دوسری دکان پر جانے اور ہر ایک کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے لئے مجھے کتنے پاؤں بیلنے پڑتے ہیں یہ بھلا آپ کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے اس لئے اسے آپ میری محنت سمجھیں اور میں چونکہ زیادہ محنت کرتا ہوں اس لئے مجھے اچھا اور زیادہ کھانے کا پورا حق ہے۔ یہ میری دریا دلی ہے کہ آپ ایک تنکا بھی نہیں توڑتے اور آپ کو ناشتہ، لچ اور ڈنر مل جاتا ہے؟..... سلیمان نے نان سٹاپ بولتے ہوئے کہا۔

”وہ بھی بچا کھچا اور جھوٹا؟..... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”اگر آپ کو برا لگتا ہے تو ٹھیک ہے۔ آئندہ میں آپ کا خیال نہیں رکھا کروں گا اور میں جو تھوڑی بہت بھوک رکھ کر آپ کے لئے بچا لیتا ہوں وہ نہیں بچایا کروں گا؟..... سلیمان نے کہا۔

”ارے ارے۔ پھر تو میں بھوکا مر جاؤں گا؟..... عمران نے بوکھلا کر کہا۔

”تو پھر صبر کریں؟..... سلیمان نے کہا۔

”صبح سے صبر ہی تو کر رہا ہوں۔ بھوک کے مارے پیٹ میں ہاتھی گھوڑے ناچنا شروع ہو گئے ہیں۔ اب ان کا پیٹ پھاڑ کر باہر آنا ہی باقی رہ گیا ہے۔ اب میری قسمت میں تمہارا بچا کچھا ہی لکھا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ کم از کم وہ تو لا دو؟..... عمران نے رو

دینے والے لہجے میں کہا۔

”اس کے لئے آپ کو مزید ایک گھنٹہ انتظار کرنا پڑے گا۔“

سلیمان نے شان بے نیازی سے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”ایک گھنٹہ۔ وہ کیوں؟..... عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”ابھی تو میں نے ناشتہ میز پر سجایا ہے اور میں ناشتے سے بھرے میز کو دیکھ کر خوش ہو رہا ہوں کیونکہ آج کا ناشتہ پہلے والے ناشتوں سے کہیں زیادہ مختلف اور صحت افراء ہے۔ آج اتنے لوازمات ہیں کہ میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں صبح سے شام تک میز پر بیٹھا ناشتے کو دیکھتا رہوں۔ اسی ناشتے سے میں لنگ بھی کروں اور ذر بھی“..... سلیمان نے کہا۔

”خدا کی پناہ۔ پھر تو آج شاید ہی میں ناشتے کا منہ دیکھ سکوں گا“..... عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ اس لئے بہتر ہے کہ ناشتے کا منہ دیکھنے کی بجائے آپ آئینے میں آج اپنا ہی منہ دیکھ کر گزارا کر لیں“..... سلیمان نے کہا۔

”اللہ کے بندے۔ آج ناشتے میں آخر ہے کیا جسے کھانے پر تم سارا دن صرف کرنا چاہتے ہو“..... عمران نے کہا۔

”نہ ہی پوچھیں تو بہتر ہو گا“..... سلیمان نے اسی انداز میں کہا۔

”کیوں نہ پوچھوں؟..... عمران نے کہا۔

”خواہ مخواہ ناشتے کے لوازمات کا سن کر آپ کے پیٹ میں درد ہونا شروع ہو جائے گا اور پھر آپ جب چیخیں گے تو مجھے لامحالہ آپ پر ترس آ جائے گا۔ ترس آنے کی صورت میں مجھے آپ کو ناشتے میں حصہ دار بنانا پڑے گا اور میں اس سے بچنا چاہتا ہوں“..... سلیمان نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”یعنی آج سچ مچ تم مجھے ناشتے سے محروم رکھنے کا پروگرام بنا رہے ہو؟..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”پروگرام بنا نہیں رہا۔ بنا چکا ہوں جناب“..... سلیمان نے جواب دیا تو عمران ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”اچھا ناشتہ نہ سہی۔ ایک کپ چائے تو مل سکتی ہے مجھے کہ وہ بھی نہیں“..... عمران نے بے چارگی سے کہا۔

”یہ میں ناشتہ کرنے کے بعد سوچوں گا کہ آپ کو چائے بنا کر دوں یا نہیں“..... سلیمان نے کہا۔

”تب تو مجھے رات گئے تک انتظار کرنا پڑے گا کیونکہ تمہارا پروگرام ناشتہ رات تک ختم کرنے کا ہے“..... عمران نے کہا۔

”اگر آپ کو چائے کی اتنی ہی طلب ہو رہی ہے تو پھر کچن میں آ جائیں اور اپنے لئے بھی ایک کپ بنا لیں اور میرے لئے بھی تب تک میں اطمینان سے ناشتے کی میز پر بیٹھ کر ناشتے کی سوندھی سوندھی خوشبو کا لطف لیتا ہوں“..... سلیمان نے کہا۔

”صرف کھسکا ہوا نہیں بلکہ میرے خیال میں آپ کا دماغ سرے سے ہی خالی ہو چکا ہے“..... سلیمان نے کہا۔
 ”خالی دماغ۔ تمہارا مطلب ہے میں بغیر دماغ کا انسان ہوں“..... عمران نے کہا۔

”آپ کی حالت سے تو ایسا ہی لگتا ہے ورنہ کوئی ہوش مند انسان اس طرح کئی دن ایک ہی کمرے میں پڑا نہیں رہ سکتا اور دن رات ضخیم کتابیں، رسالے اور میگزین پڑھ پڑھ کر اپنا دماغ خشک نہیں کرتا اور سونے پہ سہاگہ یہ کہ خشک دماغ کو مزید خشک کرنے کے لئے چائے پیتا رہے۔ نہ آپ کو لباس بدلنے کا خیال ہے، نہ آپ بال بناتے ہیں۔ اجڑے مجنوں کی طرح نجانے ان کتابوں، رسالوں اور میگزینوں میں کیا ڈھونڈتے رہتے ہیں۔“
 سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اچھا تو تمہیں میرے فلیٹ میں رہنے اور کتابیں پڑھنے پر اعتراض ہے“..... عمران نے کہا۔

”جی ہاں اور یہ اعتراض اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتا ہے جب میں بار بار آپ کے لئے چائے بنا کر لاتا ہوں اور آپ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور چائے بے چاری آپ کے حلق میں اترنے کا انتظار کرتے کرتے ٹھنڈی ہو کر بد مزہ ہو جاتی ہے“..... سلیمان نے کہا۔

”تمہاری باتیں سن کر تو مجھے اپنا سر پیٹنے کو دل چاہ رہا ہے۔“

”صرف ناشتے کو دیکھتے رہو گے تو کھاؤ گے کب۔ ایسا نہ ہو کہ تم سوندھی سوندھی خوشبو لیتے رہو اور ناشتہ میز پر پڑا پڑا خراب ہو جائے۔ ایسی صورت میں ناشتے کی سوندھی خوشبو دوسری قسم کی خوشبو میں بدل جائے گی جسے سوگھ کر تم سوائے ابکائیاں لینے کے اور کچھ نہ کر سکو گے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اگر ایسا ہوا تو میں وہ سارا ناشتہ آپ کے سامنے لا کر رکھ دوں گا“..... سلیمان نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا تو اس کے خوبصورت جواب پر عمران بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔
 ”یعنی بیٹھا بیٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو“..... عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ یہی دنیا کا دستور ہے اور میں بھی اسی دنیا سے تعلق رکھتا ہوں“..... سلیمان نے جواب دیا تو عمران ایک بار پھر کھلکھلا اٹھا۔

”لگتا ہے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے جو ایسی احمقانہ باتیں کر رہے ہو“..... عمران نے کہا۔

”اللہ کی مہربانی سے میرا دماغ بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن آج کل مجھے آپ کے بارے میں شک و شبہ ہونے لگا ہے“..... سلیمان نے کہا۔

”کیا۔ کیا مطلب۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میرا دماغ کھسکا ہوا ہے“..... عمران نے اسے گھور کر کہا۔

عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔
 ”شوق سے پیٹیں مجھے کیا۔ بلکہ میرا کیا بگڑے گا۔ اولاد آپ
 ہی کی گنجی پیدا ہوگی“..... سلیمان نے لا پرواہی سے جواب دیا اور
 عمران یوں حیرت زدہ انداز میں آنکھیں پھاڑ کر سلیمان کو دیکھنے لگا
 جیسے سلیمان کے دم نکل آئی ہو۔
 ”اب فرمائیں۔ کیوں بلایا تھا آپ نے“..... سلیمان نے
 پوچھا۔

”تم سے اپنی حماقتوں کا سرٹیفکیٹ لینے کے لئے۔ ارے میں
 پوچھتا ہوں کیا تم مجھے واقعی احمق سمجھتے ہو“..... عمران نے پھاڑ
 کھانے والے لہجے میں کہا۔

”یہ تو ایسی بات ہوئی جیسے پاگل خانے کا پاگل ڈاکٹر سے پوچھ
 رہا ہو کہ کیا میں واقعی پاگل ہوں۔ اب آپ بتا رہے ہیں کہ کیوں
 بلایا تھا یا میں جاؤں“..... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جائے تیری عزت و آبرو۔ تو کیوں جاتا ہے اور کہاں جاتا
 ہے۔ پیارے سلیمان“..... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔
 ”اس سے بھی زیادہ حماقت بھری کوئی بات ہے تو وہ بھی کہہ
 لیں تاکہ میں اطمینان سے واپس جا کر اپنے ناشتے سے شکم سیری کر
 سکوں“..... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 ”تو پھر تم ہی بتا دو کہ میں کس قسم کی باتیں کروں“..... عمران
 نے نہایت مسکینی سے پوچھا۔

”بہتر یہ ہے کہ لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں اور اسی کا الٹا پہاڑ
 پڑھنا شروع کر دیں۔ یہ ڈبہ شاہ ڈلوٹی فقیر کا بتایا ہوا عمل ہے۔
 اللہ نے چاہا تو یہ کیفیت ختم ہو جائے گی“..... سلیمان نے اطمینان
 بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”کیفیت کی بجائے تمہیں ہی کیوں نہ ختم کر دوں۔ نہ رہے گا
 سلیمان اور نہ میرا دماغ کھائے گا“..... عمران نے جھلائے ہوئے
 لہجے میں کہا۔

”ارے ارے۔ اب تو آپ کی حالت اور زیادہ خراب ہو گئی
 ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ کا دل اٹھ کر مجھ پر حملہ کرنے کو
 چاہے۔ آپ میرے بتائے ہوئے وظیفہ پر عمل کر کے اپنا دماغ
 ٹھنڈا کریں تب تک میں آپ کے لئے چائے بنا لاتا ہوں“.....
 سلیمان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور تیزی سے واپس مڑ
 گیا۔ اسے جاتا دیکھ کر عمران بے اختیار اپنے سر پر ہاتھ پھیرنے
 لگا۔

”اسی لئے کہتے ہیں کہ کسی ملازم کو اتنا سر پر نہیں چڑھانا
 چاہئے“..... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے
 قریب پڑے ہوئے ٹیلی فون کی کھنٹی بج اٹھی تو عمران بے اختیار
 چونک کر فون سیٹ کی طرف دیکھنے لگا۔ چند لمحے وہ فون کو گھورتا رہا
 پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔
 ”علی عمران، ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بذبان خود

کی احقانہ باتیں سن کر جھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا۔
 ”آپ سنجیدہ کم اور رنجیدہ زیادہ دکھائی دے رہے ہیں۔ کہیں
 یہ رنجیدگی اس لئے تو نہیں کہ آنٹی نے آپ کو چھوڑ دیا ہے اور وہ
 بغیر آپ کو کچھ بتائے کہیں چلی گئی ہیں“..... عمران بھلا آسانی سے
 کہاں باز آنے والا تھا۔
 ”فضول باتوں کے سوا تم اور کر بھی کیا سکتے ہو نانس“۔ سر
 سلطان نے اسی انداز میں کہا۔

”بہت کچھ کر سکتا ہوں جناب۔ آپ حکم تو کر کے دیکھیں۔
 میں فرش پر الٹی قلابازیاں لگا سکتا ہوں۔ بغیر ڈھول کی تھاپ کے
 رقص بھی کر سکتا ہوں۔ بیچ چوراہے پر کھڑا ہو کر بے سرے راگ بھی
 الاپ سکتا ہوں اور آپ کہیں تو آپ کی دوسری شادی کرانے کے
 لئے بوڑھی آنٹی بھی تلاش کر سکتا ہوں اور آپ کی شادی کرانے
 کے لئے گھر گھر جا کر چندہ بھی مانگ سکتا ہوں“..... عمران کی
 زبان ایک بار پھر رواں ہو گئی۔

”سب کچھ کر سکتے ہو لیکن اپنی زبان کو لگام نہیں دے سکتے۔
 کیوں“..... سر سلطان نے جیسے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 ”زبان کو لگام دے دی تو پھر میرے پاس بچے گا ہی کیا۔
 میرے پاس یہی زبان ہی تو ہے جو چلتی ہے تو زندگی رواں ہونے
 کا احساس ہوتا ہے۔ وہ کیا کہتے ہیں زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔
 مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں“..... عمران نے کہا۔

بلکہ بدہان ڈبہ شاہ ڈلوٹی فقیر کے بتائے ہوئے تسکین قلب کے عمل
 کو کئے بغیر بول رہا ہوں“..... عمران نے رسیور کان سے لگا کر
 مخصوص لہجے میں کہا۔

”سلطان بول رہا ہوں اور یہ تم نے کیا کہا۔ بدہان ڈبہ شاہ
 ڈلوٹی فقیر کے بتائے ہوئے تسکین قلب کے عمل کو کئے بغیر بول رہا
 ہوں۔ کیا مطلب ہوا اس کا“..... دوسری طرف سے سر سلطان کی
 حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”اگر میں مطلب بتانے بیٹھ گیا تو اپنے غصے اور بھوکے پیٹ کی
 کیفیت ختم کرنے کا انمول وظیفہ بھول جاؤں گا جناب۔ اس لئے
 بہتر ہے کہ آپ مجھے دو چار ہفتوں یا پھر دو چار ماہ بعد ہی فون
 کریں تاکہ میں پرسکون اور پر شکم ہو کر آپ سے بات کر سکوں“۔
 عمران نے مسکیت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ کیا اول نونہ بک رہے ہو۔ سیدھی طرح بات کرو“۔ سر
 سلطان نے سخت لہجے میں کہا۔

”بھوکے پیٹ انسان کے منہ سے آواز ہی نکل جائے یہ بھی
 بہت غنیمت ہوتی ہے جناب۔ آپ سیدھی طرح بات کرنے کا کہہ
 رہے ہیں جبکہ بھوک پیاس سے میرا جسم لرز رہا ہے۔ پیٹ کمر سے
 لگ گیا ہے۔ زبان خشک ہو گئی ہے اور ہونٹوں پر پڑیاں جم گئی
 ہیں اور.....“ عمران کی زبان چل پڑی۔

”عمران پلیز۔ میں بہت سنجیدہ ہوں“..... سر سلطان نے اس

”اچھا ان باتوں کو چھوڑو اور فوراً میرے پاس پہنچو۔“ سرسلطان نے کہا۔

”کار خراب ہے۔ جیب میں ایک دمڑی بھی نہیں ہے۔ سلیمان نے قرض دینے سے انکار کر دیا ہے اور.....“ عمران نے کہنا چاہا لیکن سرسلطان نے دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا۔

”ارے ارے۔ اتنی جلدی بھاگ گئے۔ ابھی تو میں نے آپ کو اپنے دکھڑے سنانے تھے کہ سلیمان کی شکل میں مجھے کس قدر پھوہڑ مزاج خانساں ملا ہوا ہے جس نے میری زندگی اجیرن کر رکھی ہے.....“ عمران نے کہا اور پھر اس نے برے برے منہ بناتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اسی لمحے سلیمان ناشتے کی ٹرے لے آیا اور اس نے ٹرے عمران کے سامنے رکھ دی۔

”اب یہ اپنا بچا کھچا تم خود کھاؤ۔ میں سرسلطان سے ملنے جا رہا ہوں۔ انہوں نے میرے لئے آفس میں بہترین ناشتہ منگوایا ہے جو فریش بھی ہے اور صحت سے بھرپور بھی۔ اس لئے مجھے تمہارے بچے کھچے ناشتے کی ضرورت نہیں ہے.....“ عمران نے بڑا سا منہ بنا کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں نے اپنی بھوک رکھ کر آپ کے لئے ناشتہ چھوڑا تھا۔ آپ کو نہیں کرنا تو نہ سہی۔ سرسلطان سے جہاں آپ ناشتہ کریں گے وہاں لنچ اور ڈنر بھی کر لیجئے گا۔ میں نہ لنچ بناؤں گا اور نہ ڈنر اور میں لنچ اور ڈنر کسی سیون سٹار ہوٹل میں کروں گا تاکہ

میں بھی فریش اور صحت سے بھرپور کھانے کا لطف لے سکوں۔“ سلیمان نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”سیون سٹار ہوٹل میں لنچ اور ڈنر کرنے کا مطلب جانتے ہو۔ ایک وقت کے لنچ اور ایک وقت کے ڈنر کے لئے تمہارے سارے ماہ کی تنخواہ بھی کم پڑ جائے گی.....“ عمران نے کہا۔

”کیا فرق پڑتا ہے۔ میں تین تنخواہوں میں سے ایک ہی تنخواہ خرچ کروں گا باقی دو تو محفوظ رہیں گی.....“ سلیمان نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”تین تنخواہیں۔ کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں.....“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ایک وہ تنخواہ ہے جو آپ دیتے ہیں بلکہ مجھے یوں کہنا چاہئے کہ ایک وہ تنخواہ جو میں آپ سے زبردستی اور کسی نہ کسی طرح سے حاصل کر ہی لیتا ہوں۔ دوسری تنخواہ بیگم صاحبہ آپ کا خیال رکھنے کے لئے دیتی ہیں جو آپ کی دی ہوئی تنخواہ سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے اور تیسری تنخواہ وہ جو میں ہر ماہ بڑے صاحب سے کسی نہ کسی بہانے اینٹھ لیتا ہوں۔ اس طرح ہر ماہ تین تنخواہیں بن ہی جاتی ہیں.....“ سلیمان نے کہا تو عمران آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔

”کک کک۔ کیا میرے ساتھ ساتھ تم اماں بی اور ڈیڈی کو بھی احق بنا کر ان سے تنخواہیں اینٹھ رہے ہو.....“ عمران نے کہا۔

”تو کیا کروں۔ آپ مجھے کام کرنے کی تنخواہ دیتے ہیں۔ بیگم

صاحبہ مجھے آپ کا خیال رکھنے کی اور بڑے صاحب آپ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے تنخواہ دیتے ہیں اور میں آپ تینوں کے لئے کام کر رہا ہوں تو ظاہر ہے تنخواہیں بھی تین ہی لوں گا نا..... سلیمان نے کہا تو عمران نے بے اختیار اپنا سر پیٹ لیا۔

”خدا تم سے سمجھے گا۔ تین تین تنخواہیں لینے کے باوجود تم مجھے چائے کا کپ بھی ادھار میں پلاتے ہو اور پھر اس کی مجھ سے الگ رقم لیتے ہو ادھار چکانے کے بہانے“..... عمران نے کہا۔

”ادھار تو ادھار ہوتا ہے جناب۔ آج نہیں تو کل چکانا ہی پڑتا ہے۔ میں سارا ادھار لا کر آپ کو ہی کھلاتا ہوں تو ظاہر ہے اسے چکانا بھی آپ کی ذمہ داری ہے۔ اس کے لئے میں اپنی تنخواہیں تو خرچ نہیں کر سکتا“..... سلیمان نے کہا تو عمران اسے گھور کر رہ گیا۔

”میں سر سلطان سے مل کر آتا ہوں پھر تمہاری گردن پکڑ کر پوچھوں گا کہ تم اماں بی سے اور ڈیڈی سے کتنی اور کب سے تنخواہیں وصول کر رہے ہو۔ تم سے ایک ایک پیسے کا حساب لوں گا سمجھے تم“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ میں نے بیگم صاحبہ اور بڑے صاحب سے جو کچھ بھی لیا ہے وہ سب آپ پر ہی خرچ کیا ہے۔ اس کے ثبوت میں نے پہلے ہی جمع کر رکھے ہیں تاکہ بوقت ضرورت کام آسکیں“..... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے تمہاری طرح سب کچھ جعلی ہی ہوگا“..... عمران نے

منہ بنا کر کہا۔

”سب کچھ جعلی ہے یا اصلی اس کا فیصلہ کرنے میں آپ کو کئی سال لگ جائیں گے تب تک میں آپ تینوں سے اتنی دولت اکٹھی کر لوں گا کہ آسانی سے آپ کو چھوڑ کر گریٹ لینڈ فرار ہو جاؤں“..... سلیمان نے کہا۔

”حیرت ہے۔ تم تو کسی سیاستدان کی طرح بات کر رہے ہو۔ آج کل تم نے کہیں کسی سیاستدان کے ساتھ تو نہیں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا ہے“..... عمران نے کہا۔

”میں نے نہیں البتہ چند سیاستدانوں نے میرے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا ہے۔ وہ مجھ سے صلاح مشورے کرتے رہتے ہیں اور میں ان سے صلاح مشوروں کی بھی باقاعدہ فیس لیتا ہوں“..... سلیمان نے کہا۔

”بس تو پھر ان سیاستدانوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔ یہاں تم نے مونگ کی دال کھلا کھلا کر میرا معدہ چوہٹ کر رکھا ہے۔ ادھر سیاستدان تمہارے مشوروں پر عمل کرتے ہوئے پارلیمنٹ میں جا کر جوتوں میں ہی دال بانٹتے نظر آئیں گے“..... عمران نے کہا۔

”میں نے کیا کرنا ہے یہ میں جانتا ہوں۔ انہوں نے کیا کرنا ہے یہ وہ بہتر جانتے ہیں۔ اس لئے نہ مجھے اپنی فکر ہے اور نہ سیاستدانوں کی“..... سلیمان نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا پھر وہ اٹھ کر ڈرینگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ تیار

ہو کر اپنی کار میں نہایت تیز رفتاری سے سرسلطان کے آفس کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا۔

سرسلطان نے اس سے نہایت سنجیدگی سے بات کی تھی اور ان کے لہجے سے شدید تشویش بھی جھلک رہی تھی اور سرسلطان اہم مسئلے پر ہی پریشان ہو کر اس انداز میں بات کرتے تھے۔ اس لئے اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ سرسلطان کا بلاوا خالی از علت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے وہ کار کو اڑائے لئے جا رہا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہ سرسلطان کے آفس میں داخل ہو رہا تھا۔

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“ لیجئے جناب میں حاضر ہو گیا ہوں اور وہ بھی بغیر ناشتہ کئے۔ اب سب سے پہلے آپ میرے لئے ناشتے کا بندوبست کریں تاکہ میرے ہوش قائم ہو سکیں اور پھر میں تسلی اور سکون سے آپ کی بات سن سکوں۔ بغیر ناشتہ کئے اگر آپ نے مجھے کچھ گوش گزار کیا تو ہو سکتا ہے کہ آپ کی کوئی بھی بات میرے پلے نہ پڑے اس لئے اپنے ملازم کو بلائیں اور اس سے کہیں کہ کسی ریسٹورنٹ میں جا کر میرے لئے صحت سے بھرپور اور گھڑا ناشتہ لے آئے۔“..... عمران نے کرسی پر بیٹھ کر نان سٹاپ بولتے ہوئے کہا۔

”کہہ چکے یا اور کچھ کہنا باقی ہے۔“..... سرسلطان نے اس کے سلام کا جواب دے کر اس کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کہنا تو بہت کچھ ہے لیکن بھوک سے میرا پیٹ بری طرح سے چیخ رہا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ جب تک آپ ناشتے کا آرڈر دیتے ہیں تب تک میں آپ کو بھیرویں سنانا شروع کر دیتا ہوں تاکہ آپ کا دھیان اور میرے پیٹ کا دھیان بنا رہے۔“..... عمران نے کہا تو سرسلطان ایک طویل سانس لے کر رہ گئے۔

”کچھ دیر کے لئے سنجیدہ ہو سکتے ہو۔“..... سرسلطان نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”بھیرویں سنانے کے لئے سنجیدہ ہی ہونا پڑتا ہے جناب۔ آپ نہ بھی کہیں گے تو بھی میں سنجیدہ ہو جاؤں گا۔“..... عمران نے کہا۔ سرسلطان کا چہرہ تفکرات اور اضطراب کی ملی جلی کیفیت کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

”میں بہت پریشان ہوں عمران۔“..... سرسلطان نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”جی ہاں۔ میں دیکھ رہا ہوں کیونکہ مجھے آپ کے چہرے پر پریشانی لگتی۔ ارے ہپ۔ میرا مطلب ہے ٹپکتی ہوئی صاف دکھائی دے رہی ہیں۔ خیریت ہے نا۔ کیا صبح آٹنی سے جگڑا کر کے آئے ہیں۔“..... عمران نے کہا۔

”سنجیدگی اختیار کرو عمران۔ ایک انتہائی سنگین واقعہ رونما ہو گیا ہے۔“..... سرسلطان نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یا اللہ خیر۔ کیا آٹنی نے آپ کو دوسری شادی کرنے کی

اجازت دینے سے منع کر دیا ہے یا اس عمر میں آپ کو کسی بوڑھی
دوشیزہ نے شادی کا پرپوزل دے دیا ہے..... عمران نے کہا۔
”وزیر خارجہ کو اغوا کر لیا گیا ہے نائنس“..... سرسلطان نے
منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار چوک پڑا۔
”وزیر خارجہ۔ سربراہیم“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں
کہا۔

”ہاں“..... سرسلطان نے سنجیدگی سے کہا۔

”لیکن میری اطلاع کے مطابق وہ صدر مملکت کی ہدایات پر
ایک خصوصی مشن پر مشرق وسطیٰ کے ملکوں کا دورہ کر رہے ہیں۔
صدر مملکت چاہتے ہیں کہ تمام مسلم ممالک ایٹمی قوت بن جائیں۔
اس طرح تمام مسلم ممالک ایکریمیا اور اسرائیل کی ریشہ دوانیوں
سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائیں گے۔ اگر اس منصوبے پر عمل ہو
گیا تو پاکیشیا معاشی طور پر انتہائی مستحکم ہو جائے گا“..... عمران نے
کہا تو سرسلطان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”اسی مشن پر سربراہیم ساڈان پہنچے تھے لیکن ساری قیام گاہ
تک پہنچنے سے قبل ہی انہیں راستے میں اغوا کر لیا گیا۔“ سرسلطان
نے سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا ساڈان کی سیکورٹی وہاں جھک مار رہی تھی“..... عمران نے
خشک لہجے میں کہا۔

”جب تک پورے حالات نہ معلوم ہو جائیں کچھ نہیں کہا جا

سکتا“..... سرسلطان نے سخت لہجے میں کہا۔
”ہونہ۔ مکمل تفصیلات کیوں نہیں بتائی گئیں“..... عمران نے
منہ بناتے ہوئے پوچھا۔
”مجھے نہیں معلوم“..... سرسلطان نے کہا۔
”آپ کو یہ اطلاع کس نے دی ہے“..... عمران نے سنجیدگی
سے کہا۔

”کچھ دیر قبل صدر محترم نے براہ راست کال کی تھی۔ جو کچھ
انہوں نے بتایا وہ میں نے تمہیں بتا دیا“..... سرسلطان نے کہا۔
”جب آپ کو اغوا کی تفصیلات کا ہی علم نہیں ہے تو پھر آپ
نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے“..... عمران نے اسی انداز میں کہا۔
”صدر مملکت نے ایکسٹو سے درخواست کی ہے کہ وہ فوری طور
پر اپنے کسی نمائندے کو ساڈان روانہ کرے تاکہ اصل حقائق کا پتہ
چل سکے اور یہ کہ وزیر خارجہ کا سراغ لگا کر انہیں فوراً بازیاب کرایا
جا سکے“..... سرسلطان نے کہا۔

”ہونہ۔ ایکسٹو کے پاس اللہ دین کا چراغ نہیں ہے جسے رگڑ کر
جن جن حاضر کیا جائے اور اس کی مدد سے اغوا کاروں تک پہنچا جا
سکے“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”جو بھی ہے۔ تمہیں یہ کام کرنا ہے۔ تم بخوبی جانتے ہو کہ وزیر
خارجہ سربراہیم پاکیشیا کے لئے کیا اہمیت رکھتے ہیں“..... سرسلطان
نے کہا۔

نے کہا۔

”اور آپ نے معلوم کرنے کی بھی کوشش نہیں کی“..... عمران

نے کہا۔

”نہیں۔ پریذیڈنٹ صاحب کا پیغام ملتے ہی میں نے تمہیں

کال کیا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ ان سارے معاملات کا تم خود پتہ

لگاؤ“..... سرسلطان نے کہا۔

”ہونہہ۔ یہ تو وہی بات ہے کہ میں واقعی جادو کا ڈنڈا گھماؤں گا

اور پلک جھپکتے ہی سارے بگڑے ہوئے کام بن جائیں گے۔“

عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”آخر تم بے معنی باتوں میں کیوں الجھ جاتے ہو“..... سرسلطان

نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

”الجھنا میری عادت ہے“..... عمران نے کہا تو سرسلطان ایک

طویل سانس لے کر رہ گئے۔

”پھر کیا جواب ہے تمہارا“..... سرسلطان نے اس کی طرف غور

سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اگر میں کہوں کہ میری طرف سے جواب ہے بلکہ صاف

جواب تو“..... عمران نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”تو میں تمہارا یہ پیغام پریذیڈنٹ ہاؤس بھیج دوں گا اور میں

نے کیا کرنا ہے“..... سرسلطان نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے

کہا۔

”سربراہیم کو بازیاب کرانے کا ہی معاملہ ہے تو یہ کام ملٹری

انٹیلی جنس سے بھی لیا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے پاکیشیا سیکرٹ

سروس کو سر درد لینے کی کیا ضرورت ہے“..... عمران نے تلخ لہجے

میں کہا۔

”صدر صاحب اس معاملے میں ملٹری انٹیلی جنس کو درمیان میں

نہیں لانا چاہتے۔ ان کی ساڈانی حکام سے بات ہوئی ہے۔ وہ

چاہتے ہیں کہ یہ کام انتہائی خفیہ طریقے سے ہوتا کہ دونوں ممالک

کی ساکھ رہ جائے اور کسی کو اس بات کا علم نہ ہو سکے کہ ساڈان

میں اس قدر فول پروف سیکورٹی ہونے کے باوجود پاکیشیائی وزیر

خارجہ کو اغوا کیا گیا ہے“..... سرسلطان نے کہا۔

”ساڈان میں پاکیشیا کی طرف سے کس سیکورٹی ادارے کو بھیجا

گیا تھا“..... عمران نے پوچھا۔

”ظاہر ہے ملٹری انٹیلی جنس کے علاوہ کون ہو سکتا ہے“..... سر

سلطان نے کہا۔

”تو کیا ملٹری انٹیلی جنس سوئی ہوئی تھی جو ان کی موجودگی میں

وزیر خارجہ کو اغوا کر لیا گیا“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اس بات پر تو مجھے بھی حیرت ہے۔ اس معاملے میں ملٹری

انٹیلی جنس کی طرف سے بھی کوئی بیان سامنے نہیں آیا ہے جس کی

روشنی میں تمہیں میں بتا سکوں کہ ان سے کہاں مسئلہ ہوئی ہے کہ

ان کی موجودگی میں سربراہیم کو اغوا کر لیا گیا تھا“..... سرسلطان

نے چوکتے ہوئے کہا۔

”ایکسٹو کے لئے“..... سرسلطان نے جواب دیا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”یہ لفافہ آپ کو کس نے دیا ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”پریذیڈنٹ ہاؤس سے بھیجا گیا ہے“..... سرسلطان نے جواب دیا۔

”کیا پریذیڈنٹ صاحب کو بتا دیا گیا تھا کہ اس لفافے میں کیا ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”اس معاملے میں میری پریذیڈنٹ صاحب سے کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ لفافے کے ساتھ انہوں نے جو پیغام بھیجا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں معلوم ہو گا کہ اس لفافے میں کیا ہے۔“ سر سلطان نے جواب دیا تو عمران نے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

”کم از کم آپ مجھے یہ تو بتا سکتے ہیں کہ سربراہیم اغوا کب ہوئے تھے“..... عمران نے پوچھا۔

”انہیں اغوا ہوئے آج ساتواں روز ہے“..... سرسلطان نے جواب دیا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھیج لئے۔

”انہیں اغوا ہوئے سات روز گزر چکے ہیں اور آپ مجھے اب بتا رہے ہیں“..... عمران نے ایک بار پھر غصے میں آتے ہوئے کہا۔

”سمجھ نہیں آ رہا کہ ساڈانی حکومت یہ کیوں چاہتی ہے کہ اس معاملے کو خفیہ طور پر ہینڈل کیا جائے۔ پاکیشیا کا ایک اہم منسٹر اغوا ہوا ہے اس پر پاکیشیا کو شور مچانے کی بجائے خاموش رہنے کا مشورہ دیا جا رہا ہے۔ آخر کیوں“..... عمران نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تمہارے اس سوال کا جواب شاید تمہیں اس لفافے میں مل جائے“..... سرسلطان نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”لفافہ۔ کیا مطلب۔ کیسا لفافہ“..... عمران نے چونک کر کہا تو سر سلطان نے جواب دینے کی بجائے میز کی دراز کھینچی اور ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ لفافہ سیلڈ تھا۔ عمران نے لفافہ اٹھایا اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ لفافے پر کوئی تحریر نہ تھی۔

”کیا ہے اس میں“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”ساڈان کے لئے تمہیں آئیئر آن سپیشل ڈیوٹی مقرر کیا گیا ہے۔ تقرری کے کاغذات اور دوسرے کچھ اجازت نامے لفافے میں موجود ہیں۔ سفارت خانے کو تمہارے بارے میں اطلاع دے دی گئی ہے۔ وہ ہر طرح تمہاری مدد کرے گا اس کے علاوہ ساڈان کی ٹاپ سیکرٹ سروس کے چیف سر بریلے کا تمہارے لئے ایک خصوصی پیغام بھی موجود ہے“..... سرسلطان نے کہا۔

”خصوصی پیغام میرے لئے ہے یا ایکسٹو کے لئے“..... عمران

اغوا کے بارے میں محکمہ خارجہ کو فوراً باخبر کر دیتے لیکن نجانے کس مصلحت کی وجہ سے وہ بھی خاموش رہے..... سرسلطان نے کہا۔
 ”بہر حال ذرا فون میری جانب کھسکا دیں“..... عمران نے کہا تو سرسلطان نے فون عمران کی طرف کھسکا دیا۔ عمران نے رسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور نمبر پریس کرنے لگا۔ اس کے چہرے پر چٹانوں کی سی سختی دکھائی دے رہی تھی اور وہ بے حد سنجیدہ ہو گیا تھا۔

”لیس انکوائری پلیئر“..... رابطہ ملتے ہی دوسری طرف سے انکوائری آپریٹر کی آواز سنائی دی۔
 ”ساڈان کے دارالحکومت بگوٹا کا انکوائری نمبر دیں“..... عمران نے کہا۔

”لیس سر۔ ہولڈ کریں پلیئر“..... آپریٹر نے کہا اور رسیور میں چند لمحوں کے لئے خاموشی چھا گئی۔
 ”نمبر نوٹ کریں جناب“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے سامنے رکھا ہوا نوٹ پیڈ اور قلم اٹھایا اور آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر نوٹ کرنے لگا۔

”شکریہ“..... عمران نے کہا اور پھر اس نے کریڈل پر ہاتھ مار کر ٹون کلیئر کی اور ایک بار پھر نمبر ملانے لگا۔
 ”لیس۔ بگوٹا انکوائری سنٹر“..... رابطہ ملتے ہی دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

”مجھے بھی اس بات کا آج ہی علم ہوا ہے جب پریذیڈنٹ صاحب نے مجھے فون کیا تھا“..... سرسلطان نے جواب دیا۔
 ”لیکن اس معاملے کو اب تک چھپایا کیوں گیا تھا“..... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

”ہو سکتا ہے کہ سوڈانی سیکرٹ سروس اور سوڈانی ایجنسیاں خود ہی سربراہیم کو تلاش کر رہی ہوں تاکہ اس معاملے کو خفیہ رکھا جا سکے“..... سرسلطان نے کہا۔

”اور جب وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو گئیں تو انہوں نے اپنا سارا کام پاکیشیا سیکرٹ سروس کے سر قھوپ دیا ہے“..... عمران نے کہا۔

”بظاہر تو ایسا ہی لگ رہا ہے“..... سرسلطان نے عمران کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

”یہ غلط ہے۔ انہیں بھرپور کوشش کرتے رہنا چاہئے تھی۔ نجانے اغوا کار کون ہیں اور انہوں نے سربراہیم کو کس مقصد کے لئے اغوا کیا ہے۔ ان سات دنوں میں اغوا کار سربراہیم کو نجانے کہاں سے کہاں لے گئے ہوں گے“..... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”اس بات کی مجھے بھی فکر ہے عمران بیٹے۔ سوڈانی حکومت تو اس معاملے کو چھپا رہی تھی لیکن پریذیڈنٹ صاحب کو اس معاملے کو زیادہ دیر نہیں چھپانا چاہئے تھا۔ انہیں چاہئے تھا کہ سربراہیم کے

”کاسٹن سٹی کا رابطہ نمبر دیں“..... عمران نے کہا تو چند لمحوں بعد اسے کاسٹن سٹی کا رابطہ نمبر دے دیا گیا۔ عمران نے ایک بار پھر کریڈل پر ہاتھ مار کر ٹون کلیئر کی اور کاسٹن سٹی کا رابطہ نمبر پریس کرنے لگا۔

”یس۔ پلیز“..... رابطہ ملتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”راک پیلس کا نمبر بتائیں“..... عمران نے کہا۔

”یس سر۔ ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر رسیور میں چند لمحوں کے لئے خاموشی چھا گئی۔

”نمبر نوٹ کریں جناب“..... چند لمحوں بعد رسیور میں آواز ابھری اور پھر نمبر نوٹ کرایا جانے لگا۔ عمران نے ایک بار پھر کریڈل پر ہاتھ مار کر رابطہ منقطع کیا اور ٹون کلیئر کرنے کے بعد آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پریس کرنے لگا۔

”راک پیلس“..... رابطہ ملتے ہی انتہائی مہذب لہجے میں کہا گیا۔

”پاکیشیا سے پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں۔ میری کرنل فلک جاہ سے بات کراؤ“..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”پرنس آف ڈھمپ۔ اوہ۔ ٹھیک ہے۔ ایک منٹ ہولڈ کرو۔ میں بات کراتا ہوں“..... دوسری طرف سے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا اور رسیور میں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔

”یس۔ کرنل فلک جاہ بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک

بھاری اور انتہائی بارعب آواز سنائی دی۔

”حیرت ہے۔ ساڈان نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ اب وہاں کے پتھروں نے بھی بولنا شروع کر دیا ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”پتھروں نے بولنا شروع کر دیا ہے۔ کیا مطلب“..... دوسری طرف سے کرنل فلک جاہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”راک چٹان کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے چٹانیں پتھروں کی بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کے کی فلک بوس چوٹیوں کو ٹیل یعنی ہیڈ کہا جاتا ہے اور میں ایسے ہی ایک فلک بوس کرنل فلک جاہ سے بات کر رہا ہوں“..... عمران کی زبان چل پڑی تو دوسری طرف کرنل فلک جاہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”اوہ۔ تو آپ میرے راک پیلس اور میرے نام فلک جاہ کی وجہ سے مجھے پتھر سے تشبیہ دے رہے ہیں“..... دوسری طرف سے کرنل فلک جاہ نے ہنستے ہوئے انتہائی بے تکلف لہجے میں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس نے عمران کو پہچان لیا ہو۔

”اگر تم اسے تشبیہ دینا سمجھتے ہو تو سمجھتے رہو میں تو یہی کہوں گا کہ میں ایک فلک بوس پتھر سے سرنگرا رہا ہوں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو دوسری طرف نہ صرف کرنل فلک جاہ کھلکھلا کر ہنس پڑا بلکہ سامنے بیٹھے ہوئے سر سلطان بھی بے اختیار مسکرا دیے۔ عمران نے راک پیلس میں کال ملانے کے بعد لاؤڈر کا بٹن

بھی پریس کر دیا تھا اس لئے سر سلطان اس کی اور کرنل فلک جاہ کی باتیں سن رہے تھے۔

”آپ تو پرنس ہیں۔ آپ جو کہیں گے آپ کی بات تو ماننی ہی پڑی گی“..... کرنل فلک جاہ نے ہنستے ہوئے کہا تو اس کے خوبصورت جواب پر عمران بھی بے اختیار ہنس پڑا۔

”بڑی انکساری دکھا رہے ہو۔ لگتا ہے میلیا نے تمہارے ہارڈ سر پر اپنے سینڈلوں کی ڈالہ باری کر کے کر تمہارا سر سافٹ کر دیا ہے۔ اس لئے تمہارے منہ سے بھی انکساری کے پھول جھڑنے لگے ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے ارے۔ اس کا نام نہ لیں پلیز“..... کرنل فلک جاہ نے بوکھلا کر کہا۔

”کیوں۔ میلیا کا نام لینے سے کیا دن میں تارے نظر آ جاتے ہیں“..... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ جب بھی کوئی میرے سامنے اس کا نام لیتا ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وہ سچ مجھ میرے سامنے آ گئی ہو۔ مجھے اس کا خونخواری اور غصے سے بھرپور چہرہ دکھائی دینے لگ جاتا ہے اور مجھے ایسا لگتا ہے جیسے اس نے میرے سر پر برسانے کے لئے اپنی سینڈلوں کی بجائے میرا ہارڈ جوتا ہاتھ میں لے لیا ہو۔ اس خیال کے آتے ہی میرے سر میں درد کی لہریں دوڑنا شروع ہو جاتی ہیں“..... کرنل فلک جاہ نے کہا تو عمران ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”مطلب ساڈان کی ٹاپ سیکرٹ سروس کا چیف جس کی کارکردگی سے بڑے بڑے نامور ایجنٹ اور طاقتور ایجنسیاں لرزتی ہیں وہ بے چارہ اپنی بیوی کا نام سن کر ہی لرز جاتا ہے“..... عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مجھ سے ایجنٹ اور ایجنسیاں اتنا نہیں ڈرتی ہوں گی جتنا میں اپنی بیوی سے ڈرتا ہوں اور اسی لئے میں آپ کو بھی یہی مشورہ دیتا رہتا ہوں کہ پلیز ساری زندگی کنوارے رہ لینا مگر شادی نہ کرنا“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”ارے واہ۔ یہ کیا بات ہوئی کہ شادی نہ کرنا۔ بیٹھے لڈو خود کھاؤ اور دوسروں سے کہو کہ یہ کڑوے ہیں“..... عمران نے کہا۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں یہ لڈو واقعی ایسے ہی ہوتے ہیں جس نے کھایا وہ پچھتایا اور جس نے نہ کھایا وہ بھی پچھتایا“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”دونوں صورتوں میں یہی حال ہے تو پھر یہی بہتر ہوتا ہے پیارے کہ اس لڈو کو کھا کر ہی پچھتا لیا جائے“..... عمران نے کہا تو کرنل فلک جاہ ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”بس تو پھر شادی سے پہلے اپنے سر پر ایک فولادی ہیلٹ ضرور فٹ کرا لیں تاکہ آپ کا سر تو سلامت رہ سکے ورنہ میرے جیسا ہی حال ہو گا“..... کرنل فلک جاہ نے بے چارگی سے کہا تو عمران ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”اچھا ان باتوں کو چھوڑیں۔ یہ بتائیں کہ میں نے آپ کو ایک پیغام بھیجا تھا کیا وہ آپ نے پڑھ لیا ہے؟“..... کرنل فلک جاہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ تمہارا پیغام ابھی تک لفافے میں سیلڈ ہے؟“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ آپ نے پیغام پڑھ کر ہی مجھے فون کیا ہوگا؟“..... کرنل فلک جاہ نے چونکتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ کیا یہ ضروری تھا کہ میں پیغام پڑھ کر ہی تمہیں فون کرتا؟“..... عمران نے کہا۔

”نہیں۔ میں نے آپ کے لئے اہم پیغام بھیجا ہے۔ آپ پلیز ایک بار اسے پڑھ لیں اس کے بعد مجھ سے بات کریں۔ میرے پاس آپ کے لئے مزید کچھ خبریں موجود ہیں؟“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”کون سی خبریں؟“..... عمران نے کہا۔

”اسی معاملے میں مجھے چند اہم باتیں معلوم ہوئی ہیں جو میں آپ سے شیئر کرنا چاہتا ہوں؟“..... کرنل فلک جاہ نے سنجیدگی سے کہا۔

”تو اب بتا دو؟“..... عمران نے کہا۔

”نہیں۔ پہلے آپ خط پڑھ لیں اس کے بعد مجھ سے دوبارہ رابطہ کریں گے تو میں آپ کو مزید تفصیلات بتا دوں گا۔ گڈ

”بے فکر رہو۔ میں شادی ہی ایسی لڑکی سے کروں گا جو شریف الطبع ہوگی جو شوہر کی ہر بات کو مقدم سمجھتے ہوئے اس کے اشاروں پر چلے گی اور اس کے سامنے کبھی زبان نہ کھولے گی؟“..... عمران نے کہا۔

”تب تو آپ کو اپنے لئے کوئی گونگی بہری اور اندھی لڑکی ہی ڈھونڈنی ہوگی؟“..... کرنل فلک جاہ نے برجستہ کہا تو اس بار عمران اس کے جواب پر بے اختیار ہنسنے لگا۔

”اگر میں نے ایسا کیا تو پھر میرے بچے بھی گونگے، بہرے اور اندھے ہی ہوں گے؟“..... عمران نے کہا تو کرنل فلک جاہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”بیوی کے ساتھ ہنسی خوشی لائف گزارنی ہے تو بچے کیسے ہوں گے اس کی پرواہ نہ کریں؟“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”وہ کیوں؟“..... عمران نے کہا۔

”بچے گونگے، بہرے، اندھے یا جیسے بھی ہوں ماں باپ کے لاڈلے ہوتے ہیں اور ان سے پیارا کوئی نہیں ہوتا؟“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”یہ بات تو تم نے درست کہی ہے۔ بچے واقعی سب کو اپنے ہی اچھے لگتے ہیں لیکن یہ بھی غلط نہیں ہے کہ بیویاں دوسروں کی ہی اچھی لگتی ہیں؟“..... عمران نے کہا تو کرنل فلک جاہ ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”بائی..... کرنل فلک جاہ نے کہا اور اس کے ساتھ دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

”یہ ساڈان کی سیکرٹ سروس کا چیف کرنل فلک جاہ تھا نا“۔ سر سلطان نے عمران کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میں نے اسے فون کیا تھا تاکہ اس سے معلومات حاصل کر سکوں لیکن وہ اپنا پیغام پڑھنے پر زور دے رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کے پیغام میں کوئی اہم بات ہے“..... عمران نے کہا۔

”تو پڑھ لو“..... سر سلطان نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور سامنے رکھا ہوا لفافہ اٹھا لیا۔ اس نے میز سے پیپر کٹر لیا اور اس کی مدد سے لفافے کو سائیز سے کاٹ لیا۔ لفافے میں کئی کاغذات تھے۔ عمران نے ایک ایک کر کے ان کاغذات کو دیکھنا شروع کر دیا پھر اس نے لفافہ اور کاغذات ایک طرف رکھے اور ان میں سے ایک کاغذ اٹھا کر اسے غور سے پڑھنے لگا۔ مختصر سی تحریر تھی جسے پڑھ کر عمران نے خط میز پر رکھ دیا۔

”کیا لکھا ہے“..... سر سلطان نے پوچھا۔

”کچھ خاص نہیں۔ اس نے صرف اپنے شک کا اظہار کیا ہے“..... عمران نے کہا۔

”شک۔ کیا شک“..... سر سلطان نے چونک کر کہا۔

”یہی کہ سر ابراہیم کو اغوا کرنے والے کون ہو سکتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”کون ہیں وہ“..... سر سلطان نے اسی انداز میں کہا۔

”اس کے خیال کے مطابق سر ابراہیم کو بلیک اسپارک تنظیم نے اغوا کیا ہے“..... عمران نے کہا۔

”بلیک اسپارک۔ یہ کون سی تنظیم ہے اور اس تنظیم کا تعلق کس ملک سے ہے“..... سر سلطان نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”یہ صامالی تنظیم ہے جس کا تعلق بحری قذاقوں سے ہے۔ یہ تنظیم چند سال قبل معرض وجود میں آئی تھی۔ اس تنظیم کے تحت بحری قذاق سمندر میں ہی رہ کر کاررائیاں کرتے تھے۔ پہلے یہ سمندروں میں آنے والی چھوٹی موٹی لائچوں، موٹر بوٹس اور کشتیوں کو پکڑ کر ان پر قبضہ کرتے تھے اور انہیں فروخت کر کے خود کو مالی طور پر مستحکم کر رہے تھے۔ مالی طور پر مستحکم ہونے کے ساتھ ساتھ یہ اپنے گروہ کو بھی وسیع کر رہے تھے اور گروہ کے وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی کارروائیوں کا دائرہ کار بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ انہوں نے سمندر میں پھیل کر مال بردار جہازوں کے ساتھ مسافر بردار جہازوں کو بھی اغوا کرنا شروع کر دیا۔ جہازوں میں موجود سامان پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ وہ تمام مسافروں کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور پھر ان میں سے وہ مسافر جو مالی طور پر مستحکم ہوتے انہیں اپنے پاس قید کر لیتے اور باقی مسافروں کو ہلاک

کر کے ان کی لاشیں سمندر برد کر دیتے تھے۔ ان واقعات سے ان کی درندگی اور سفاکی کی دہشت ہر طرف پھیل گئی۔ آہستہ آہستہ یہ گروپ ایک بڑی اور فعال تنظیم میں تبدیل ہو گیا اس تنظیم کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے انہیں پوری دنیا میں پھیلا دیا گیا۔ تنظیم کا نام بلیک اسپارک رکھا گیا لیکن چونکہ اس کے بے شمار سیکشن بن گئے تھے اس لئے ان سیکشنوں کو الگ الگ نام دیئے گئے ہر سیکشن کے افراد پوری دنیا میں مجرمانہ کارروائیاں کرنا شروع ہو گئے۔ تنظیم کے افراد قتل و غارت، لوٹ مار کے ساتھ ساتھ ہر اس کرائم میں پیش پیش ہوتے تھے جس سے انہیں دولت میسر آ سکے۔ بلیک اسپارک کا جو کاز سامنے آیا ہے اس کے مطابق اس تنظیم کا مقصد پوری دنیا کی دولت اکٹھی کرنا ہے۔ ان کا بس نہیں چلتا کہ وہ پوری دنیا کی دولت اڑا لے جائیں۔ اس مقصد کے لئے بنک رابری، ڈکیتی، اغوا برائے تاوان، منشیات فروشی اور اسلحہ کی غیر قانونی اسمگلنگ کا سہارا لیا گیا۔ کچھ ہی عرصہ میں بلیک اسپارک نے پورے دنیا میں اپنی دہشت کا سکہ جما لیا تھا۔ ایکریمیا، کرائس اور یورپ ممالک میں جیسے سوائے بلیک اسپارک کے کرمزوں کے اور کوئی باقی ہی نہ بچا تھا۔ بلیک اسپارک نے اپنا مقام بنانے کے ساتھ ساتھ دنیا کے کئی ممالک سے کرمزوں کا بھی خاتمہ کر دیا تھا تاکہ ہر جگہ صرف اور صرف بلیک اسپارک کی ہی اجارہ داری قائم ہو سکے یا دنیا میں کرائم کرنے والا ہر شخص بلیک اسپارک کا ہی ممبر بن جائے جس کی حاصل کی

ہوئی دولت بلیک اسپارک کی دولت بن جائے۔ اس تنظیم نے اپنی دولت، طاقت اور نام بڑھانے کے لئے ایسے ایسے جرائم کئے ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور یہ بھی درست ہے کہ بلیک اسپارک نے اس وقت پوری دنیا میں ہلچل مچا رکھی ہے۔ جس ملک میں بلیک اسپارک سے وابستہ کسی بھی سیکشن کا نام سنا جاتا ہے اس ملک کی انتظامیہ لرز کر رہ جاتی ہے“..... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”پھر تو یہ بلیک اسپارک بڑی خطرناک اور طاقتور تنظیم ہے۔“ سر سلطان نے ہونٹ سکڑتے ہوئے کہا۔

”صرف خطرناک نہیں بہت ہی خطرناک تنظیم ہے جس کی نظر میں انسان کیڑے مکوڑوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ وہ انسانوں کو انتہائی بے رحمی اور بے دردی سے کاٹ کر رکھ دیتے ہیں“..... عمران نے کہا۔

”اگر یہ اتنی ہی سفاک اور درندہ صفت تنظیم ہے تو پھر ایکریمیا، کرائس یا یورپی ایجنسیوں نے اس کے خلاف کام کیوں نہیں کیا۔ ایسی تنظیم کے خلاف تو انہیں متحد ہو کر کام کرنا چاہئے تھا تاکہ اس کا نام و نشان تک مٹایا جاسکے“..... سر سلطان نے کہا۔

”آپ کا کیا خیال ہے کہ دنیا بھر کی ایجنسیاں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی ہیں اور وہ بلیک اسپارک کے خلاف کام نہیں کر رہی ہیں“..... عمران نے کہا۔

وہاں اپنا کوئی نشان چھوڑا ہے“..... سرسلطان نے چونک کر کہا۔
 ”نہیں۔ مجھے ایسا نہیں لگ رہا“..... عمران نے سوچتے ہوئے
 انداز میں کہا۔

”کیوں۔ تم خود ہی کہہ رہے ہو کہ کٹر فلک جاہ کے پیغام میں
 لکھا ہے کہ اسے شک ہے کہ سربراہیم کو بلیک اسپارک نے اغوا کیا
 ہے“..... سرسلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس نے صرف شک کا اظہار کیا ہے۔ اگر اسے بلیک اسپارک
 کا کوئی نشان ملا ہوتا تو وہ شک ظاہر نہ کرتا یقین سے کہہ دیتا کہ سر
 ابراہیم کو اغوا کرنے میں بلیک اسپارک کا ہاتھ ہے“..... عمران نے
 کہا تو سرسلطان ایک طویل سانس لے کر رہ گئے۔

”اوہ۔ اگر وہاں اسے بلیک اسپارک کا کوئی نشان نہیں ملا تو وہ
 کیسے کہہ سکتا ہے کہ اسے بلیک اسپارک پر شک ہے کہ اسی تنظیم نے
 ہی سربراہیم کو اغوا کیا ہو“..... سرسلطان نے کہا۔

”یہ تو وہی بتا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے پاس کوئی پیغام
 آیا ہو یا پھر اسے کوئی ایسا کلیو ملا ہو جو بلیک اسپارک کی طرف
 اشارہ کرتا ہو“..... عمران نے جواب دیا۔

”ہونہ۔ لیکن بلیک اسپارک کو سربراہیم کو اغوا کرانے کی کیا
 ضرورت تھی۔ سربراہیم تو انتہائی نیک اور سیدھے سادے انسان
 ہیں۔ تم کہہ رہے ہو کہ بلیک اسپارک ایسے افراد کو اغوا کرتی ہے جن
 کے بنک بیلنس ہوں۔ زمین جائیداد ہوتا کہ وہ ایسے افراد کو اپنے

”اگر ایسا ہے تو پھر یہ تنظیم اس قدر طاقتور اور فعال کیسے ہو
 گئی“..... سرسلطان نے کہا۔

”بلیک اسپارک تنظیم اس لئے اس قدر فعال اور مضبوط ہے کہ
 اس تنظیم نے شروع سے ہی خود کو خفیہ رکھا ہوا ہے۔ جب سے اس
 تنظیم نے کارروائیاں کرنے کا آغاز کیا تھا اس وقت سے لے کر
 ابھی تک اس بات کا پتہ نہیں چل سکا ہے کہ اس تنظیم کا سربراہ کون
 ہے اور اس تنظیم کی شاخیں دنیا کے کس کس حصے میں پھیلی ہوئی
 ہیں۔ انتہائی کوششوں کے باوجود دنیا کی کوئی سیکرٹ سروس اور کوئی
 ایجنسی اس تنظیم کا ایک رکن بھی نہیں پکڑ سکی اور نہ ہی اس بات کا
 آج تک کوئی ثبوت ملا ہے کہ بلیک اسپارک ایجنسی کا سربراہ کون
 ہے اور یہ کہ ان کا اصل ہیڈ کوارٹر کہاں پر موجود ہے“..... عمران
 نے جواب دیا۔

”تو پھر کیسے پتہ چلا کہ یہ تنظیم بلیک اسپارک ہے اور اس کا تعلق
 صامالیہ سے ہے“..... سرسلطان نے عمران کی بات سن کر انتہائی
 حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اپنی تنظیم کی تشہیر بلیک اسپارک خود کرتی ہے۔ یہ تنظیم جو بھی
 کرائم کرتی تھی اپنے پیچھے اپنی تنظیم یا پھر اس تنظیم کے سیکشن کا نام
 ضرور چھوڑ جاتی ہے“..... عمران نے جواب دیا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر سربراہیم کو بلیک اسپارک کی
 تنظیم یا اس کے کسی ذیلی سیکشن نے اغوا کیا ہے تو کیا اس نے

پاس رکھ کر ان کے بدلے تاوان وصول کر سکیں جبکہ سربراہیم کے پاس نہ تو دھن دولت ہے اور نہ ہی زمین جائیداد پھر ان کے اغوا سے وہ بھلا کیا مفاد حاصل کر سکتے ہیں..... سرسلطان نے کہا۔

”سربراہیم کے پاس زمین جائیداد یا دولت نہیں ہے لیکن وہ پاکیشیا کی جس قدر مشہور شخصیت ہیں اور پاکیشیائی عوام انہیں جس طرح پسند کرتی ہے اسی طرح پاکیشیائی حکومت بھی سربراہیم کی بے حد مداح ہے۔ بلیک اسپارک ان کے خاندان سے تو کچھ نہیں حاصل کر سکے گی لیکن اگر اس تنظیم نے پاکیشیا سے رابطہ کیا تو وہ سربراہیم کے بدلے میں پاکیشیائی حکام سے کچھ بھی ڈیمانڈ کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ پاکیشیائی حکام سربراہیم کو بلیک اسپارک کی قید سے چھڑانے کے لئے کروڑوں ڈالرز بھی دینے پر مجبور ہو سکتے ہیں۔ آپ شاید بھول رہے ہیں۔ سربراہیم جس مشن پر ہیں اس کی ساری تفصیلات ان کے پاس ہیں۔ صامالی قذاقوں کو اگر ان تفصیلات کا علم ہو گیا تو وہ ان تفصیلات کے بدلے میں ہی پاکیشیائی حکومت کو بلیک میل کر سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ خود ہی سوچ لیں کہ وہ پاکیشیا سے کیا نہیں حاصل کر سکتے..... عمران نے کہا تو سرسلطان نے بے اختیار ہونٹ بھیجنے لئے۔

”ہاں واقعی۔ سربراہیم جس مشن پر کام کر رہے ہیں وہ ٹاپ سیکرٹ مشن ہے۔ اگر اس مشن کی تفصیلات کا بلیک اسپارک کو علم ہو گیا تو وہ واقعی پاکیشیا کو شدید مشکلات سے دوچار کر سکتے ہیں۔“ سر

سلطان نے ہونٹ بھیجتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ اب میں چلتا ہوں..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ اتنی جلدی۔ تم نے دوبارہ کرٹل فلک جاہ کو کال بھی تو کرنی تھی.....“ سرسلطان نے کہا۔

”اسے میں اپنے فلیٹ پر جا کر کال کر لوں گا۔ آپ کے پاس بیٹھنے کا کیا فائدہ.....“ عمران نے کہا۔

”فائدہ۔ کیا مطلب.....“ سرسلطان نے چونک کر کہا۔

”آپ کو بتایا تو تھا کہ آپ کا فون سن کر سر کے بل دوڑا آیا ہوں اور وہ بھی ناشتہ کئے بغیر، سوچا تھا کہ آپ مجھے بھرپور اور انتہائی صحت بخش ناشتہ کرائیں گے لیکن آپ کی کنبوسی کا یہ عالم ہے کہ کب سے بیٹھا ہوں اور آپ نے ناشتہ تو کیا چائے کے ایک کپ کا بھی نہیں پوچھا ہے.....“ عمران نے کہا۔

”اوہ۔ میں اس پریشانی میں واقعی بھول گیا تھا۔ بیٹھو میں ابھی چائے منگواتا ہوں.....“ سرسلطان نے کہا۔

”نہیں۔ اب میں سلیمان کا بچا کھچا ناشتہ ہی کر لوں گا۔“

عمران نے کہا۔ اس نے لفافے سے نکالے ہوئے تمام کاغذات اٹھا کر دوبارہ لفافے میں ڈالے اور پھر اس نے لفافہ کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا اور سرسلطان کو اللہ حافظ کہتا ہوا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

سیاہ رنگ کی کار کافی دیر سے سیکرٹریٹ کے باہر رکی ہوئی تھی۔ ڈرائیورنگ سیٹ پر ایک متناسب جسم کا مالک نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ جبکہ سائیڈ سیٹ پر ایک لمبا تڑنگا اور انتہائی مضبوط جسامت والا لحیم شحیم غیر ملکی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے لائٹ بلیو کلر کا سوٹ پہن رکھا تھا اور اس کے چہرے پر انتہائی سختی اور دشمنی کے تاثرات دکھائی دے رہے تھے۔ اس کی نظریں سیکرٹریٹ کے مرکزی گیٹ پر مرکوز تھیں جہاں سے وہ ہر آنے جانے والے پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ کار کی عقبی سیٹ پر دو مزید نوجوان موجود تھے جو شکل و صورت سے ہی بد معاش ٹائپ دکھائی دے رہے تھے۔ ڈرائیورنگ سیٹ کی سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے غیر ملکی کے چہرے پر جہاں سختی تھی وہاں اس کے چہرے پر تفکرات اور پریشانی کے تاثرات بھی واضح دکھائی دے رہے تھے۔ وہ انتہائی بے چینی کے عالم میں بار بار اپنی ریٹ وایج دیکھ رہا تھا۔ اچانک سیکرٹریٹ کے مین گیٹ سے سرخ رنگ کی

سپورٹس کار نکلتے دکھائی دی تو کار میں بیٹھے ہوئے چاروں افراد چونک پڑے۔

”وہ آ رہا ہے“..... ڈرائیورنگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے گھمبیر آواز میں کہا۔

”ہاں۔ کار اشارت کرو اور اس کے پیچھے چلو۔ ہمیں اس کا تعاقب کرنا ہے“..... غیر ملکی نے کہا تو ڈرائیور نے فوراً آپشن میں چابی گھمائی اور کار کا انجن اشارت کر لیا۔ سرخ رنگ کی سپورٹس کار سیکرٹریٹ سے نکل کر دائیں سڑک پر مڑ گئی تھی۔ ڈرائیور نے فوراً کار آگے بڑھائی اور اسے سڑک پر لا کر تیزی سے اس طرف بڑھتا چلا گیا جس طرف سرخ رنگ کی سپورٹس کار گئی تھی۔ کچھ ہی دیر میں اسے سڑک پر دوڑتی ہوئی سرخ رنگ کی سپورٹس کار دکھائی دی۔

”احتیاط سے تعاقب کرو اس کا۔ اسے پتہ نہیں چلنا چاہئے کہ ہم اس کے پیچھے ہیں“..... غیر ملکی نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

”لیس باس“..... ڈرائیور نے مودبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ سرخ سپورٹس کار سے مناسب فاصلہ رکھ کر نہایت محتاط انداز میں اس کا تعاقب کرنے لگا۔

اچانک کار کے ڈیش بورڈ پر رکھے ہوئے جدید ساخت کے ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز سنائی دی تو وہ غیر ملکی بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے فوراً ہاتھ کر ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اس کا ایک بٹن

پریس کر دیا۔ جیسے ہی اس نے بٹن پریس کیا ٹرانسمیٹر میں سے سمندر کی لہروں کے چٹانوں سے ٹکرانے کے تیز شور کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ غیر ملکی نے ایک اور بٹن پریس کیا تو ٹرانسمیٹر سے شور آنا بند ہو گیا اور ساتھ ہی ایک کرخت اور بھاری آواز سنائی دی۔

”ہیلو ہیلو۔ ہیڈ کوارٹر کالنگ۔ ہیلو۔ اوور“..... دوسری طرف سے مسلسل کال دی جا رہی تھی۔

”یس۔ راڈگر اسٹنگ یو۔ اوور“..... غیر ملکی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کوڈ۔ اوور“..... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔
”سپیشل مشن۔ اوور“..... غیر ملکی نے جس کا نام راڈگر تھا اسی انداز میں کہا۔

”اپنا نمبر بتاؤ۔ اوور“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”نمبر تھرٹین۔ اوور“..... راڈگر نے کہا۔

”اوکے۔ چیف سے بات کرو۔ اوور“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر ایک لمحہ کے لئے ٹرانسمیٹر پر خاموشی چھا گئی۔

”چیف سپیکنگ۔ اوور“..... چند لمحوں کے بعد ٹرانسمیٹر سے ایک انتہائی سرد آواز سنائی دی۔

”یس چیف۔ راڈگر بول رہا ہوں۔ اوور“..... راڈگر نے اور زیادہ مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”راڈگر کیا خبر ہے۔ تم نے ابھی تک ہیڈ کوارٹر کو رپورٹ کیوں نہیں دی۔ اوور“..... دوسری طرف سے چیف نے اسی طرح سرد لہجے میں پوچھا۔

”سوری چیف۔ میں ابھی اس کی نگرانی کر رہا ہوں۔ جب تک وہ کسی طرف نکلتا نہیں میں آپ کو کیسے رپورٹ دے سکتا ہوں۔ اوور“..... راڈگر نے سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اب کہاں ہے وہ۔ اوور“..... چیف نے پوچھا۔

”وہ سیکرٹری خارجہ کے آفس سے نکلا ہے اور اب اس کا رخ کنگ روڈ کی طرف ہے جہاں اس کا فلیٹ ہے۔ اوور“..... راڈگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا تم یقین سے بتا سکتے ہو کہ وہ پاکیشیا سے باہر جائے گا یا نہیں۔ اوور“..... چیف نے پوچھا۔

”یس چیف۔ مجھے یقین ہے وہ ساڈان ضرور جائے گا۔ اوور“۔ راڈگر نے کہا۔

”اوہ۔ یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ ساڈان جائے گا۔ اوور“۔ چیف نے چونک کر پوچھا گیا۔

”وہ بہت غلبت میں سیکرٹری خارجہ کے آفس پہنچا تھا اور غلبت میں ہی واپس جا رہا ہے۔ آفس سے نکلتے ہوئے میں نے اس کے چہرے پر انتہائی سنجیدگی اور پریشانی کے تاثرات دیکھے ہیں۔ مجھے اس سے صاف اندازہ ہو رہا ہے کہ اس نے سیکرٹری خارجہ سے

بات کی ہے اور سیکرٹری خارجہ نے اسے سب کچھ بتا دیا ہے۔
 ”اور“..... راڈگر نے کہا۔

”اوہ۔ تمہارا مطلب ہے کہ اس معاملے میں پاکیشیا سیکرٹ
 سروس کو حرکت میں لایا جا رہا ہے۔ اور“..... چیف نے کہا۔
 ”ییس چیف۔ عمران کا سیکرٹری خارجہ کے آفس آنا اس بات کی
 دلیل ہے کہ اسے اصل صورتحال کے بارے میں بریف کر دیا گیا
 ہے۔ اور“..... راڈگر نے کہا۔

”تم اب کہاں ہو۔ اور“..... چیف نے پوچھا۔
 ”میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ عمران کی کار کا تعاقب کر رہا
 ہوں۔ اور“..... راڈگر نے کہا۔

کیا اس نے تعاقب کو چیک تو نہیں کر لیا۔ اور“..... چیف
 نے پوچھا۔

”ابھی تک کوئی ایسے آثار نظر نہیں آئے ہیں۔ اور“..... راڈگر
 نے کہا۔

”ابھی اس کا فلیٹ کتنی دور ہے۔ اور“..... چیف نے چند لمحے
 توقف کے بعد پوچھا۔

”کافی فاصلہ ہے۔ اور“..... راڈگر نے کہا۔
 ”ذرا محتاط ہو کر تعاقب کرو۔ وہ اپنے سانے سے بھڑک جانے
 والا آدمی ہے۔ اور“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔
 ”ییس چیف۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہم محتاط ہیں۔ اور“..... راڈگر

نے کہا۔
 ”اس سے دور ہی رہنے کی کوشش کرنا اور نہ ہی اس کے کسی
 معاملے میں ٹانگ اڑانا۔ میں نے تمہیں وہاں صرف اس کی نگرانی
 کے لئے بھیجا ہے۔ اور“..... چیف نے کہا۔
 ”اگر وہ یہاں سے ڈائریکٹ ساڈان روانہ ہونے کے لئے نکلا
 تو کیا ہم اسے نہ روکیں۔ اور“..... راڈگر نے کہا۔
 ”اسے کسی بھی صورت میں ساڈان نہیں آنا چاہئے لیکن تم
 صرف اس پر نظر رکھو۔ میں خود اسے روکنے کا انتظام کرتا ہوں۔
 اور“..... چیف نے کہا۔
 ”لیکن اسے روکا کیسے جائے گا چیف۔ کیا اس کے لئے آپ
 کے ذہن میں کوئی پلاننگ ہے یا پھر آپ اسے روکنے کے لئے کسی
 اور سیکشن کو سامنے لائیں گے۔ اور“..... راڈگر نے پوچھا۔ اس
 کے لہجے میں حیرت کا عنصر شامل تھا۔
 ”بہتر تو یہی ہو گا کہ ہم راستے کا کٹنا نکال ہی دیں اور اس
 کے لئے ظاہر ہے مجھے پیش سیکشن کو ہی حرکت میں لانا پڑے گا۔
 اور“..... چیف نے کہا۔
 ”اگر آپ اسے راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں تو یہ ٹاسک آپ
 کسی اور سیکشن کو دینے کی بجائے مجھے دے دیں۔ میں خود ہی اس
 کا انتظام کر لوں گا۔ اور“..... راڈگر نے پوچھا۔
 ”نہیں۔ وہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ اس کے لئے مجھے

عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو اس کے احترام میں بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
 ”کیا ہوا؟“..... سلام و دعا کے بعد بلیک زیرو نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”ابھی تو شادی بھی نہیں ہوئی ہے پھر یہ کیا ہوا کا سوال تمہاری زبان پر کیسے آ گیا؟“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔
 ”میں نے کیا ہوا یہ پوچھنے کے لئے نہیں کہا کہ لڑکا ہوا ہے یا لڑکی۔ آپ کے چہرے پر سنجیدگی دیکھ کر میں نے پوچھا ہے۔“
 بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”سنجیدگی اور میرے چہرے پر۔ ارے باپ رے۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟“..... عمران نے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ کر بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

پیشل سیکشن کو ہی سامنے لانا پڑے گا۔ تم وہی کرو جو تم سے کہا گیا ہے۔ سمجھے تم۔ اوور“..... چیف نے خشک لہجے میں کہا۔
 ”لیس۔ لیس چیف۔ اوور“..... راڈگر نے چیف کا خشک لہجہ سن کر سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔
 ”میری اگلی کال کا انتظار کرو۔ اوور“..... دوسری جانب سے کہا گیا۔

”لیس چیف۔ اوور“..... راڈگر نے کہا اس کے ساتھ ہی چیف نے اوور اینڈ آل کہتے ہوئے رابطہ منقطع کر دیا۔ رابطہ منقطع ہوتے ہی راڈگر نے ٹرانسمیٹر آف کیا اور اپنی نظریں عمران کی کار پر جما دیں جو اس کی کار سے کافی فاصلے پر تھی۔

”کیا کیسے ہو سکتا ہے۔ میں سمجھا نہیں“..... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تم نے خود ہی تو کہا ہے کہ میرے چہرے پر تمہیں سنجیدگی دکھائی دے رہی ہے“..... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

”جی ہاں“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”مطلب میں تمہیں مرغی دکھائی دے رہا ہوں“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو کے چہرے پر حیرت ابھر آئی۔

”مرغی۔ کیا مطلب۔ میں نے کب کہا کہ آپ مرغی دکھائی دے رہے ہیں“..... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”سنجیدہ ہمیشہ مرغی ہوتی ہے اور وہ بھی اس وقت جب اسے انڈہ دینا ہوتا ہے۔ اب اگر تمہیں سچ مچ میرے چہرے پر سنجیدگی دکھائی دے رہی ہے تو پھر.....“ عمران نے کہا۔ بلیک زیرو پہلے حیرت سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر جیسے ہی ساری بات اس کی سمجھ میں آئی وہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”تو بہ ہے آپ سے۔ آپ کہاں کی بات کہاں لے جا کر ملا دیتے ہیں“..... بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

”شکر کرو کہ باتیں ہی ملتا ہوں۔ خود جا کر نہیں ملتا کسی سے ورنہ نجانے کون کون مجھے اچھلے بھلے عمران سے مرغا عمران کہنا شروع کر دے“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”اچھا تم اپنے ہنسنے کی پریکٹس جاری رکھو اور یہ فون مجھے دو۔“

عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے فون اس کی طرف بڑھا دیا۔ عمران نے رسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور وہ ایک بار پھر کرنل فلک جاہ کو کال کرنے لگا۔

”راک پیلس“..... رابطہ ملتے ہی دوسری طرف سے پہلے والی آواز سنائی دی۔

”پاکیشیا سے پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں۔ کرنل فلک جاہ سے بات کراؤ“..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ ایک منٹ“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر رسیور میں چند لمحوں کے لئے خاموشی چھا گئی۔

”کرنل فلک جاہ بول رہا ہوں“..... چند لمحوں کے بعد کرنل فلک جاہ کی آواز سنائی دی۔

”یہ تم نے کیا مذاق بنا رکھا ہے کرنل فلک جاہ“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”مذاق۔ کیا مطلب۔ کیسا مذاق“..... کرنل فلک جاہ کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”اس جدید اور سیل فونز کے زمانے میں بھی تم نے اپنے پاس پرانے زمانے کا فون سیٹ رکھا ہوا ہے اور فون بھی اپنے پاس نہیں رکھا ہوا۔ جب بھی فون کرو پہلے تمہارا اسٹنٹ اٹھاتا ہے اور پھر وہ تمہیں بلانے کے لئے رسیور رکھ کر چلا جاتا ہے۔ بھلے آدمی میں ایک غریب انسان ہوں اتنی لمبی لمبی کالوں کا بل دینا میرے بس کی

بات نہیں ہے۔ اگر اسی طرح میں نے دو چار مرتبہ تم سے اور بات کر لی تو میں نے اپنی شادی کے لئے جو رقم اکٹھی کر رکھی ہے وہ ساری رقم مجھے فون کے بلوں میں دینی پڑ جائے گی اور پھر مجھے ساری زندگی واقعی کنوارا ہی رہنا پڑے گا“..... عمران کی زبان ایک بار پھر رواں ہو گئی۔ اس کی بات سن کر دوسری طرف موجود کرنل فلک جاہ نے اختیار ہنس پڑا۔

”یہ محفوظ فون ہے جناب۔ اس کا لنک سیٹلائٹ سے ہے اس لئے اس فون کے ذریعے ہونے والی بات چیت محفوظ رہتی ہے۔ میرے پاس سیل فون بھی ہے لیکن میں زیادہ تر اسی فون کا استعمال کرتا ہوں تاکہ کال ہر طرح سے محفوظ رہے“..... کرنل فلک جاہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اپنی بیوی سے جوتے کھانے سے تو خود کو محفوظ رکھ نہیں سکتے اور فون محفوظ رکھنے کی باتیں کرتے ہو“..... عمران نے منہ بنا کر کہا تو کرنل فلک جاہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”اچھا بتائیں۔ پڑھا میرا میج“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”ہاں پڑھ لیا ہے۔ میں تو سمجھا تھا کہ تم نے پیغام میں اس لڑکی کا نام و پتہ اور اس کی تصویر بھی ساتھ بھیجی ہو گی جس سے میری شادی کرانا چاہتے ہو لیکن اس پیغام میں تو سوائے لڑکی کے نام کے اور کچھ بھی نہیں ہے“..... عمران نے کہا۔

”لڑکی کا نام ہی خطرناک ہے جناب۔ میں نے اسی لئے یہ نام

لکھا تھا تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ آپ کی شادی کس قدر خوفناک نام کی لڑکی سے ہونے والی ہے“..... کرنل فلک جاہ نے اسی طرح سے ہنستے ہوئے کہا۔

”خطرناک لڑکی وہی ہوتی ہے جو مالدار ہوتی ہے۔ مالدار لڑکی سے جوتے کھانے کے باوجود منہ بند رکھنا پڑتا ہے۔ یہ منہ تب ہی کھلتا ہے جب اس لڑکی کا مال کھانا پڑتا ہے۔ کیوں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا“..... عمران نے کہا تو دوسری طرف کرنل فلک جاہ کھسیانی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔

”آپ شاید میلیسا کے بارے میں مجھ پر چوٹ کر رہے ہیں کہ وہ مالدار ہے۔ اسی لئے میں اس کی ہر بات برداشت کر جاتا ہوں“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”شاید نہیں ڈیر میں سچ میں تم پر چوٹ کر رہا ہوں“..... عمران نے کہا تو کرنل فلک جاہ ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”آپ میرے لئے استاد کا درجہ رکھتے ہیں اس لئے آپ جو بھی کہیں گے میں سر تسلیم خم کرنے کے سوا کیا کر سکتا ہوں“۔ کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”نہ بھائی میرے سامنے سر تسلیم خم نہ کرو۔ یہ کام اپنی بیوی کے سامنے ہی کیا کرو۔ جس کی دولت پر عیش کرتے ہو“..... عمران نے کہا۔

”اچھا۔ آپ نے بتایا نہیں“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”بتا تو رہا ہوں کہ پڑھ لیا ہے میں نے تمہارا پیغام۔ تم نے اس پیغام میں محض شک کا اظہار کیا ہے کہ سربراہیم کے اغوا میں بلیک اسپارک کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمہیں شک کیسے ہوا ہے کہ سربراہیم کو بلیک اسپارک نے ہی اغوا کیا ہے“..... عمران نے کہا تو اس کی بات سن کر بلیک زیرو چونک پڑا۔ عمران نے چونکہ لاؤڈر آن کر رکھا تھا اس لئے وہ ان دونوں کی باتیں بخوبی سن رہا تھا۔

”بلیک اسپارک کوئی بھی کرائم کرنے کے بعد اپنا نشان ضرور چھوڑتی ہے۔ لیکن اس بار انہوں نے اپنا کوئی نشان نہیں چھوڑا ہے“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”تو پھر تمہارے شک کی وجہ کیا ہے“..... عمران نے پوچھا۔
”مجھے ایک گمنام فون موصول ہوا تھا“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”گمنام فون۔ کیا مطلب“..... عمران نے چونک کر کہا۔
”سربراہیم کو بازیاب کرنے کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی تھی۔ میں چھ روز تک مسلسل ہاتھ پاؤں مارتا رہا لیکن نہ تو مجھے سربراہیم کا کوئی سراغ ملا تھا اور نہ ہی مجھے کوئی ایسا کلیو ملا تھا جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ سربراہیم کو اغوا کرنے میں کس کا ہاتھ ہے۔ میں اپنی تمام کوششیں میں ناکام ہو چکا تھا۔ پھر رات کو میں جب اپنی رہائش گاہ پر سو رہا تھا تو تقریباً تین بجے میرے سیل فون پر ان نان نمبر

سے ایک کال آئی۔ میں فون کی گھنٹی سن کر جاگ گیا۔ میں نے کال رسیو کی تو مجھے بتایا گیا کہ میں پاکیشیا کے جس وزیر خارجہ سربراہیم کو تلاش کر رہا ہوں وہ اس وقت بلیک اسپارک کی تحویل میں ہے۔ انہیں بلیک اسپارک تنظیم کے سیکشن فائیو نے اغوا کیا ہے۔“ کرنل فلک جاہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا یہ اطلاع تمہیں واقعی ایک ان نان نمبر سے دی گئی تھی“..... عمران نے چونک کر کہا۔

”جی ہاں“..... کرنل فلک جاہ نے جواب دیا۔
”تمہاری فون پر اس سے کیا بات ہوئی تھی اور اس نے تمہیں اپنے بارے میں کیا بتایا تھا“..... عمران نے پوچھا۔

”وہ خود کو میرا گمنام ہمدرد کہہ رہا تھا۔ اس نے مجھے صرف یہی باتیں بتائی تھیں۔ اس سے پہلے کہ میں اس سے کوئی سوال کرتا اس نے رابطہ ختم کر دیا تھا“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”پھر کیا تم نے اس نمبر کو ٹریس نہیں کیا“..... عمران نے پوچھا۔
”میں نے آپ کو بتایا تو ہے کہ وہ ایک ان نان نمبر تھا اور ایسے نمبر سیٹلائٹ سے منسلک ہوتے ہیں جنہیں ٹریس کرنا ممکن نہیں ہوتا“..... کرنل فلک جاہ نے جواب دیا۔

”کس نے بات کی تھی تم سے کوئی مرد تھا یا عورت“..... عمران نے پوچھا۔

”مرد ہی تھا۔ اس کی آواز خاصی بھاری تھی“..... کرنل فلک جاہ

نے جواب دیا۔

”میری طرح دوسروں کی آوازیں نکالنے میں تم بھی ماہر ہو۔ کیا تم اس کی آواز میں بات کر سکتے ہو؟..... عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ کیوں نہیں؟..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”تو پھر اس کی آواز میں وہ سب باتیں دوہراؤ جو اس نے تم سے کی تھیں؟..... عمران نے کہا۔

”اس سے بہتر ہے کہ میں آپ کو اس کال کی ٹیپ ہی سنا دیتا ہوں جو میں نے اپنے سیل فون میں ریکارڈ کر لی تھی؟..... کرنل فلک جاہ نے جواب دیا۔

”ویل ڈن۔ سناؤ؟..... عمران نے کہا۔

”ایک منٹ؟..... کرنل فلک جاہ نے کہا اور ایک لمحے کے لئے فون میں خاموشی چھا گئی پھر چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک بھاری اور کرخت آواز سنائی دی۔

”ہیلو؟..... اس آواز نے کہا۔

”ہیں؟..... کرنل فلک جاہ کی آواز سنائی دی۔

”تم کرنل فلک جاہ بول رہے ہو؟..... بھاری آواز سنائی دی۔

”ہیں۔ میں کرنل فلک جاہ ہوں۔ آپ کون ہیں؟..... کرنل

فلک جاہ کی آواز سنائی دی۔

”میں تمہارا ہمدرد ہوں۔ ایک گمنام ہمدرد؟..... بھاری آواز

والے آدی نے کہا۔

”گمنام ہمدرد۔ کیا مطلب؟..... کرنل فلک جاہ کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”گمنام ہمدرد وہ ہوتا ہے جس کا نہ کوئی نام ہوتا ہے اور نہ پتہ؟..... بھاری آواز والے نے کہا۔

”ہونہر۔ کیوں فون کیا ہے؟..... کرنل فلک جاہ نے جیسے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میں تمہیں ایک اطلاع دینا چاہتا ہوں؟..... بھاری آواز والے نے کہا۔

”کیسی اطلاع؟..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”تم پاکستان کے جس وزیر خارجہ سربراہیم کی تلاش میں ہو میں اس کے بارے میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں؟..... بھاری آواز والے نے کہا۔

”کیا مطلب۔ تم سربراہیم کے بارے میں کیا جانتے ہو؟۔ کرنل فلک جاہ کی چونکی ہوئی آواز سنائی دی۔

”سب کچھ جانتا ہوں۔ مجھے اس بات کا بھی علم ہے کہ اسے کس نے اغوا کیا ہے؟..... بھاری آواز والے نے کہا۔

”کس نے اغوا کیا ہے۔ بولو؟..... کرنل فلک جاہ نے تیز لہجے میں کہا۔

”سربراہیم کو اغوا کرنے والی صامالی کرمسل تنظیم بلیک اسپارک ہے۔ وہی اسے اغوا کر کے لے گئی ہے؟..... بھاری آواز والے

نے کہا۔

”بلیک اسپارک۔ کیا مطلب۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟..... کرنل فلک جاہ کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”یہی سچ ہے۔ بلیک اسپارک تنظیم کے سیکشن فائیو نے سربراہیم کو اغوا کیا ہے“..... بھاری آواز والے نے کہا۔

”لیکن تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ سربراہیم کو بلیک اسپارک نے اغوا کیا ہے؟..... کرنل فلک جاہ نے کہا لیکن اسی لمحے دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

”آپ نے سن لی ساری باتیں؟..... کرنل فلک جاہ کی آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ سن لی ہیں“..... عمران نے جواب دیا۔

”اب آپ بتائیں“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”میں کیا بتاؤں۔ صرف ایک کال پر اور وہ بھی انجان آدمی کی کال پر۔ اس بات پر کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ اس نے جو کہا ہے وہ سچ ہے؟..... عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا لیکن پھر جب میں نے ان مقامات کی دوبارہ چیکنگ کی جہاں سے سربراہیم کو اغوا کیا گیا تھا تو مجھے وہاں سے ایک چیز ملی تھی ایک ایسی چیز جسے دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ یہ کام واقعی بلیک اسپارک کا ہی ہے۔“ کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”کیا چیز ہے وہ؟..... عمران نے چونک کر کہا۔

”ایک بیج۔ سرخ رنگ کا بیج جس پر سانپ کے کھلے ہوئے منہ کی تصویر بنی ہوئی ہے اور اس تصویر کے نیچے بی ایس ایس فائیو لکھا ہوا ہے“..... کرنل فلک جاہ نے جواب دیا۔

”بی ایس ایس فائیو؟..... عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ بی ایس ایس فائیو بلیک اسپارک سیکشن فائیو کا ہی مخفی ہے۔“ کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”سانپ کے کھلے ہوئے منہ کی تصویر کا رنگ کیا ہے؟۔ عمران

نے ہونٹ پھینچتے ہوئے پوچھا۔

”گہرے سبز رنگ کی تصویر ہے اور سانپ کی آنکھیں سرخ ہیں۔ انتہائی سرخ اور سانپ کے گرد بجلی کی لہروں کا جال بھی بنا ہوا ہے جو سیاہ رنگت میں دکھایا گیا ہے“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”ادہ۔ یہ تو واقعی بلیک اسپارک کا مخصوص نشان ہے؟..... عمران نے ہونٹ سکڑتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ اسی لئے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ سربراہیم کے اغوا میں بلیک اسپارک کا ہی ہاتھ ہے“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”اور کیا معلوم کیا ہے تم نے اس معاملے میں؟..... عمران نے

پوچھا۔

”فی الحال تو میں اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں کہ بلیک اسپارک

سنجیدگی سے کہا۔

”مجھے یقین ہے کہ چیف آپ کو اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو ضرور اجازت دے دیں گے“..... کرنل فلک جاہ نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

”اگر اجازت مل گئی تو میں تمہیں اپنی آمد کی خبر دے دوں گا۔ تب تک تم کام کرتے رہو۔ ہو سکتا کہ ہمارے پہنچنے تک تمہیں مزید معلومات مل جائیں اور ہمیں سربراہیم کو تلاش کرنے میں آسانی ہو جائے“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں اپنا کام جاری رکھوں گا۔ جیسے ہی آپ کو چیف کی طرف سے اجازت ملے آپ مجھے ضرور بتائیں۔ میں شدت سے آپ کی کال کا منتظر رہوں گا“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”اوکے“..... عمران نے کہا اور پھر اس نے گڈبائی کہہ کر رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

”یہ سب کیا ہے۔ کون ہے یہ کرنل فلک جاہ اور آپ اس سے کیا باتیں کر رہے تھے“..... بلیک زیرو نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”کرنل فلک جاہ ساڈان کی سیکرٹ سروس کا چیف ہے۔ میں نے اور اس نے ایک ساتھ آکسفورڈ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ میرا پرانا دوست ہے اور میں اس سے جو باتیں کر رہا تھا

کے بارے میں مزید معلومات حاصل کر سکوں لیکن تاحال میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا ہوں۔ چونکہ معاملہ صامالی کرمنل تنظیم کا ہے اس لئے میں نے ہی اعلیٰ حکام سے خصوصی طور پر سفارش کی تھی کہ اس معاملے کی تحقیقات کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کی خدمات حاصل کی جائیں کیونکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس پہلے بھی کئی صامالی کرمنل تنظیموں کے ساتھ نیرو آزما ہو چکی ہیں اور انہیں ان کے خلاف کام کرنے کے بہت سے گر معلوم ہیں جنہیں بروے کار لا کر وہ بلیک اسپارک کے خلاف کامیابی حاصل کر سکتی ہے اور سربراہیم کو بھی ان کے چنگل سے نکال سکتی ہے۔ میری سفارشات کو مان لیا گیا اسی لئے اعلیٰ حکام نے پاکیشیا کے محترم صدر سے خصوصی طور پر درخواست کی ہے تاکہ آپ کی سربراہی میں پاکیشیا سیکرٹ سروس بلیک اسپارک یا ان اغوا کاروں کا پتہ لگا سکے جنہوں نے سربراہیم کو اغوا کیا ہے“..... دوسری طرف سے کرنل فلک جاہ نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ سر سلطان نے ساری باتیں چیف کے سامنے رکھ دیں ہیں اب یہ چیف کی صوابدید پر ہے کہ وہ مجھے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو یہ حکم دیتے ہیں یا نہیں کہ ہم ساڈان آ کر سربراہیم کی بازیابی کے لئے کام کریں۔ اگر چیف کی طرف سے مجھے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو اجازت مل گئی تو ہم ضرور آئیں گے اور پھر دیکھیں گے کہ اس سلسلے میں کیا ہو سکتا ہے“..... عمران نے

وہ سربراہیم کے بارے میں تھیں جنہیں ساڈان میں اغوا کر لیا گیا ہے۔ انہیں انتہائی پراسرار انداز میں اغوا کیا گیا ہے“..... عمران نے کہا اور پھر اس نے سرسلطان اور کرنل فلک جاہ سے ہونے والی تمام باتیں بلیک زیرو کو بتانی شروع کر دیں۔

”یہ تو واقعی انتہائی سنگین معاملہ ہے۔ پاکیشیائی وزیر خارجہ کو ساڈان میں اغوا کر لیا گیا ہے اور ساڈان کے ساتھ پاکیشیائی حکام بھی اس معاملے کو چھپا رہے ہیں“..... بلیک زیرو نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”سربراہیم جس مشن پر کام کر رہے تھے اسے مد نظر رکھتے ہوئے پاکیشیا اور ساڈانی حکام نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جب تک ممکن ہو سکے سربراہیم کے اغوا کی خبر کو چھپا لیا جائے اور خاموشی سے ان کو تلاش کیا جائے تاکہ ان کا اغوا ان کے مشن پر اثر انداز نہ ہو سکے“..... عمران نے کہا۔

”آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں ہے کہ سربراہیم کس مشن پر کام کر رہے ہیں“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”یہ تمہیں سرسلطان سے معلوم ہو جائے گا۔ فی الحال مجھے سربراہیم کی فکر ہے۔ اگر ان کے اغوا میں واقعی بلیک اسپارک ملوث ہے تو پھر وہ نجانے کس حال میں ہوں گے اور انہیں دنیا کے نجانے کس کونے میں لے جا کر چھپا دیا گیا ہو گا۔ مجھے تیز رفتاری سے کام کرتے ہوئے انہیں تلاش کر کے واپس لانا ہے۔“ عمران نے

کہا۔

”تو کیا آپ ساڈان جائیں گے“..... بلیک زیرو نے پوچھا۔
 ”ہاں۔ ابھی تک تو مجھے یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ سربراہیم کو اس قدر ٹاسٹ سیکورٹی کے باوجود اغوا کیسے کیا گیا ہے۔ مجھے یہ سارے حالات ساڈان جا کر ہی معلوم ہوں گے۔ وہیں سے اس بات کا پتہ چلے گا کہ سربراہیم کے اغوا کے پیچھے بلیک اسپارک کا ہاتھ ہے بھی یا نہیں“..... عمران نے کہا۔
 ”تو کیا آپ اکیلے جانے کا پروگرام بنا رہے ہیں“..... بلیک

زیرو نے پوچھا۔

”نہیں۔ فی الحال میں ٹائیگر کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور ضرورت پڑنے پر ممبران کو بھی وہاں بلا لوں گا“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے ایک بار پھر فون کا رسیور اٹھایا اور کان سے لگاتے ہوئے نمبر پرلیس کرنے لگا۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں“..... رابطہ ملتے ہی ٹائیگر کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”کون سا ٹائیگر، جنگل کا یا چڑیا گھر کا“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”اکیلا ہوتا ہوں تو جنگل کا ٹائیگر ہی کہلاتا ہوں لیکن آپ کے ساتھ ہوتے ہوئے ظاہر ہے چڑیا گھر کے ٹائیگر کی طرح دبک کر

”میرے لئے کیا حکم ہے“..... بلیک زیرو نے اسے رسیور رکھتے دیکھ کر پوچھا۔
 ”تم اپنی دھرم شالہ سنبھالو اور میرے اور ٹائیگر کے جانے کے انتظامات کرو تب تک میں بھی تیاری کر لیتا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”کیا آپ براہ راست ساڈان جانا چاہتے ہیں“..... بلیک زیرو نے پوچھا۔
 ”ضروری نہیں ہے۔ اگر براہ راست کوئی پرواز نہ مل سکے تو لیبیا کے لئے کرا دینا۔ وہاں سے چلے جائیں گے“..... عمران نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔
 ”بہت بہتر۔ کوئی اور انتظام کرنا ہے“..... بلیک زیرو نے پوچھا۔

”نہیں۔ صرف اس بات کا خیال رکھنا کہ مجھے جلد از جلد وہاں پہنچنا ہے“..... عمران نے کہا۔
 ”ٹھیک ہے“..... بلیک زیرو نے کہا۔ عمران نے کچھ سوچ کر ایک بار پھر فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے لگا۔
 ”سلطان بول رہا ہوں“..... رابطہ ملتے ہی سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

”ارے۔ میں نے درسلطانی کی گھنٹی بجائی تھی۔ یہ سرسلطان کی جگہ کس سلطان نے فون رسیور کر لیا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے

بیٹھا رہتا ہوں“۔ ٹائیگر کی جواباً مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔
 ”ویل ڈن۔ جنگل کے شیر کے منہ میں زبان بھی آگئی ہے۔
 اب اس نے جواب بھی دینے شروع کر دیئے ہیں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ نہیں باس۔ میں نے تو دیے ہی کہا ہے“..... عمران کی بات سن کر ٹائیگر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔
 ”تو میں نے کب کہا ہے کہ تم نے ایسے ہی کہا ہے“..... عمران نے اسی انداز میں کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔
 ”مجھے ایسا لگا جیسے آپ کو میرا جواب اچھا نہیں لگا ہے“۔ ٹائیگر نے کہا۔

”ٹائیگر کی بات کا برا ماننا کیسے ممکن ہے۔ مجھے ابھی اپنی ہڈیاں سلامت چاہئیں“..... عمران نے کہا۔
 ”اوہ اوہ۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے باس۔ آپ حکم کریں“۔
 ٹائیگر نے کہا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ عمران کو اس کی بات بری لگی ہے اور وہ اس پر طنز کر رہا ہے۔

”اپنا ضروری سامان سمیٹو اور ہلکا پھلکا میک اپ کر کے فوراً میرے فلیٹ میں پہنچ جاؤ۔ میں بھی تھوڑی دیر تک پہنچ رہا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”یس باس“..... ٹائیگر نے کہا اور عمران نے رسیور کریڈل پر

رکھ دیا۔

کہا۔

”اوہ تم۔ کہو کیسے فون کیا ہے“..... سرسلطان نے اس کی آواز پہچانتے ہوئے کہا۔

”پہلے میں نے رسیور اٹھایا پھر آپ کے نمبر ملائے اور پھر.....“
عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”میرا مطلب ہے کیوں فون کیا ہے۔ دیکھو میں اس وقت بہت مصروف ہوں اس لئے جو کہنا ہے جلدی کہو ورنہ میں فون بند کر رہا ہوں“..... سرسلطان نے کہا۔

”کہاں بند کر رہے ہیں۔ کسی صندوق میں یا میز کی دراز میں“..... عمران بھلا آسانی سے کہاں باز آنے والا تھا۔

”اللہ حافظ“..... سرسلطان نے کہا اور ساتھ ہی انہوں نے رابطہ منقطع کر دیا۔

”توبہ ہے۔ یہ تو سچ میں سلطان اعظم بننے کی کوشش کر رہے ہیں جب خود فون کریں تو نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے گھنٹوں ان سے بات کرنی پڑتی ہے اور میں انہیں فون کر لوں تو یہ ضروری کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں“..... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار مسکرا دیا۔ عمران نے ری ڈائل کا بٹن پریس کیا تو دوسری طرف ایک بار پھر گھنٹی بج اٹھی۔

”سلطان بول رہا ہوں“..... رابطہ ملتے ہی سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

”لگتا ہے پہلے رائگ نمبر مل گیا تھا۔ اب ٹھیک جگہ فون ملا ہے“..... عمران نے کہا۔

”کیا میں پھر فون بند کر دوں“..... سرسلطان نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”بہد شوق۔ لیکن پہلے میری ایک بات سن لیں۔ اس کے بعد آپ فون بند کریں یا اسے اٹھا کر آفس سے باہر پھینک دیں۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا“..... عمران نے کہا۔

”اچھا۔ بولو۔ کیا کہنا چاہتے ہو“..... سرسلطان نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”میں چاہتا ہوں کہ میرے ساڈان پہنچنے سے پہلے مکمل تفصیلات ایک رپورٹ کی شکل میں تیار کر لی جائیں“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں سفارت خانے کو ہدایات کر دوں گا“۔
سرسلطان نے کہا۔

”دوسری بات یہ کہ میں نہیں چاہتا کسی کو وہاں یہ معلوم ہو کہ میں اس معاملے کی تحقیقات کے لئے آیا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”لیکن سفارت خانے کو تحقیقاتی افسر کے بارے میں اطلاع دی جا چکی ہے“..... سرسلطان نے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ انہیں اس بات کی اطلاع دے دیں کہ وہ میرے بارے میں کسی کو نہ بتائیں۔ وہاں پہنچ کر میں ان سے خود ہی رابطہ کر لوں گا۔ پھر وہ میری دی ہوئی ہدایات پر عمل کریں

گئے..... عمران نے کہا۔

”اچھا۔ مجھے خود ان سے بات کرنی پڑے گی“..... سرسلطان نے کہا۔

”جو دل چاہے کریں“..... عمران نے کہا۔

”اور کچھ“..... سرسلطان نے پوچھا۔

”فی الحال اتنا ہی کافی ہے رواں گئی سے قبل کوئی بات یاد آئی تو فون کر لوں گا“..... عمران نے کہا۔

”اوکے۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو“..... سرسلطان نے بھرائی آواز میں کہا اور عمران نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس نے بلیک زیرو کو چند مزید ہدایات دیں اور پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بلیک زیرو کو اللہ حافظ کہہ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آپریشن روم سے نکلتا چلا گیا۔

عمران کے چہرے پر سوچ و فکر کے تاثرات نمایاں تھے۔ اس کا ذہن بدستور سربراہیم کے اغوا اور خاص طور پر بلیک اسپارک تنظیم میں الجھا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر بلیک اسپارک تنظیم نے سربراہیم کو کس مقصد کے لئے اغوا کیا ہے۔

بلیک اسپارک تنظیم قتل و غارت اور اغوا محض دولت اور تاوان وصول کرنے کے لئے کرتی تھی۔ اس تنظیم کا اس مشن سے کوئی تعلق نہ تھا جس پر پاکیشیائی وزیر خارجہ کام کر رہے تھے۔ یہ مشن محض مسلم ممالک اور ایسے ممالک تک محدود تھا جنہیں نو مسلم ممالک کہا جاسکتا تھا۔ اس کے علاوہ عمران یہ بھی جانتا تھا کہ بلیک اسپارک بڑے پیمانے پر کام کرنے والی تنظیم تھی وہ ایسی چھوٹی موٹی شخصیات کو اغوا نہیں کرتی تھی۔ وہ یورپ، کرائس، کارمن اور ایکریمیا جیسے بڑے ممالک کے خلاف کام کرتی تھی جہاں سے انہیں کثیر زر مبادلہ حاصل کرنے میں آسانی ہوتی تھی۔ پاکیشیا کے خلاف صامالی

قزاقوں نے چند ایک ہی کارروائیاں کی تھیں جن میں انہوں نے ایک دو بار پاکیشیائی سمندری جہازوں کو اغوا کیا تھا یا پھر ایسے سمندری جہازوں پر قبضہ کیا تھا جن پر پاکیشیائیوں کی بڑی تعداد موجود ہوتی تھی۔ ان افراد کے بدلے صامالی قزاقوں نے پاکیشیا سے بھاری تادان بھی وصول کیا تھا اور سب سے بڑی بات جو عمران کو چھ رہی تھی وہ یہ تھی کہ بلیک اسپارک تنظیم ساڈان جیسے ممالک میں کام نہیں کرتی تھی۔

کرنل فلک جاہ کے خیال کے مطابق اگر سربراہیم کے اغوا میں بلیک اسپارک تنظیم ہی کام کر رہی تھی تو اس کا مطلب واضح تھا کہ وہ اس کارروائی کے لئے خصوصی طور پر ساڈان پہنچی تھی اور ان کا مقصد صرف اور صرف پاکیشیائی وزیر خارجہ سربراہیم کے اغوا کا ہی تھا اور وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب بھی رہی تھی۔ تیسرے نمبر پر عمران کو اس بات کی الجھن تھی کہ بلیک اسپارک اگر دولت کے حصول کے لئے کسی کو اغوا کرتی تھی تو وہ کسی بھی شخصیت کو اغوا کرنے کے بعد اس طرح خاموش نہیں رہتی تھی۔ ایک یا دو دن میں بلیک اسپارک تنظیم کے سرکردہ رکن خود ہی ان ممالک کی اعلیٰ حکام سے رابطہ کر لیتے تھے جن ممالک کی اہم شخصیتوں کو انہوں نے اغوا کیا ہوتا تھا۔ ان کی بازیابی کے عیوض وہ بڑے بڑے تادان طلب کرنے سے پہلے اس بات کی ذمہ داری بھی لیتے تھے کہ مطلوبہ شخصیت کے اغوا یا مخصوص کارروائیوں میں وہ ملوث ہیں یا ان کا ہاتھ ہے جبکہ

ساڈان سے سربراہیم کو اغوا ہوئے سات روز گزر چکے تھے۔ ان کے اغوا کی نہ تو کسی نے ذمہ داری قبول کی تھی اور نہ ہی سربراہیم کو بازیاب کرانے کے لئے بھاری تادان طلب کیا گیا تھا۔ عمران سارے راستے یہی سب سوچتا ہوا اپنے فلیٹ کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔ وہ کار کو مخصوص رفتار پر دوڑا رہا تھا۔ وہ چونکہ مسلسل الجھا ہوا تھا اس لئے وہ اس بات سے قطعی بے خبر تھا کہ اس کی کار کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

اس نے کار کنگ روڈ کی طرف جانے والی سڑک کی جانب موڑی ہی تھی کہ وہ یلکھت چونک پڑا۔ اس نے کچھ فاصلے پر سیاہ رنگ کی ایک لیموسین کار کو دیکھا جو موڈ کے دوسری طرف کھڑی تھی۔ جیسے ہی عمران کی کار آگے بڑھی۔ سیاہ کار اچانک تیزی سے حرکت میں آئی اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ سمجھتا۔ سیاہ کار اچانک نیچ سڑک میں آ کر رک گئی۔ عمران نے فوراً کار کو بریک لگا دیئے۔ اگر وہ کار کے بریک لگانے میں ایک لمحوں کی بھی تاخیر کرتا تو اس کی کار پوری قوت سے سڑک کے درمیان کھڑی کار سے جا ٹکراتی۔

یہ رہائشی علاقہ تھا اور دوپہر کا وقت تھا۔ شدید گرمیوں کے دنوں میں یہ سڑک دوپہر ہوتے ہی ویران ہو جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی جب اس نے غیر ارادی طور پر بریک لگائے اور اس کی کار کے ٹائرؤں کی تیز اور احتجاجی چیخیں فضا میں ابھریں تو بہت کم افراد اس طرف

متوجہ ہو سکے تھے۔ سیاہ کار سڑک پر اس طرح سے تریچھے انداز میں کھڑی ہو گئی تھی کہ اس نے اتنی جگہ ہی نہیں چھوڑی تھی کہ عمران سیاہ کار سے اپنی کار کو بچا کر آگے نکال کر لے جاتا۔

عمران کی جگہ کوئی اور ہوتا تو یقینی طور پر بوکھلا گیا ہوتا۔ لیکن اس نے نہ صرف چشمِ زدن میں اعصاب پر قابو پا لیا بلکہ سیاہ کار کی وہاں موجودگی کو بھی چیک کر کے اس نے بروقت کار کو بریکیں لگا دی تھیں۔ سیاہ کار جس انداز میں اچانک حرکت کر کے بچ سڑک پر آئی تھی اس سے عمران کو اس بات کا اندازہ لگانے میں کوئی مشکل نہ ہوئی کہ سیاہ کار اسے روکنے کے لئے ہی آئی ہے۔

اس سے پہلے کہ عمران کچھ کرتا اسی لمحے سامنے موجود سیاہ کار کے سائیڈوں کے دروازے کھلے اور دو بدمعاش ٹائپ افراد اچھل کر باہر آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ مشین گنوں پر نظر پڑتے ہی عمران کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے فوراً سائیڈ کا دروازہ کھول لیا۔ ابھی اس نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ اچانک ان بدمعاشوں نے عمران کی کار کے سامنے کھڑے ہو کر مشین گنوں سے اس پر مسلسل فائرنگ کرنی شروع کر دی۔ ماحول یکلخت مشین گنوں کی تیز ترتراہٹوں کی آوازوں سے گونجنے لگا۔ مشین گنوں سے فائرنگ ہوتے دیکھ کر عمران فوراً نیچے جھک گیا۔ اس نے جھکے جھکے بیک گیر لگایا اور پھر اس نے سپیڈ پیڈل پر پاؤں دبا دیا۔ اس کی کار کو زور دار جھٹکا لگا اور تیزی سے پیچھے ہٹی۔ مشین

گنوں کی گولیاں تواتر سے اس کی کار کی باڈی پر برس رہی تھیں۔ عمران نے سر جھکا رکھا تھا اور کھلے ہوئے دروازے سے سر موڑ کر پیچھے کا راستہ دیکھتے ہوئے کار بیک کر رہا تھا لیکن ابھی اس نے تھوڑی سی ہی کار بیک کی ہوگی کہ اچانک اسے عقب سے بھی سیاہ رنگ کی ایک اور کار آتی دکھائی دی۔ سیاہ رنگ کی دوسری کار تیزی سے آئی تھی اور پھر عمران نے اس کار کو بھی عقب میں رکستے دیکھا۔ جیسے ہی سیاہ کار کی اس کی سائیڈوں کے عقبی دروازے کھلے اور دو نوجوان ہاتھوں میں مشین پستل لئے نکلے اور انہوں نے بیک آتی ہوئی عمران کی کار پر فائرنگ کرنی شروع کر دی۔ عمران چونکہ جھکا ہوا تھا اس لئے وہ ڈائریکٹ فائرنگ کی زد میں نہ آ رہا تھا لیکن اس کی کار کا فرنٹ اور بیک گولیوں سے چھلنی ہوتا جا رہا تھا اور اگر ایک بھی گولی اس کی کار کے فیول ٹینک کو لگ جاتی تو عمران کو اس کا انجام معلوم تھا۔

وہ دو اطراف سے گھرا ہوا تھا۔ اب عمران کے پاس کوئی راستہ نہ تھا۔ اس نے کار بیک کرتے ہوئے تیزی سے سائیڈ کی طرف موڑی اور پھر عمران نے کھلے ہوئے دروازے سے یکلخت سڑک کی سائیڈ پر چھلانگ لگا دی۔ اسے کار سے نکلنے ان دو افراد نے دیکھ لیا تھا جو کار کے عقب سے اس پر فائرنگ کر رہے تھے۔ انہوں نے مشین پستل کے رخ بدلے اور شدت کے ساتھ عمران پر فائرنگ کرنی شروع کر دی۔ عمران نے سڑک پر گرتے ہی الٹی فلا بازی

کھائی اور پھر جیسے ہی اس کے پیر زمین سے ٹکرائے۔ وہ پیروں پر زور دے کر کسی کھلتے ہوئے اسپرنگ کی طرح اچھلا اور جمناسٹک کا بہترین مظاہرہ کرتے ہوئے دوسری طرف پہنچ گیا۔ مسلح افراد نے بھی اسے دیکھ لیا تھا انہوں نے تیزی سے اس کی طرف دوڑتے ہوئے مشین گنوں سے فائرنگ کرنی شروع کر دی۔

عمران نے جمناسٹک کا مظاہرہ کرتے ہوئے لانگ جپ لگائی اور گولیاں اس کے قریب سے گزر کر سڑک سے ٹکرائیں۔ دونوں نقاب پوش اسے ٹھکانے لگانے کے لئے تیزی سے فائر کر رہے تھے اور عمران گولیوں سے بچنے کے لئے سنگ آرٹ کا شاندار مظاہرہ کر رہا تھا۔ اچھل کود کرتے ہوئے بھی عمران کا ذہن مسلسل کام کر رہا تھا۔ وہ وہاں سے بھاگ نکلنے کی بجائے ایک آدھ کو پلٹنے کی فکر میں تھا۔ اچانک ہی عمران کو عقب کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اُدھر سے بھی ایک شخص ریوالور لئے دوڑا چلا آ رہا تھا۔ عمران چونک پڑا۔ پھر سنگ آرٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے فٹ پاتھ کی طرف چھلانگ لگائی اور زگ زگ انداز میں سائیڈ میں موجود ایک گلی کی طرف دوڑ پڑا۔

مسلح افراد نے اسے روکنے کے لئے فائرنگ کی لیکن گولیاں عمران کے جسم کو چھو نہیں سکتی تھیں کیونکہ وہ گلی میں گھسنے میں کامیاب ہو گیا۔ مسلح افراد بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔ لیکن جب وہ گلی میں پہنچے تو عمران کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ وہ بوکھلا کر رک گئے۔ عمران

کی جیب میں ریوالور نہیں تھا۔ ورنہ وہ یوں میدان چھوڑ کر نہ بھاگتا۔ اگر بات ہاتھ پائی کی ہوتی تو وہ ان سب پر قابو پا لیتا لیکن مشین گنوں اور مشین پستل کا مقابلہ گھونسوں اور لاتوں سے نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اسے بھاگنا ہی پڑا۔

عمران اس علاقے کی عمارتوں سے بخوبی واقف تھا کیونکہ اس کا فلیٹ وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ گلی میں گھوم کر وہ ایک پتلی سی گلی نما راستے میں گھس گیا جو ایک عمارت کے درمیانی صحن تک پہنچتا تھا۔ وہاں سے وہ گھوم کر عمارت کے صدر دروازے پر پہنچ گیا۔ جو مین روڈ کی جانب کھلتا تھا۔ گیٹ پر بہت سے آدمی موجود تھے جو عمران کے ساتھ کھیلے جانے والے اس خونی کھیل کو دیکھ کر وہاں جمع ہو گئے تھے۔ عمران انہیں نظر انداز کرتا ہوا دوسری گلیوں میں گھستا چلا گیا اور پھر برق رفتاری سے اسی طرف دوڑتا چلا گیا جہاں اس کی کار موجود تھی۔ وہ جانتا تھا کہ مشین پستل اور مشین گن بردار اس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اس لئے ان کی توجہ اس کی کار کی طرف نہ ہوگی۔ ایک گلی میں پہنچ کر وہ رکا اور اس نے اس سڑک کی طرف جھانکا جہاں اس کی کار سڑک کے کنارے پر موجود تھی۔ دونوں سیاہ کاریں وہاں سے ہٹ چکی تھیں۔ وہ کاریں شاید مشین پستل اور مشین گن بردار کے پیچھے اس گلی میں چلی گئی تھیں جس میں عمران نے گھس کر اپنی جان بچائی تھی۔

عمران نے جب وہاں سیاہ کاریوں کو نہ دیکھا تو وہ جست لگا کر

فٹ پاتھ پر پہنچا اور سڑک پر آ کر تقریباً دوڑتا ہوا اپنی کار کی طرف آیا اور پھر وہ انتہائی تیزی سے اپنی کار کے کھلے ہوئے دروازے سے اندر گھس گیا۔ اس کی کار کا انجن بند ہو چکا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اکینشن میں چابی گھما کر کار کا انجن اشارٹ کیا ہی تھا کہ اچانک تڑتڑاہٹ ہوئی اور کئی گولیاں عمران کے سر کے عین اوپر سے گزرتی چلی گئیں۔

عمران نے چونک کر دیکھا تو اسی گلی سے اسے دو مسلح افراد بھاگ کر اس طرف آتے دکھائی دیئے جس سے وہ باہر آیا تھا۔ مسلح افراد نے اسے کار میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا اس لئے انہوں نے اسے دیکھتے ہی اس پر دوبارہ فائرنگ شروع کر دی تھی۔ عمران کار اشارٹ چکا تھا۔ اس کی کار گولیوں سے چھلنی ہو گئی تھی لیکن اس کا انجن ابھی سلامت تھا اس لئے عمران نے کار تیزی سے بیک کرنی شروع کر دی۔ عمران ریورس گیر لگا کر طوفانی انداز میں کار پیچھے ہٹاتا چلا گیا پھر اس نے اسی عالم میں یوٹرن لے کر رخ تبدیل کیا۔ ابھی کار پوری طرح رکی بھی نہیں تھی کہ اس نے گیر تبدیل کر کے ایکسلیر دبا دیا۔ کار کو زبردست جھٹکا لگا اور حرکت میں آ کر آگے بڑھنے لگی۔ سیاہ کاریں بھی گلیوں سے نکل کر سڑک پر آ گئی تھیں۔ پھر کاریں مسلح افراد کے قریب رکیں۔ دروازے کھلے اور دوسرے لمحے وہ سب کاروں میں بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھے ہو کر تیزی سے حرکت میں آ گئیں۔

دونوں کاریں نہایت تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے دونوں کاریں عمران کی کار کے قریب پہنچ گئیں۔ دوسرے لمحے ہی کاروں کی کھڑکیوں سے مسلح افراد نے لگاتار عمران کی کار پر فائرنگ کرنی شروع کر دی لیکن وہ کار کی باڈی میں چھید کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکی۔ کار تیزی سے دوڑتی ہوئی ایک موڑ پر گھوم گئی۔ اب اس نے فلیٹ پر جانے کی بجائے دانش منزل جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ جس رفتار سے کار دوڑ رہی تھی اس سے دگنی رفتار سے اس کا ذہن مصروف عمل تھا۔ اس بات کے امکانات تھے کہ مسلح افراد ایک مرتبہ پھر اسے گھیرنے کی کوشش کریں گے۔ وہ مختلف سڑکوں سے گزر کر آخر کار دانش منزل پہنچ گیا لیکن اس کا خیال غلط ثابت ہوا۔ مسلح افراد کا کہیں پتہ نہیں تھا۔

عمران نے کہا اور تیزی سے پیشل روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
سلیمان حیرت سے اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔

”ہوا کیا ہے صاحب کو۔ میں نے اس سے پہلے انہیں اس قدر الجھن میں نہیں دیکھا تھا“..... سلیمان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور دروازہ بند کر کے واپس کچن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پیشل روم میں آ کر عمران تیزی سے پیشل فون کی طرف بڑھا اور اس نے رسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور نمبر پریس کرنے لگا۔

”ایکسٹو“..... رابطہ ملتے ہی ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ آپ۔ پہنچ گئے فلیٹ پر“..... بلیک زیرو نے عمران کی

آواز سن کر اصل لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ تم یہ بتاؤ کہ کام ہو گیا“..... عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں لیکن آپ لیویا کے راستے نہیں چاڑ کے راستے سے

جائیں گے۔ چاڑ پہنچنے کے نصف گھنٹے بعد آپ کو ساڈان کے لئے

پرواز مل جائے گی“..... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

”ٹکٹ کہاں تک کے ہیں“..... عمران نے پوچھا۔

”براہ راست ساڈان تک کے۔ طیاروں کی تبدیلی کا کام

ٹریولنگ ایجنسی والے خود کریں گے“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”یہاں سے کس وقت جانا ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”دو بجے کی فلائٹ ہے“..... بلیک زیرو نے کہا۔ عمران نے

عمران نے دانش منزل سے دوسری کار نکالی اور اپنے تعاقب کا خیال رکھتے ہوئے اپنے فلیٹ پر پہنچ گیا۔ اس کا کہیں بھی تعاقب نہیں کیا گیا تھا۔ عمران فلیٹ کے دروازے پر پہنچا ہی تھا کہ اسی لمحے دروازے کھلا اور سلیمان باہر نکلا۔ وہ شاید کسی کام سے باہر جا رہا تھا۔ عمران کو دیکھ کر وہ وہیں ٹھٹھک گیا۔ عمران اسے تیزی سے دھکیلتا ہوا اندر آ گیا۔

”کیا ہوا۔ خیریت تو ہے صاحب“..... سلیمان نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔ عمران کے چہرے پر سنجیدگی، تفکرات اور غصے کے تاثرات دیکھ کر وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

”ٹائیگر آیا ہے“..... عمران نے الٹا اس سے پوچھا۔

”جی نہیں“..... سلیمان نے کہا۔

”وہ آنے والا ہے۔ اسے ڈرائنگ روم میں بٹھانا۔ میں پیشل روم میں جا رہا ہوں۔ میرے لئے چائے بنا کر وہیں لے آؤ“۔

گھڑی دیکھی۔ بارہ بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔

”رانا ہاؤس کال کر کے جوزف سے کہو کہ وہ بلٹ پروف آرمد کار لے کر میرے فلیٹ پر آجائے۔ وہ ہمیں ایئر پورٹ لے جائے گا۔“..... عمران نے کہا۔

”آرمد کار“..... بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

”پہلے بھی مجھ پر قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے اور اس بات کے قوی امکانات ہیں کہ ایئر پورٹ جاتے ہوئے دوبارہ اور انتہائی بھرپور حملہ ہوتا کہ مجھے ساڈان جانے سے روکا جاسکے۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ۔ ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”دوسری بات یہ کہ ایک کار کا نمبر نوٹ کرو۔ امکان تو یہی ہے کہ نمبر جعلی ہوگا پھر بھی احتیاطاً معلومات کر لینا شاید کوئی نتیجہ نکل آئے۔“..... عمران نے کہا اور پھر اس نے سیاہ کاروں میں سے ایک کار کا نمبر نوٹ کرا دیا۔

”جی بہتر۔“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”اس بات کا انتظام بھی کرو کہ دوبارہ حملے کی صورت میں حملہ آوروں کو گھیرا جاسکے۔“..... عمران نے کہا۔

”اوکے۔ میں سب انتظام کر لوں گا۔“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”یہ تو کہنے کی ضرورت نہیں کہ میری غیر موجودگی میں تمہیں کیا کرنا ہوگا۔“..... عمران نے پوچھا۔

”بالکل نہیں۔“..... بلیک زیرو نے جلدی سے جواب دیا۔

”اور ہاں۔ جوزف سے کہنا کہ وہ کار فرنٹ پر نہ لائے بلکہ میرے فلیٹ کی عقبی سڑک پر لائے۔ میں ٹائیگر کے ساتھ وہاں پہنچ جاؤں گا۔“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اور کوئی حکم۔“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”نہیں۔ تم نے کچھ پوچھنا ہے تو پوچھ لو۔ پھر شاید بات کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔“..... عمران نے کہا۔

”میرے پاس تو پوچھنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ کوئی ہدایات دینا چاہیں تو دوسری بات ہے۔“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”سر سلطان کے آفس کو چیک کرنا مجھ پر حملے سے محسوس ہوتا ہے کہ کسی کو اس بات کا علم ہے کہ سر سلطان نے مجھے بلایا ہے اور وہ لوگ میرا وہاں جانا پسند نہیں کرتے۔“..... عمران نے کہا۔

”جی بہتر۔ میں دیکھ لوں گا۔“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”بہت ہوشیاری سے کام کرنا۔ مجھے حالات کچھ زیادہ ہی خراب نظر آتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے خلاف کوئی لمبی سازش کی جا رہی ہے اس لئے میری غیر موجودگی میں حالات کنٹرول رکھنا تمہارا کام ہوگا۔“..... عمران نے کہا۔

”آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں جناب۔“..... بلیک زیرو نے سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس وقت میں اپنے موڈ میں نہیں ہوں ورنہ لفظ بھروسہ پر شاعرانہ مقولہ سنا دیتا۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مقولہ نہ سنانے پر شکر گزار ہوں“..... بلیک زیرو نے کہا۔
 ”اچھا بس۔ کہیں وہ شیطان کا شاگرد نہ آ گیا ہو“..... عمران نے کہا۔

”کون“..... بلیک زیرو نے پوچھا۔
 ”میرا ایک ہی شاگرد ہے“..... عمران نے کہا۔
 ”مائیکر۔ تب تو آپ نے ٹھیک ہی کہا وہ آپ کا ہی شاگرد ہے“..... بلیک زیرو نے ہنس کر کہا۔ اس کے جواب پر عمران بھی مسکرا دیا۔

”ٹھیک بارہ پینتالیس پر کار میرے فلیٹ کے نیچے ہونی چاہئے“..... عمران نے کہا۔

”یقیناً ہوگی“..... بلیک زیرو نے کہا۔
 ”بی فائیو ٹرانسمیٹر میرے پاس ہوگا۔ ضرورت پڑنے پر بات کر لیا کروں گا“..... عمران نے کہا۔

”جی بہتر“..... بلیک زیرو نے کہا۔
 ”اوکے۔ اللہ حافظ“..... عمران نے کہا۔

”اللہ حافظ جناب“..... بلیک زیرو نے کہا۔ عمران نے رسیور کریڈل پر رکھا اور پھر وہ چند لمحے کھوپڑی سہلاتا رہا پھر وہاں سے ٹرانسمیٹر لے کر ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ ابھی اس نے ٹرانسمیٹر ٹیبل پر رکھا ہی تھا کہ سلیمان چائے کا کپ اٹھا کر اندر آ گیا۔
 ”میں چند روز کے لئے باہر جا رہا ہوں“..... عمران نے چائے

کا کپ سلیمان سے لیتے ہوئے کہا۔
 ”خدا کے لئے اپنی جان کا بھی کچھ خیال کیا کریں صاحب۔ جب دیکھو بھاگتے دوڑتے ہی نظر آتے ہیں“..... سلیمان نے مشفقانہ لہجے میں کہا۔

”اپنی قسمت میں دھکے کھانے لکھ دیئے گئے ہیں پیارے۔ میں جتنا بھی ریسٹ کرنے کی کوشش کرتا ہوں کوئی نہ کوئی کام نکل آتا ہے اور میرے جوتے گھسے جانے کے لئے بے تاب ہو جاتے ہیں۔ شکر کرو کہ میرے جوتے گھسنے کے لئے تیار ہوتے ہیں اگر یہ تمہارے سر پر پڑنے کے لئے تیار ہو جائیں تو تمہارا کیا ہو گا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا ہونا ہے۔ میں گنجا ہو جاؤں گا اور کیا“..... سلیمان نے عمران کا موڈ دیکھ کر جواباً مسکراتے ہوئے کہا تو عمران بھی ہنس پڑا۔ اس سے پہلے کہ ان میں مزید کوئی بات ہوتی اسی لمحے کال بیل بج اٹھی۔

”مائیکر ہو تو ادھر بھیج دینا۔ تمہارا کوئی قرض خواہ ہو تو اس سے تم خود نیٹ لینا اور اگر کوئی مجھ سے قرض وصولی کے لئے آیا ہو تو اسے دروازے سے ہی چلتا کر دینا۔ کہنا کہ صاحب دلہن تلاش کرنے افریقہ کے گھنے جنگلوں میں گئے ہوئے ہیں“..... عمران نے اونچی آواز میں کہا تو سلیمان سر ہلاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد سلیمان مائیکر کے ہمراہ اندر آ گیا۔ مائیکر

نے عمران کو سلام کیا۔ اس کے کاندھے پر ایک سفری بیگ تھا۔ اس نے ہلکا پھلکا میک اپ کر رکھا تھا۔ سلیمان شاید اسے نہ پہچانتا لیکن ٹائیگر نے فوراً ہی اسے بتا دیا تھا کہ وہ ٹائیگر ہے اس لئے سلیمان اسے اندر لے آیا تھا۔

”خیریت باس۔ آپ نے مجھے اتنی غفلت میں بلایا ہے۔ کیا کہیں جانے کا ارادہ ہے؟“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں۔ ہم ساڈان جا رہے ہیں“..... عمران نے جواب دیا۔

”ساڈان“..... ٹائیگر نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ میں اب اکیلا رہ رہ کر تھک گیا ہوں اور اب تو سلیمان نے بھی مجھے ادھار کا کھانا بلکہ چائے تک پلانا چھوڑ دی ہے۔ اس لئے میں نے سوچا ہے کہ میں تمہیں لے کر ورلڈ ٹور پر چلا جاؤں اور دنیا کے کسی حصے سے اپنی دلہن تلاش کر لاؤں جو میرے انتظار میں سوکھ سوکھ کر دہلی ہوئی جا رہی ہے۔ مسئلہ صرف اتنا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ میری دلہن دنیا کے کس کونے میں ہے۔ اس لئے میں نے اسے تلاش کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے اور اسے تلاش کرنے کا آغاز میں ساڈان سے کرنا چاہتا ہوں“..... عمران کی زبان چل پڑی تو ٹائیگر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ عمران کے بولنے کے انداز سے وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران فی الوقت اسے یہ نہیں بتانا چاہتا کہ وہ اسے لے کر ساڈان کس مقصد کے لئے جا رہا ہے۔ ویسے بھی وہ حکم کا غلام تھا اس لئے وہ بھلا عمران سے کیا پوچھ سکتا

تھا۔ عمران اپنی تیاری میں لگا ہوا تھا۔ وہ سفری بیگ میں ضروری سامان رکھ رہا تھا۔

ٹائیگر خاموشی سے اسے تیاری کرتا دیکھتا رہا۔ اس دوران سلیمان کمرے میں داخل ہوا اور خاموشی سے ٹائیگر کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھما کر واپس چلا گیا۔ سامان پیک کرنے کے ساتھ عمران کا ذہن مسلسل سوچ رہا تھا۔ ٹائیگر کو کم از کم اتنا تجربہ تو ہو ہی گیا تھا کہ وہ عمران کے چہرے پر پھیلے ہوئے تاثرات دیکھ کر اس بات کا اندازہ لگا لیتا کہ عمران شدید ترین الجھن کا شکار ہے۔ ابھی اس نے چائے ختم نہیں کی تھی کہ عمران نے سامان پیک کر لیا۔ جب وہ ٹائیگر کی طرف متوجہ ہوا تو اس کا چہرہ پرسکون ہو چکا تھا۔

”آپ کے چہرے کے تاثرات بتا رہے ہیں کہ آپ کچھ پریشان ہیں“..... ٹائیگر سے رہا نہ گیا تو آخر کار وہ عمران سے پوچھ ہی بیٹھا۔

”کچھ نہیں۔ میں بہت پریشان ہوں“..... عمران نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا کوئی خاص مسئلہ ہے؟“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں۔ بتایا تو ہے دلہن کی تلاش کا مسئلہ ہے اور مجھے پریشانی اس بات کی ہے کہ پوری دنیا میں تلاش کے بعد دلہن مل گئی اور دہلی پتلی اور انتہائی سیاہ فام ہوئی تو میں کیا کروں گا“..... عمران نے کہا تو ٹائیگر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔

”کیا ہم واقعی ساڈان جا رہے ہیں“..... ٹائیگر نے پوچھا۔

”نہیں۔ تمہیں کس نے کہا“..... عمران نے جواب دیا۔

”ابھی آپ نے ہی کہا تھا“..... ٹائیگر نے کہا۔

”منہ سے نکل گیا ہوگا۔ ورنہ ساڈان میں کیا رکھا ہے۔ دنیا میں

حسن نام کی کوئی چیز ہے تو وہ مصر میں پائی جاتی ہے یا پھر یورپی

ممالک میں“..... عمران نے کہا۔

”تو کیا ہم یورپ کے کسی ملک یا مصر جا رہے ہیں“۔ ٹائیگر

نے کہا۔

”میں نے یہ بھی نہیں کہا کہ ہم کسی یورپی ملک یا مصر جا رہے

ہیں“..... عمران نے کہا۔

”تب پھر میرا خیال ہے کہ مجھے واقعی آپ سے کچھ نہیں پوچھنا

چاہئے۔ آپ جہاں جائیں گے میں آپ کے ساتھ چل پڑوں

گا“..... ٹائیگر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”چاہے میں جہنم کا راستہ ہی کیوں نہ اختیار کر لوں“..... عمران

نے کہا۔

”جی ہاں۔ میں تب بھی آپ کے ساتھ ہی رہوں گا“۔ ٹائیگر

نے جواب دیا۔

”اتنی جلدی ہتھیار ڈال دیئے“..... عمران نے کہا۔

”آپ کا شاگرد ہوں۔ آپ کے سامنے ہتھیار نہ ڈالوں یہ کیسے

ممکن ہے“..... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اچھا تو پھر ذرا کھڑے ہو کر دکھاؤ“..... عمران نے کہا۔

”جی بہتر“..... ٹائیگر نے کہا اور فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”بڑے سعادت مند بچے ہو۔ اب مجھے اپنا پاسپورٹ دے دو

پھر دل چاہے تو بیٹھ جانا“..... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے کوٹ کی

اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا پاسپورٹ نکالا اور عمران کی

طرف بڑھا دیا۔ عمران نے اس سے پاسپورٹ لے کر کوٹ کی

اندرونی جیب میں ڈالا اور پھر وہ اپنی ریٹ وائچ دیکھنے لگا۔

”میں نے رانا ہاؤس سے جوزف کے ذریعے آرڈر کار منگوائی

تھی۔ وہ کار لے کر آنے ہی والا ہوگا“..... عمران نے کہا تو ٹائیگر

نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”آرڈر کار آپ نے کسی خطرے کے پیش نظر منگوائی ہے۔“

ٹائیگر نے پوچھا۔

”ہاں“..... عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے ٹائیگر کو ساری

صورتحال سے آگاہ کرنا شروع کر دیا۔ اس نے ٹائیگر کو سر سلطان

سے ہونے والی ملاقات اور سر ابراہیم کے اغوا کی ساری باتیں بتا

دیں۔ اس کے علاوہ اس نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ جب وہ واپس

فلیٹ کی طرف آ رہا تھا تو اس پر کس طرح حملہ کیا گیا تھا اور اب

اس کا خیال تھا کہ جب وہ فلیٹ سے نکلیں گے تب دوبارہ ان پر

حملہ کیا جا سکتا ہے اور وہ یہاں کسی بھی الجھن میں پڑے بغیر جلد

سے جلد ساڈان پہنچنا چاہتا ہے۔

”تو کیا آپ پر حملہ کرنے والوں کا تعلق انہی افراد سے ہے جنہوں نے ساڈان میں سربراہیم کو اغوا کیا ہے“..... ٹائیگر نے ساری باتیں سن کر کہا۔

”ظاہر ہے۔ ان کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ وہ سیکرٹریٹ سے ہی میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ میں گہرے خیالات میں کھویا ہوا تھا اس لئے ان پر توجہ نہ دے سکا تھا“..... عمران نے کہا۔

”تب تو ہمیں ان میں سے کسی ایک کو پکڑنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ ساڈان جانے سے پہلے ہی ہمیں اس بات کا پتہ چل جائے کہ حملہ آور کون ہیں اور ان کا آپ پر حملہ کرنے کا مقصد کیا ہے۔“ ٹائیگر نے پوچھا۔

”ان کا تعلق مقامی کرمٹلز سے ہو سکتا ہے۔ اغوا کاروں نے انہیں ہائر کر کے میرے پیچھے لگایا ہو گا۔ اگر ہم ان کے چکروں میں الجھ گئے تو پھر ہمارے لئے ساڈان پہنچنا مشکل ہو جائے گا۔“ عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”یہ بھی تو ممکن ہے کہ ان کرمٹلز کا تعلق بلیک اسپارک تنظیم سے ہی ہو“..... ٹائیگر نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں ہو سکتا ہے لیکن تم بلیک اسپارک تنظیم کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اس تنظیم کے ارکان انتہائی تربیت یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ جنونی بھی ہوتے ہیں۔ اپنے کاز کے لئے یہ اپنی جانیں بھی قربان کر دیتے ہیں اور اگر یہ اپنے مقصد میں ناکام ہو جائیں یا

کسی مشکل میں پھنس جائیں تو پھر یہ کسی فورس کے ہاتھ آنے کی بجائے موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک بلیک اسپارک تنظیم کا کوئی ایک کارکن بھی دنیا کی کسی ایجنسی کے ہاتھ نہیں آ سکا ہے۔ ہم نے اگر انہیں پکڑنے کی کوشش کی تو وہ شاید ہمارے قابو آ جائیں لیکن ہمیں کچھ بتانے کی بجائے وہ خودکشی کر لیں گے اور کسی بھی صورت میں اپنی زبان نہیں کھولیں گے۔ اس لئے انہیں گھیرنے کے چکر میں یہاں رک کر سوائے وقت ضائع کرنے کے اور کچھ بھی نہیں ملے گا“..... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”تم نے اپنا مخصوص اسلحہ لے لیا ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں“..... ٹائیگر نے کہا۔

”دوسرے کمرے میں میری رائیٹنگ ٹیبل ہے۔ اس ٹیبل کی دراز میں سائیلنسر لگا ہوا ایک ریوالور پڑا ہوا ہے۔ وہ بھی رکھ لو۔“ عمران نے کہا۔

”کیا راستے میں اس کی ضرورت پڑنے کا امکان ہے۔“ ٹائیگر حیرت سے پوچھا۔

”کچھ نہیں کہا جاسکتا کس کس بات کے امکانات ہو سکتے ہیں۔ احتیاطاً رکھ لو۔ ایئر پورٹ پہنچ کر ریوالور جوزف کو دے دیں گے“..... عمران نے کہا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد سلیمان نے آ کر اطلاع دی کہ جوزف آرٹڈ

کار لے آیا ہے۔ عمران نے بھی ہلکا پھلکا میک اپ کر لیا تھا۔ اس نے ٹائیگر کو ساتھ لیا اور پھر وہ دونوں فلیٹ سے نکلتے چلے گئے۔ باہر نکلتے ہوئے انہوں نے احتیاط سے کام لیا تھا۔ مین ڈور سے باہر جانے کی بجائے عمران اسے عقبی دروازے سے لے کر باہر نکلا اور پھر وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گئے۔

عمران کے چہرے پر ہنوز سنجیدگی دیکھ کر ٹائیگر کو اس بات کا اندازہ ہو رہا تھا کہ معاملہ کچھ زیادہ ہی خطرناک ہے۔ ورنہ عمران اس قدر سنجیدہ نظر نہ آتا۔ وہ دونوں فلیٹ کی عقبی سڑک پر آئے جہاں ایک سیاہ رنگ کی نئی اور جدید کار کھڑی تھی۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر جوزف بیٹھا ہوا تھا۔ عمران رکے بغیر اس کار کی طرف بڑھتے چلا گیا۔ اس نے جوزف کو مخصوص انداز میں اشارہ کیا تو جوزف نے اسے فوراً پہچان لیا اور اس نے سائیڈ سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ عمران کار میں بیٹھا تو ٹائیگر بھی تیزی سے کار کے پاس آیا اور کار کا عقبی دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ جیسے ہی ٹائیگر نے کار کا دروازہ بند کیا جوزف فوراً کار حرکت میں لے آیا۔ چند ہی لمحوں میں کار انتہائی تیز رفتاری سے ایئر پورٹ کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔

راڈگر کے چہرے پر شدید غصے اور پریشانی کے تاثرات تھے۔ چیف نے اسے کال کر کے بتایا تھا کہ اس نے ڈیٹھ سیکشن کے ایک گروپ کو ان کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔ ڈیٹھ سیکشن عمران کی کار کو آگے سے گھیرنے کی کوشش کرے گا اور انہیں پیچھے سے جا کر عمران کو کور کرنا ہے۔

چیف نے راڈگر کو ہدایات دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ عمران کو دیکھتے ہی گولی مار دیں۔ راڈگر کے کہنے پر ڈرائیور نے کار کی رفتار بڑھا دی تھی اور پھر جیسے ہی اس نے کار کنگ روڈ کی طرف موڑی انہیں ایک سیاہ کار دکھائی دی جس نے آگے سڑک کو بلاک کر رکھا تھا اور عمران کی کار تیزی سے رپورس ہوتی ہوئی آ رہی تھی۔ سیاہ کار کے پاس دو مسلح افراد کھڑے تھے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں اور وہ مسلسل عمران کی کار پر فائرنگ کر رہے تھے جبکہ عمران ڈرائیونگ سیٹ پر جھکا ہوا تھا۔ اس کی ہدایات پر ڈرائیور

نے بھی کار سڑک پر ترجیحی کر کے روک دی اور اس نے پیچھے بیٹھے ہوئے ساتھیوں کو اشارہ کیا تو وہ دونوں فوراً دروازہ کھول کر کار سے باہر نکل گئے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں مشین پستل تھے۔ کار سے باہر نکلتے ہی ان دونوں نے بھی ریورس ہوتی ہوئی عمران کی کار پر فائرنگ کرنی شروع کر دی۔ لیکن یہ دیکھ کر راڈگر نے بے اختیار ہونٹ بھیج لئے کہ عمران نے ریورس ہوتی ہوئی کار کے کھلے ہوئے دروازے سے اچانک باہر چھلانگ لگا دی تھی۔

عمران کو کار سے باہر نکلتے دیکھ کر اس کے ساتھی اور سامنے کھڑی کار سے مسلح افراد نے عمران پر مشین گنوں سے تیز فائرنگ کرنی شروع کر دی تھی لیکن عمران کے جسم میں جیسے سپرنگ فٹ تھے یا پھر جیسے اس کا جسم ربڑ کا بنا ہوا تھا وہ گولیوں سے بچنے کے لئے انتہائی عجیب و غریب انداز میں اچھل کود کر رہا تھا۔ مشین گنوں اور مشین پستلوں کی گولیاں اس کے ارد گرد سے گزر رہی تھیں۔ انتہائی کوشش کے باوجود مسلح افراد اور اس کے ساتھی عمران کو ابھی تک ایک بھی گولی نہ مار سکے تھے اور پھر اچانک راڈگر نے عمران کو ایک لمبی چھلانگ لگا کر ایک گلی کی طرف جاتے دیکھا۔

”وہ بھاگ رہا ہے۔ اس کے پیچھے جاؤ اور اسے ہلاک کر دو۔“ راڈگر نے کھڑکی سے سر نکال کر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر چیختے ہوئے کہا تو اس کے ساتھی مشین پستل لے کر تیزی سے عمران کی طرف دوڑ پڑے۔ مسلح افراد بھی مشین گنوں سے فائرنگ

کرتے ہوئے عمران کے پیچھے دوڑ پڑے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے عمران گلی میں جا کر غائب ہو گیا۔ اسی لمحے دوسری سیاہ کار حرکت میں آئی اور گھوم کر تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی اسی گلی میں داخل ہو گئی جس میں عمران اور ان کے ساتھی گئے تھے۔

”تم بھی چلو۔ جلدی“..... راڈگر نے اپنے ساتھی ڈرائیور سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا تو اس کے ساتھی نے اثبات میں سر ہلایا اور کار گھما کر اس گلی میں لیتا چلا گیا جس میں عمران اور اس کے ساتھی گئے تھے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اسے معلوم ہو گیا کہ اس کے ساتھی عمران کو تلاش کرنے میں ناکام رہے ہیں وہ انہیں ڈانج دے کر وہاں سے نکل گیا تھا۔ راڈگر نے ڈرائیور کو کار واپس اسی سڑک پر لے جانے کا حکم دیا جہاں اس نے عمران کی کار کو گھیرا تھا۔ جیسے ہی وہ کار لے کر اس سڑک پر آیا اس نے عمران کی گولیوں سے چھلنی کار کو حرکت کرتے دیکھا۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر عمران موجود تھا۔ وہ نہایت چالاک کی مظاہرہ کرتا ہوا واپس اس سڑک پر آ گیا تھا اور اب کار لے کر وہاں سے نکل رہا تھا۔ راڈگر نے اپنے مسلح ساتھیوں کو واپس کار میں بٹھایا اور پھر اس کے کہنے پر ڈرائیور نے عمران کی کار کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ مسلح افراد نے کار کی کھڑکیوں سے مشین گنیں باہر نکال لی تھیں اور وہ مسلسل عمران کی کار پر فائرنگ کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر راڈگر نے عقبی

سیٹوں پر بیٹھے اپنے ساتھیوں کو بھی عمران کی کار پر فائرنگ کرنے کا حکم دے دیا۔

عمران کی کار طوفانی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ راڈگر اور اس کے پیچھے آنے والی سیاہ کار مسلسل عمران کی کار کے پیچھے آ رہی تھیں۔ عمران نے کار مختلف گلیوں اور سڑکوں پر موڑنی شروع کر دی۔ ڈرائیور ہر ممکن کوشش کر رہا تھا کہ وہ عمران کی کار نظروں سے نہ اوجھل ہونے دے لیکن یہ دیکھ کر راڈگر کا غصہ بڑھ گیا کہ عمران کی کار دو تین گلیوں میں مڑ کر نجانے کہاں غائب ہو گئی تھی۔ وہ اور اس کے پیچھے آنے والی سیاہ کار میں سوار افراد عمران کی کار کو تلاش ہی کرتے رہ گئے اور عمران نجانے کہاں نکل گیا۔ عمران کی کار کو غائب ہوتے دیکھ کر راڈگر کا چہرہ غصے کی شدت سے بگڑ گیا تھا۔ دونوں کاریں ہر طرف عمران کی کار کو تلاش کرتی پھر رہی تھیں لیکن عمران کی کار یوں غائب ہو گئی تھی جیسے یا تو وہ زمین میں سما گئی ہو یا پھر اسے آسمان نے اٹھا لیا ہو۔

”ہو سکتا ہے باس کہ وہ کار لے کر اپنے فلیٹ کی طرف چلا گیا ہو“..... پیچھے بیٹھے ہوئے ایک مسلح آدمی نے راڈگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہو سکتا ہے۔ چلو۔ اس کے فلیٹ کی طرف چلو“۔ راڈگر نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا تو ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلایا اور کار کو مختلف گلیوں اور سڑکوں پر موڑتا ہوا کنگ روڈ کی طرف لے

آیا۔ دوسری کار بھی ان کے پیچھے آ رہی تھی۔
”عمران کے فلیٹ کی کون نگرانی کر رہا ہے“..... راڈگر نے

پیچھے بیٹھے ہوئے افراد سے پوچھا۔
”راڈنی ہے باس“..... ایک شخص نے جواب دیا۔
”اس کا رابطہ نمبر ہے تمہارے پاس“..... راڈگر نے پوچھا۔
”لیس باس۔ اس کا سیل فون نمبر ہے میرے پاس“..... اس آدمی نے جواب دیا۔

”اس سے رابطہ کرو اور اس سے پوچھو کہ کیا عمران فلیٹ کی طرف آیا ہے یا نہیں“..... راڈگر نے کہا۔
”لیس باس“..... اس شخص نے کہا اور پھر اس نے جیب سے سیل فون نکالا اور نمبر پریس کرنے لگا۔ نمبر پریس کرنے کے بعد اس نے کالنگ بٹن پریس کیا اور سیل فون کان سے لگا لیا۔
”لیس۔ راڈنی بول رہا ہوں“..... رابطہ ملتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”رابرٹ بول رہا ہوں“..... اس آدمی نے تیز لہجے میں کہا۔
”لیس رابرٹ۔ کیوں کال کیا ہے“..... راڈنی کی آواز سنائی دی۔

”کیا تم اب بھی عمران کے فلیٹ کی نگرانی کر رہے ہو“..... اس آدمی نے کہا جس نے اپنا نام رابرٹ کہا تھا۔
”ہاں۔ میں عمران کے فلیٹ سے کچھ ہی دور موجود ہوں۔

”کیوں“..... راڈنی نے پوچھا۔

”کیا تم نے عمران کی کار اس طرف آتے دیکھی ہے“۔ رابرٹ

نے پوچھا۔

”نہیں۔ مگر عمران ایک نئی کار میں چند لمحے پہلے آیا ہے۔ اور

اب وہ اپنے فلیٹ میں گیا ہے“..... راڈنی نے جواب دیا۔

”اوہ۔ ایک منٹ“..... رابرٹ نے کہا اور پھر اس نے سیل

فون کان سے ہٹا لیا۔

”کیا ہوا“..... راڈگر نے پوچھا۔

”راڈنی کہہ رہا ہے کہ عمران فلیٹ میں پہنچ گیا ہے“..... رابرٹ

نے جواب دیا تو راڈگر نے بے اختیار ہونٹ بھیجنے لے۔

”ٹھیک ہے۔ اس سے کہو کہ وہ مسلسل عمران کے فلیٹ پر نظر

رکھے۔ ہم پہنچ رہے ہیں“..... راڈگر نے کہا تو رابرٹ نے اثبات

میں سر ہلا کر راڈگر کے احکامات کے بارے میں راڈنی کو بتانا

شروع کر دیا۔ کچھ ہی دیر میں ان کی کار عمران کے فلیٹ کی بلڈنگ

کے قریب پہنچ گئی۔ راڈگر کے کہنے پر ڈرائیور نے کار سڑک کے

دوسرے کنارے پر روکی تھی جہاں سے وہ دوسرے فلور پر موجود

عمران کے فلیٹ نمبر دو سو کے دروازے کو آسانی سے دیکھ سکتے

تھے۔

”راڈنی سے کہو کہ وہ یہاں آئے“..... راڈگر نے کہا تو رابرٹ

ایک بار پھر راڈنی کو کال کرنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک نوجوان

تیز تیز چلتا ہوا ان کی کار کی طرف بڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ راڈگر نے

اپنی سائیڈ کی کھڑکی کا شیشہ نیچے کر لیا۔ مسلح افراد کی کار بھی ان

کے پیچھے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ آنے والا نوجوان اسی طرف آ گیا

تھا جس سمت میں راڈگر کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے راڈگر کو

مخصوص انداز میں سلام کیا۔

”کیا عمران ابھی تک فلیٹ میں ہی ہے“..... راڈگر نے اس

کے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

”لیس باس“..... راڈنی نے اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا۔

”اور کون ہے اس کے فلیٹ میں“..... راڈگر نے پوچھا۔

”اس کا ملازم باورچی ہے جس کا نام سلیمان ہے۔ وہ بھی اس

کے ساتھ فلیٹ میں موجود ہے“..... راڈنی نے جواب دیا۔

”کیا ہم ڈائریکٹ اس کے فلیٹ میں جا کر اس پر حملہ کر سکتے

ہیں“..... راڈگر نے پوچھا۔

”اوہ نو باس۔ اگر ہم نے اس کے فلیٹ میں جا کر اس پر

ڈائریکٹ حملہ کرنے کی کوشش کی تو وہ فلیٹ کے عقبی یا پھر کسی خفیہ

راستے سے نکل جائے گا“..... راڈنی نے جواب دیا۔

”چیف نے ہمیں اس کی فوری ہلاکت کے احکامات دیئے ہیں۔

ہمارے پیچھے سیاہ کار میں ڈیجھ اسکوآرڈ موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں

کہ ڈیجھ اسکوآرڈ کی بجائے عمران کو میں اپنے ہاتھوں سے ہلاک

کروں۔ ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے کیا اس سلسلے میں تم میری کوئی مدد

کر سکتے ہو“..... راڈگر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا تو راڈنی چونک کر عقب میں موجود سیاہ کار کی طرف دیکھنے لگا۔

”یہ تو والٹر کی کال ہے“..... راڈنی نے کہا۔

”والٹر۔ کون والٹر“..... راڈگر نے چونک کر کہا۔

”والٹر کلب کا جنرل منیجر اور مالک۔ اس کا مطلب ہے کہ میرا اندازہ ٹھیک تھا کہ یہاں بلیک اسپارک کے ڈیڑھ اسکوارڈ کا چیف والٹر ہی ہے“..... راڈنی نے کہا۔

”کیا تم اسے جانتے ہو“..... راڈگر نے پوچھا۔

”لیں باس۔ وہ میرا اچھا دوست ہے اور یہاں ہم نے کئی کام مل کر کئے ہیں“..... راڈنی نے جواب دیا۔

”تو پھر جاؤ اور اس سے بات کرو اور کسی طرح سے اسے یہاں سے چلتا کرنے کی کوشش کرو تاکہ یہ عمران کو ٹارگٹ نہ کر سکے۔

اس کی جگہ ہم خود ہی عمران کو ٹارگٹ کریں گے“..... راڈگر نے کہا۔

”اگر اسے اوپر سے احکامات ملے ہیں تو پھر یہ میری بات نہیں مانے گا باس۔ مجھے اسے یہاں سے ہٹانے کے لئے کچھ اور ہی کرنا پڑے گا“..... راڈنی نے کہا۔

”کچھ اور۔ کچھ اور کیا“..... راڈگر نے چونک کر کہا۔

”میرے پاس ایل سی ایل بم ہیں جو میگنٹ بم ہیں۔ میں خاموشی سے والٹر کی کار کے عقب میں جا کر اس کی کار کے نیچے

بمپر پر یہ بم لگا دیتا ہوں۔ اس کی کار مخصوص ساخت کی ہے۔ جیسے ہی بم لگے گا اسے کار میں موجود ایک سپیشل ڈیوائس سے بم کی موجودگی کا پتہ چل جائے گا اور وہ کار کو تباہی سے بچانے کے لئے فوری طور پر کار کے جیمز آن کر دے گا۔ جیسے ہی وہ جیمز آن کرے گا اس کی کار اندر اور باہر سے بند ہو جائے گی۔ وہ کار لے کر فوراً اپنے کلب چلا جائے گا تاکہ اپنی کار کے نیچے لگا ہوا بم ڈی فیوز کرا سکے۔ وہ اس وقت تک اپنی کار کے جیمز آف نہیں کرے گا جب تک کہ اس کی کار کے نیچے لگا ہوا بم ڈی فیوز نہ ہو جائے۔ اس بم کی وجہ سے وہ چیف کے دیئے ہوئے احکامات بھی بھول جائے گا اور ہر صورت میں اپنی جان بچانے کی کوشش کرے گا“..... راڈنی نے کہا۔

”گڈ شو۔ یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ لیکن اگر اس نے تمہیں کار کے نیچے بم لگاتے ہوئے دیکھ لیا تو“..... راڈگر نے کہا۔

”میں اس وقت میک اپ میں ہوں باس اور جب میں چکر کاٹ کر اس کی کار کے عقب میں جاؤں گا تو اس سے پہلے میں اپنے میک اپ میں تھوڑی سی تبدیلی مزید کر لوں گا۔ بم فکسڈ ہوتے ہی وہ کار کے جیمز آن کر لے گا۔ اس معاملے میں وہ بے حد شکی ہے۔ مجھے بم لگاتے دیکھ کر بھی وہ میرے خلاف فوری کارروائی کرنے کی بجائے اپنی جان بچانے کی کوشش کرے گا“..... راڈنی نے کہا۔

”ویل ڈن۔ تو جاؤ اور جلد سے جلد اسے اور اس کے ساتھیوں کو یہاں سے چلتا کرو۔ اس کے جانے کے بعد ہی ہم عمران کے خلاف کارروائی کریں گے“..... راڈگر نے کہا۔

”یس باس“..... راڈنی نے کہا اور پھر وہ کار کی کھڑکی سے ہٹا اور مڑ کر تیز تیز چلتا ہوا اسی طرف بڑھتا چلا گیا جس طرف سے وہ آیا تھا۔ راڈگر نے سیاہ کار پر توجہ دینے کی بجائے اپنی توجہ کا مرکز عمران کے فلیٹ کو بنایا ہوا تھا اور وہ انتہائی بے چین نظروں سے عمران کے فلیٹ کے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ دل میں دعائیں مانگ رہا تھا کہ والٹر کی کار ہٹنے سے پہلے عمران فلیٹ سے باہر نہ آجائے۔ اگر وہ فلیٹ سے باہر آ جاتا تو والٹر اور اس کے ساتھی فوراً کار سے نکل کر اس پر فائرنگ شروع کر دیتے۔ والٹر اور اس کے ساتھی ابھی کار کے اندر ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی کار کے باہر موجود ہوتا تو راڈنی ان کی کار کے بمپر پر بم نہ لگا سکتا تھا۔

”یہ راڈنی کہاں غائب ہو گیا ہے۔ آیا کیوں نہیں۔ اب تک۔“ راڈگر نے غصیلے لہجے میں کہا۔ وہ بار بار کلائی پر موجود ریٹ وایج دیکھ رہا تھا۔ راڈنی کو گئے دس منٹ سے زیادہ ہو چکے تھے۔ لیکن وہ ابھی تک والٹر کی کار کے بمپر پر بم لگا کر واپس نہیں آیا تھا۔ والٹر کی کار ایک گلی کے آغاز میں کھڑی تھی اور چونکہ کار کے شیشے کھڑے تھے اس لئے راڈگر یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ کار میں کتنے افراد موجود

ہیں۔

”باس۔ جب تک راڈنی، والٹر کی کار کے نیچے بم لگاتا ہے تب تک اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم عمران کے فلیٹ کے اندر جا کر اس کے خلاف کارروائی کریں“..... پیچھے بیٹھے ہوئے رابرٹ نے راڈگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں۔ جب تک والٹر کی کار یہاں سے ہٹ نہیں جاتی ہم میں سے کوئی کار سے باہر نہیں نکلے گا۔ اگر ہم کار سے باہر نکلے تو وہ بھی کار سے باہر آ سکتے ہیں۔ جس طرح ہم کار میں بیٹھ کر عمران کا انتظار کر رہے ہیں اسی طرح والٹر اور اس کے ساتھی بھی کار میں ہی عمران کے منتظر ہیں تاکہ جیسے ہی وہ فلیٹ سے باہر نکلے وہ اسے ٹارگٹ کر سکیں“..... راڈگر نے کہا۔

”یس باس“..... رابرٹ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور خاموش ہو گیا۔ اس نے اور اس کے ساتھی نے مشین پستلوں کے میگزین بدل لئے تھے اور مشین پستلوں بدستور ان کے ہاتھوں میں موجود تھے۔

”باس۔ ایک آدمی والٹر کی کار کے پیچھے آیا ہے“..... ڈرائیور نے راڈگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ بیک ویو مرر سے مسلسل پیچھے موجود سیاہ کار پر نظر رکھ رہا تھا۔ اس کی بات سن کر راڈگر کی نظریں بھی بیک ویو مرر پر جم گئیں۔

”یہ راڈنی ہی ہے۔ اس نے میک اپ بدل لیا ہے لیکن اس

کے جسم پر وہی لباس ہے“..... راڈگر نے کہا۔
 ”یس باس“..... ڈرائیور نے جواب دیا۔ انہوں نے راڈنی کو انتہائی احتیاط کے ساتھ سیاہ کار کی طرف بڑھتے دیکھا تھا اور پھر اچانک راڈنی کار کے عقب میں چھپ گیا۔
 ”گڈ شو۔ لگتا ہے اسے کار کے نیچے بم لگانے کا موقع مل گیا ہے“..... راڈگر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”یس باس“..... ڈرائیور نے جواب دیا۔ چند ہی لمحوں بعد اچانک انہوں نے راڈنی کو کار کے پیچھے سے نکل کر تیزی سے ایک طرف بھاگتے دیکھا۔
 ”کام ہو گیا“..... راڈگر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے انہوں نے سیاہ کار کا رنگ بدلتے دیکھا۔ کار کا رنگ یلخت پھیکا پڑ گیا تھا اور اس کے شیشے بھی دھندلا سے گئے تھے۔
 ”یس باس۔ راڈنی نے ٹھیک کہا تھا۔ سیاہ کار کا حفاظتی سسٹم آن ہو گیا ہے جس سے کار کی رنگت بدل گئی ہے“..... رابرٹ کے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔ اس سے پہلے کہ راڈگر کچھ کہتا انہوں نے سیاہ کار کو تیزی سے حرکت میں آتے دیکھا۔ دوسرے لمحے سیاہ کار تیزی سے ان کی کار کے قریب سے گزر کر آگے بڑھتی چلی گئی۔
 ”راڈنی ٹھیک کہہ رہا تھا۔ یہ والٹر تو حد سے زیادہ بزدل ثابت ہوا ہے۔ بم کا پتہ چلتے ہی اس نے کار کا حفاظتی سسٹم آن کیا اور

کار لے کر یہاں سے بھاگ رہا ہے“..... رابرٹ نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”حالانکہ یہ پاکیشیا میں ڈیٹھ اسکو راڈ کا انچارج ہے۔ کم از کم ڈیٹھ اسکو راڈ کے انچارج کو اتنا بزدل نہیں ہونا چاہئے“..... رابرٹ کے ساتھی نے کہا۔ سیاہ کار دیکھتے ہی دیکھتے تیزی سے دور ہوتی جا رہی تھی اور پھر وہ ایک سڑک پر مڑ کر غائب ہو گئی۔ اس کار کو جاتے دیکھ کر راڈگر نے اطمینان کا سانس لیا۔
 ”اب ہم اطمینان سے عمران کے خلاف کام کریں گے اور اس کی ہلاکت کا کریڈٹ لیں گے“..... راڈگر نے کہا۔
 ”یس باس“..... ڈرائیور نے کہا۔ تھوڑی دیر بعد راڈنی مسکراتا ہوا ایک بار پھر ان کی کار کے پاس آ گیا۔
 ”دیکھا باس۔ میں نے کہا تھا کہ وہ موت کے خوف سے فوراً یہاں سے بھاگ جائے گا“..... راڈنی نے راڈگر کی کھڑکی کے پاس آتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں۔ لیکن یہ والٹر اس قدر بزدل کیوں ہے۔ بلیک اسپارک تنظیم میں ایسے بزدلوں کا کیا کام۔ بلیک اسپارک تنظیم تو ایسے افراد کو اپنے ساتھ رکھتی ہے جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جیتے ہیں اور موت سے ہر وقت آنکھ مچولی کا کھیل کھیلتے رہتے ہیں“..... راڈگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”راڈنی پر اصل میں دو تین بار ایسے حملے ہو چکے ہیں۔ پاکیشیا

میں ایک کلب ہے فراٹ کلب۔ اس کلب کے مالک ہیرلڈ اور والٹر کی سخت دشمنی ہے اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ہر وقت برسرِ پیکار رہتے ہیں۔ ہیرلڈ نے متعدد بار والٹر پر جان لیوا حملے کئے تھے اور والٹر بھی اس پر حملے کراتا رہتا ہے۔ دونوں کے بے شمار ساتھی مارے گئے ہیں لیکن دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو ہٹ نہ کر سکا ہے۔ اس لئے یہ دونوں انتہائی محتاط رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی لئے والٹر جہاں بھی جاتا ہے خصوصی کار میں جاتا ہے تاکہ اس کی کار پر فائرنگ نہ کی جاسکے اور اسے بم سے نہ اڑایا جاسکے۔ اس کی کار میں ایسا سسٹم لگا ہوا ہے جو اسے بم کی موجودگی کا فوراً بتا دیتا ہے اور وہ کار کو خصوصی سسٹم کے ذریعے محفوظ کرتے ہوئے اندر سے لاکڈ کر لیتا ہے..... راڈنی نے کہا۔

”جو بھی ہے والٹر کی اس بزدلی کا شاید ابھی چیف کو علم نہیں ہے۔ جیسے ہی چیف کو اس کی بزدلی کا علم ہوگا وہ اسے ایک لمحے میں ہلاک کرادے گا“..... راڈنی نے کہا۔

”لیس باس“..... راڈنی نے کہا۔

”عمران ابھی تک باہر نہیں آیا ہے لگتا ہے وہ ہم سے چھپ کر فلیٹ میں ہی بیٹھ گیا ہے۔ اب ہمیں ہی اس کے فلیٹ میں جانا پڑے گا تاکہ اس کا جلد سے جلد خاتمہ کیا جاسکے“..... راڈنی نے عمران کے فلیٹ کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے وہ چونک پڑا۔ اس نے ایک نوجوان کو عمران کے فلیٹ کے

دروازے پر دیکھا تھا۔ نوجوان انتہائی مضبوط اور طاقتور جسم کا مالک تھا۔

”یہ کون ہے“..... راڈنی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”معلوم نہیں باس“..... راڈنی نے سر اٹھا کر عمران کے فلیٹ کے دروازے کے پاس کھڑے نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
 اسی لمحے فلیٹ کا دروازہ کھلا ایک باورچی ٹائپ ملازم دکھائی دیا۔
 نوجوان نے اس سے کچھ کہا تو ملازم نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کے لئے راستہ چھوڑ دیا اور نوجوان فلیٹ میں داخل ہو گیا۔ اس کے اندر جاتے ہی ملازم نے دروازہ بند کر دیا۔
 ”شاید عمران نے اپنے کسی ساتھی کو بلایا ہے“..... راڈنی نے کہا۔

”لیس باس“..... راڈنی نے کہا۔
 ”اب مجھے یقین ہے کہ عمران زیادہ دیر اپنے فلیٹ میں نہیں رہے گا۔ وہ ضرور باہر آئے گا۔ ایلڈر“..... راڈنی نے پہلے بڑبڑاتے ہوئے اور پھر رابرٹ کے ساتھ بیٹھے ہوئے دوسرے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیس باس“..... ایلڈر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
 ”شائ گن نکالو“..... راڈنی نے کہا۔

”لیس باس“..... ایلڈر نے کہا اور پھر اس نے اپنے پیروں کے نیچے رکھا ہوا ایک بریف کیس نما باکس اٹھا کر اپنی گود میں رکھ

لیا۔ اس نے باکس کھولا۔ باکس میں دور مار رائفل کے پارٹس تھے۔ وہ باکس میں بنے ہوئے سانچوں سے رائفل کے پارٹس اٹھا اٹھا کر انہیں تیزی اور انتہائی مہارت سے ایک دوسرے سے جوڑنا شروع ہو گیا۔ چند ہی لمحوں میں رائفل تیار ہو گئی تھی۔ اس نے رائفل پر ٹیلی اسکوپ بھی لگا لی تھی اور رائفل میں لاٹک بلیٹس بھی ڈال دی تھیں۔

”رائفل تیار ہے باس“..... ایلڈر نے کہا۔

”بس تیار رہو۔ گن کا رخ عمران کے فلیٹ کی طرف کر دو۔ جیسے ہی وہ فلیٹ کا دروازہ کھول کر باہر آئے اس پر فائر کر دینا۔ تم ٹاپ شوٹر ہو۔ مجھے یقین ہے تمہارا نشانہ خطا نہیں جائے گا۔“ راڈگر نے کہا۔

”لیس باس“..... ایلڈر نے کہا اور اس نے کھڑکی کا شیشہ کھولے بغیر شاٹ گن کا رخ عمران کے فلیٹ کی جانب کر دیا اور ٹیلی اسکوپ سے آنکھ لگا لی۔ اس کی ہاتھ کی انگلی ٹریگر پر تھی۔ کافی وقت گزر گیا لیکن فلیٹ کا دروازہ نہ کھلا۔

”ہونہہ۔ کیا مسئلہ ہے۔ یہ دوسرا آدمی بھی اندر جا کر بیٹھ گیا ہے“..... راڈگر نے غراتے ہوئے کہا۔

”اگر آپ اجازت دیں تو میں اوپر جاؤں“..... راڈنی نے کہا۔

”کیوں۔ کس لئے“..... راڈگر نے چونک کر پوچھا۔

”میں اس کے ملازم سے کہہ کر کسی طرح سے عمران کو باہر بلاتا

ہوں۔ جیسے ہی وہ باہر آئے آپ ایلڈر سے کہہ کر اسے ہٹ کر دیں“..... راڈنی نے کہا۔

”تمہارے کہنے پر اگر وہ باہر نہ آیا تو“..... راڈگر نے کہا۔

”یہ سب آپ مجھ پر چھوڑ دیں باس۔ اسے باہر لانا میرا کام ہے“..... راڈنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر چالاکی اور مکاری عیاں تھی۔

”ٹھیک ہے جاؤ۔ لیکن یہ یاد رہے کہ باہر عمران کو ہی آنا چاہئے“..... راڈگر نے کہا۔

”لیس باس۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں اوپر جا کر ایسا چکر چلاؤں گا کہ عمران کو لامحالہ باہر نکلتا ہی پڑے گا“..... راڈنی نے کہا۔

”کیا چکر چلاؤ گے تم“..... راڈگر نے پوچھا۔

”میں ایک ایسے شخص کے بارے میں جانتا ہوں جو عمران کا ہمسایہ ہے اور وہ کبھی کبھی عمران کو اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ اس کے دوست کا نام کیپٹن جعفر ہے اور وہ ساتھ والی بلڈنگ میں رہتا ہے۔ میں کیپٹن جعفر کے ملازم کی حیثیت سے اس کے پاس جاؤں گا۔ میں چونکہ کئی روز سے عمران کی نگرانی کر رہا ہوں اس لئے میں نے ارد گرد سے ایسی معلومات اکٹھی کر رکھی ہیں جو خاصی مفید ہیں“..... راڈنی نے کہا۔

”لیکن تم اس سے کہو گے کیا“..... راڈگر نے پوچھا۔

”کیپٹن جعفر اصل میں بلڈ کینسر کا مریض ہے اور لاسٹ سٹیج پر

ہے۔ اس کا تعلق ایک خفیہ ایجنسی سے ہے جسے علالت کے باعث وہ چھوڑ چکا ہے لیکن اس کا عمران سے رابطہ ہے۔ عمران کبھی خود اس سے ملنے چلا جاتا ہے اور کبھی کیپٹن جعفر بھی عمران کے پاس آ جاتا ہے۔ لیکن ان دنوں چونکہ کیپٹن جعفر بہت زیادہ بیمار ہے اس لئے عمران کو اپنے ملازم کے ذریعے اپنے پاس بلوا لیتا ہے اور عمران کی ہمدردی میں اس کے پاس فوراً پہنچ جاتا ہے۔“ راڈنی نے کہا۔
 ”لیکن عمران کو کیپٹن جعفر کا جو ملازم پیغام دینے جاتا ہوگا اسے پہچانتا ہی ہوگا۔ پھر تم اسے اپنے بارے میں کیا بتاؤ گے؟“
 راڈگر نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

”کیپٹن جعفر کی ایک بری عادت ہے باس۔ وہ آئے دن ملا بدلتا رہتا ہے۔ بیماری کی وجہ سے وہ چونکہ انتہائی بددل اور چڑچڑا چکا ہے اس لئے اس کی مشکل سے ہی کسی ملازم سے منتی ہے لئے کوئی بھی ملازم زیادہ دیر تک اس کے پاس نہیں ٹھہرتا۔ میں اس سے یہ کہہ دوں کہ میں کیپٹن جعفر کا نیا ملازم ہوں تو عمران کوئی تعجب نہ ہوگا۔“..... راڈنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ویل ڈن راڈنی۔ تم نے تو عمران کے بارے میں اچھی خامعلومات اکٹھی کر رکھی ہیں۔ جاؤ اور جا کر عمران کو باہر بلاؤ۔ ہم اپنا کام کر سکیں۔“..... راڈگر نے کہا تو راڈنی نے اثبات میں ہلایا اور تیز تیز چلتا ہوا عمران کے فلیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

بلیک زیرو نے عمران کے لئے حفاظتی انتظامات کرا دیئے تھے۔ اسے یقین تھا کہ عمران پر اگر حملہ کیا گیا تو شہری حدود سے باہر ہی ہوگا۔ اس نے نعمانی اور چوہان کو ہائی وے کراسنگ اور ایئر پورٹ کے درمیان دو جگہ متعین کیا تھا۔ خاور اور صدیقی، عمران کی کار کے پیچھے تھے۔ خود بلیک زیرو بھی میک اپ میں ایک کار میں سوار پیچھے چلا آ رہا تھا۔ حالانکہ عمران نے ایسے انتظامات کرنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ لیکن بلیک زیرو نے اپنے طور پر جو مناسب سمجھا وہی کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اگر عمران پر حملہ کیا جائے تو حملہ آور کسی قیمت پر پتہ نہ کر نہ جاسکیں۔

فلیٹ سے کچھ دور جانے کے بعد ہی بلیک زیرو نے تعاقب کو محسوس کر لیا۔ ہائی وے کراسنگ تک پہنچتے پہنچتے اس نے یہ بھی اندازہ لگا لیا کہ تعاقب کرنے والی کاروں کی تعداد تین ہے جو تھوڑی تھوڑی دیر بعد اپنی پوزیشن تبدیل کر لیتی ہیں تاکہ عمران کو

تعاقب کا احساس نہ ہو سکے۔ جس آدمی کی حفاظت کے لئے وہ سب انتظامات کئے گئے تھے اسے اپنی حفاظت کی ذرا سی بھی فکر نہیں تھی۔ ہوتی بھی کیوں جب کہ اسے معلوم تھا کہ جس کار میں وہ سفر رہا ہے اس پر اگر بم بھی پھینکے جائیں تو بھی کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ایسے میں فکر مند ہو کر وہ اپنا دماغ کیوں خراب کرتا۔ ہائی وے کراسنگ سے نکلنے ہی کھیل شروع ہو گیا۔

دوپہر کا وقت تھا اس لئے سڑک پر ٹریفک بہت کم تھا کیونکہ وہاں سے آگے کئی میل تک کوئی آبادی نہیں تھی۔ البتہ ایئر پورٹ کے قرب و جوار میں بہت سی مضافاتی بستیاں موجود تھیں۔ کراسنگ سے کچھ دور جانے کے بعد ان تین میں سے ایک کار عمران کی کار کا اور ٹیک کر کے آگے نکل گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ تعاقب کرنے والوں کے عزائم خطرناک ہو گئے ہیں۔ بلیک زیر ٹرانسمیٹر پر اپنے چاروں ممبران کو ہدایات دے رہا تھا۔ ان سب کے پاس خاص ایکشن کاریں تھیں۔

ایک موٹر پر گھومتے ہوئے ایک اور کار رفتار بڑھاتی ہوئی عمرا کی کار کی طرف لپکی۔ بلیک زیرو اس کی کھڑکی سے نکلنے والی مشین گن کی نال کو بخوبی دیکھ رہا تھا۔ بلیک زیرو کے ذہن نے اچانک فیصلہ کیا اور ایکسلیٹر دبانا شروع کر دیا۔ وہ اپنی طرف سے بھی کھیل کا آغاز کر دینا چاہتا تھا۔ عمران کو بھی شاید تعاقب کا اندازہ ہوگا تھا۔ جوزف جس طرح سے کار دوڑا رہا تھا اس سے بلیک زیرو

اندازہ لگانا مشکل نہ ہو رہا تھا کہ جوزف تیزی سے کار دوڑاتا ہوا خود کو تعاقب میں آنے والی کاروں سے دور رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔

شاید وہ شروع سے تعاقب سے باخبر تھا۔ پھر اسے معلوم تھا آرٹ کار کس لئے استعمال کی جا رہی ہے۔ اس لئے وہ شروع سے ہی تعاقب کرنے والوں سے نپٹنے کے لئے تیار تھا۔ جیسے ہی دوسری کار نے رفتار بڑھا کر ان کے قریب آنے کی کوشش شروع کی وہ چونکا ہو گیا۔ پھر فضا ہولناک دھماکوں سے لرز اٹھی۔ پہلی کار کے قریب پہنچتے ہی مشین گن کی گولیاں برسنے لگی جو عمران کی کار کی باڈی اور شیشوں سے ٹکرانے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکیں۔

جوزف نے اسٹیرنگ کو پوری قوت کے ساتھ حرکت دی۔ ٹائروں نے چیخ ماری اور کاریں لہرا گئیں۔ مشین گن سے گولیاں بدستور برس رہی تھیں کار عمران کی کار کے قریب پہنچ چکی تھی۔ وہ ہر قیمت پر عمران کو ٹھکانے لگانے پر تلے ہوئے تھے لیکن ان کو یہ معلوم نہ تھا وہ خود ایک ایسے جال میں پھنس گئے ہیں جس سے موت کی شکل میں ہی نجات ممکن تھی۔ اچانک جوزف نے کار لہراتے ہوئے بریکیں لگا دیں۔ فضا یکھنت زور دار دھماکوں سے لرز اٹھی۔ دونوں کاریں آپس میں ٹکرائیں۔

مشین گن برداروں کی کار کے ڈرائیور نے بھی بوکھلا کر بریکیں لگائیں اور اس کی یہ حرکت اس کے اپنے ہی ساتھیوں کے لئے

قیامت بن گئی جو اس کے عقب میں تیز رفتاری سے آرہے تھے۔ فضا ایک مرتبہ پھر دھماکوں سے گونجی۔ اس مرتبہ گولیاں برسانے والی کار اپنے ہی ساتھیوں کی کار سے ٹکرائی۔ اس بھیانک ٹکراؤ سے چند لمحہ قبل بلیک زیرو نے گود میں پڑی ہوئی مشین گن اٹھائی اور پھر اس کا مشین گن والا ہاتھ کھڑکی سے باہر آیا اور اس نے سامنے والی کار کا نشانہ لے کر مشین گن کا ٹریگر دبا دیا۔ ماحول یکفخت مشین گنوں کی تیز تڑتڑاہٹوں کی آوازیوں سے بری طرح سے گونج اٹھا۔ ادھر کاروں کے ٹکرانے کا دھماکہ ہوا ادھر مشین گن کی تڑتڑاہٹ کی بھیانک آوازیں فضا میں ابھریں۔ پھر ایسے ہی دھماکے ہوئے جیسے بم پھٹے ہوں۔

بلیک زیرو کی مشن گن سے نکلی ہوئی گولیوں نے اگلی کار کے ٹائروں کے چھتھرے اڑا دیئے تھے۔ اپنی کار کو حادثے سے محفوظ رکھنے کے لئے بلیک زیرو نے کار کو انتہائی پھرتی اور مہارت سے سڑک سے نیچے اتار دیا تھا۔ یہی حرکت خاور اور صدیقی کو بھی کرنی پڑی کیونکہ تصادم کے نتیجے میں سڑک بند ہو گئی تھی عمران اور ٹائیگر بڑے اطمینان سے ہنگامے کو دیکھ رہے تھے۔ جوزف یقیناً ذہین تھا۔ عقبی کار کو ٹکر مار کر وہ رفتار بڑھاتا چلا گیا۔ اس نے تعاقب کرنے والی کاروں کو دوسروں کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ اب ان کی کار برق رفتاری سے اگلی کار سے پنپنے کے لئے دوڑ رہی تھی جو انہیں اوور ٹیک کر کے آگے نکلی تھی۔

اس ہنگامے کے بعد ٹائیگر سمجھ گیا تھا کہ عمران نے کس لئے پلٹ پر و ف کار منگوائی تھی۔ اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ وہ ٹکراؤ قطعی متوقع تھا۔ اس کے ذہن میں بے شمار سوالات گردش کر رہے تھے۔ لیکن وہ وقت سوال پوچھنے کی بجائے مضبوطی سے بیٹھے رہنے کا تھا۔ کیونکہ جوزف نہایت خطرناک انداز میں کار چلا رہا تھا۔ دوسری طرف ٹائر پھٹ جانے والی کار بے قابو ہو کر لہرائی اور سڑک کے نشیب میں قلابازیاں کھاتی چلی گئی۔

بلیک زیرو نے پلٹ جانے والی کار کو خاور اور صدیقی کے لئے چھوڑ کر اپنی کار کو حرکت دی اور ڈھلان پر چڑھ کر دوسری کار کے پیچھے لگ گیا۔ مسلح افراد نے سمجھ لیا تھا کہ حالات ان کے خلاف ہیں۔ اس لئے ایک کار کے ڈرائیور نے کار کو نشیب کی طرف گھما دیا۔ وہ کار گھما کر دوسری طرف نکال لے جانا چاہتا تھا۔ بلیک زیرو کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ وہ ان میں سے ایک آدمی کو بھی بھاگنے کا موقع دینے کے لئے تیار نہیں تھا۔

اس کے ہاتھ نے حرکت کی اور مشین گن سے نکلنے والی گولیوں نے اس کار کے بھی عقبی ٹائر پھاڑ دیئے۔ وہ کار بھی بری طرح اچھل کر لہرائی اور نشیب میں گرتے ہوئے پلٹی اور ڈھلوان پر لڑھکتی چلی گئی۔ بلیک زیرو نے پھرتی سے کار روکی اور دروازہ کھول کر اور مشین گن لے کر نیچے کود گیا۔ اب صرف ایک کار باقی تھی اور اس سے پنپنے کے لئے نعمانی اور چوہان کے علاوہ عمران بذات خود

”خدا کی پناہ۔ یہ تو ہاتھ دھو کر ہمارے پیچھے پڑ گئے تھے باس۔“
ٹائیگر نے پیچھے آنے والی تیسری کار کے ٹائر برسٹ ہوتے اور
اسے الٹ کر گرتے دیکھ کر کہا۔
”ہاں۔ ان کا مقصد میری ہلاکت ہے۔“..... عمران نے سنجیدگی
سے جواب دیا۔

”یہ کون ہیں باس اور آپ کی جان کے دشمن کیوں بنے ہوئے
ہیں“..... ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے جوزف نے حیرت بھرے
لہجے میں پوچھا۔

”جلادوں کے بھائی بند ہیں۔ میں نے ان کے بڑے کو بتایا
بھی تھا کہ ابھی میں کنوارا ہوں اور ابھی میرا جنازہ جائز نہیں ہوا
ہے لیکن وہ میری بات ماننے کے لئے تیار ہی نہ ہو رہا تھا۔ میں
اسے تو ڈاج دے کر نکل آیا تھا لیکن اس کے ہرکارے میرے پیچھے
لگ گئے۔ ان موت کے ہرکاروں سے ہی بچنے کے لئے تو میں

موجود تھا۔ اس لئے بلیک زیرو نے مزید آگے جانے کی ضرورت
محسوس نہ کی۔ اسے الٹی ہوئی کار میں موجود آدمیوں سے پنپنا تھا۔
دوسری طرف عمران کی کار برق رفتاری سے آگے جانے والی کار
کے قریب پہنچ رہی تھی جس کا ڈرائیور بوکھلائے ہوئے انداز میں
فرار ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اچانک ہی ایک آڑی ترچھی کھڑی
کار کو دیکھ کر اس کے حواس غائب ہو گئے۔ بچاؤ کی آخری صورت
پر عمل کرتے ہوئے اس نے کار کو نشیب کی طرف موڑ دیا۔ یہ صرف
اس کا خیال تھا کہ نشیب میں کار اتار کر وہ بچ نکلیں گے۔ جیسے ہی
کار نشیب میں اتری فضا میں مشین گن کی فائرنگ کے دھماکے
ابھرنے لگے۔ یہ چوہان تھا۔ جو آڑی ترچھی کھڑی کار کے قریب
نشیب میں موجود تھا۔ جیسے ہی بوکھلائے ہوئے ڈرائیور نے کار
نشیب کی طرف گھمائی اس نے کھڑے ہو کر مشین گن سے گولیاں
برسانی شروع کر دی تھی۔

دھماکوں کے ساتھ اس کار کے ٹائر پھٹے اور وہ بھی دوسری
کاروں کی طرح لہراتی ہوئی الٹ گئی۔ چوہان مشین گن سنبھال کر
کار کی طرف دوڑ پڑا تھا جبکہ جوزف نے انتہائی مہارت سے کار کی
رفتار کم کی اور احتیاط سے چوہان کے قریب سے گزرتا ہوا آگے نکل
گیا پھر اس نے رفتار بڑھانی شروع کر دی۔ اب دور دور تک
سڑک خالی تھی۔

نے آرٹ کار منگوائی تھی“..... عمران نے اطمینان بھرے انداز میں منہ چلاتے ہوئے کہا۔

”ہمارے تعاقب میں تین کاریں اور بھی ہیں۔ ان میں سے دو کاروں کو تو میں پہچانتا ہوں۔ یہ فور سٹارز کی کاریں ہیں جو ہماری مدد کر رہی ہیں لیکن ان کے پیچھے ایک اور کار بھی ہے۔ وہ کار بھی خصوصی ساخت کی دکھائی دیتی ہے۔ وہ بھی ہماری مدد کر رہی ہے۔ کون ہو سکتا ہے اس کار میں“..... ٹائیگر نے پیچھے وڈ سکرین سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”سپیشل کار ہے اور یہ کار دانش منزل کی ہے۔ جسے دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف ممبران کے ساتھ ساتھ خود بھی ہماری حفاظت کے لئے میدان میں نکل آیا ہے اور وہ ہمیں اپنی حفاظت میں ایئر پورٹ پہنچانا چاہتا ہے“..... عمران نے سنجیدگی سے کہا تو ٹائیگر کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمودار ہو گئے۔

”ایکسٹو ہماری حفاظت کر رہا ہے“..... ٹائیگر نے جیت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ اسی لئے تو میں نے کہا تھا کہ معاملہ انتہائی بھر ہے اور ہمیں انتہائی محتاط رہنے کی ضرورت ہے“..... عمران نے کہا۔

”اگر ہماری حفاظت کے لئے ایکسٹو میدان میں ہے تو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی انتہائی خطرناک کھیل شروع ہو چکا ہے۔“

ٹائیگر نے کہا۔

”یہ تو کھیل کی تمہیں تھی پیارے۔ ابھی اصل کھیل شروع ہی کہاں ہوا ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”واقعی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی طور پر تخلیق کیا ہے۔ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں آپ کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔“ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”خدا کا شکر ہے کہ تم نے مجھے چکنا گھڑا نہیں کہہ دیا۔“ عمران نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا ابھی اور بھی ہنگامہ باقی ہے“..... ٹائیگر نے پوچھا۔

”وہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا“..... عمران نے کہا۔

”میرے خدا۔ جس عشق کی ابتدا اتنی ہنگامہ خیز ہے تو اس کا کلائمیکس کیا ہو گا“..... ٹائیگر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے کہ ان میں مزید کوئی بات ہوتی اسی لمحے کار میں ابھرنے والی سیٹی کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ وہ آواز ڈیش بورڈ میں رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر سے آ رہی تھی۔ جوزف نے چونک کر ڈیش بورڈ کھول لیا اور اس میں سے ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا اور عمران نے اسے فوراً آن کر لیا۔

”ہیلو ہیلو۔ عمران۔ ایکسٹو کالنگ۔ ہیلو۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر آن ہوتے ہی ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”لیس چیف۔ عمران انڈنگ یو۔ اوور“..... عمران نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”میں نے تمہارے لئے راستہ کلیئر کر دیا ہے اب تم اطمینان کے ساتھ ایئر پورٹ جا سکتے ہو۔ اوور“..... ایکسٹو نے کہا۔

”اوہ۔ ان لوگوں کا کیا حشر ہوا ہے چیف۔ اوور“..... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”کوئی نہیں بچ سکا۔ اوور“..... ایکسٹو نے کہا۔

”کیا آپ نے سب کو ہلاک کر دیا ہے۔ اوور“..... عمران نے بے اختیار پوچھا۔

”نہیں۔ کچھ افراد ہلاک ہوئے ہیں لیکن زیادہ تر زخمی ہیں۔ اوور“..... ایکسٹو نے کہا۔

”اوہ۔ ٹھیک ہے جناب۔ اوور“..... عمران نے کہا۔

”اب تم بے فکر ہو کر ایئر پورٹ پہنچ سکتے ہو۔ اوور“..... ایکسٹو نے کہا۔

”لیس چیف۔ ویسے بھی میں بے فکر ہوں کیونکہ میرے کسی دور بلکہ بہت دور کے رشتہ دار نے مجھے بچپن میں کہا تھا کہ بے فکری میں مزہ ہے پیارے۔ اوور“..... عمران نے دیدے نچاتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ۔ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اوور“۔ ایکسٹو نے سخت لہجے میں کہا۔

”بب بب۔ بہتر جج۔ جٹا رب۔ اوور“..... عمران نے سہم جانے کی شاندار اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

”اور اینڈ آل“..... ایکسٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا اور عمران اس طرح پیچھے ہٹ کر سیٹ سے ٹک گیا جیسے بہت طویل مسافت طے کر کے وہاں پہنچا ہو۔ اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا تھا۔

”کیا ہوا باس“..... ٹائیگر نے پوچھا۔

”کیا ہوا ہے۔ تم نے سنا نہیں چیف نے مجھے بکواس بند رکھنے کا حکم دیا ہے“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا تو ٹائیگر نہ چاہتے ہوئے بھی بے اختیار مسکرا دیا۔

”آپ کی بات درست تھی باس۔ واقعی ہماری مدد کے لئے فور سٹارز کے ساتھ چیف خود بھی آئے ہوئے تھے“..... جوزف نے کہا۔

”وہ صرف ہماری مدد کرنے کے لئے نہیں میری بکواس بند کرانے کے لئے بھی آیا ہوا تھا“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”لیس باس“..... جوزف نے کہا۔

”کیا لیس باس۔ کیا تمہیں خوشی ہو رہی ہے کہ تم دونوں کے سامنے چیف نے مجھے جھاڑ پلا دی ہے“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

یہ ایک آفس نمائندہ تھا جسے قیمتی اور بہترین فرنیچر کے ساتھ ساتھ نایاب آرائشی چیزوں سے سجایا گیا تھا۔ کمرے کے وسط میں ایک بڑی سی میز رکھی تھی جس کے پیچھے ایک اونچی نشست والی کرسی پر ایک لمبا تڑنگا اور کچھ شیم بد معاش ٹائپ نوجوان بیٹھا ہوا تھا جس کے چہرے پر جگہ جگہ پرانے زخموں کے مندل نشانات دکھائی دے رہے تھے۔ ان نشانات کو دیکھ کر اس بات کا صاف اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اس بد معاش کی ساری زندگی لڑائی بھڑائی میں ہی گزری ہے۔

نوجوان نے دونوں ٹانگیں میز پر رکھی ہوئی تھیں اور کرسی پر ریلکس انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ میز کی سائیڈ پر ریک تھا جس میں شراب کی بوتلیں پڑی ہوئی تھیں۔ نوجوان کے ہاتھ میں شراب کی کھلی ہوئی ایک بوتل تھی۔ وہ گہرے خیالوں میں کھویا ہوا تھا اور وقفے وقفے سے بوتل منہ سے لگا کر شراب پی رہا تھا۔ نوجوان کی

”نن-ن-ن۔ نو باس۔ میں نے ایسا تو نہیں کہا“..... جوزف نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تو پھر اپنی چونچ بند رکھو اور تم بھی میری طرف اس طرح مت دیکھو۔ ایسا نہ ہو کہ میں چیف کا غصہ تم دونوں پر ہی نکالنا شروع کر دوں“..... عمران نے پہلے جوزف سے اور پھر ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اب ہم کتنی دیر تک ایئر پورٹ پہنچ جائیں گے“..... ٹائیگر نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔

”مجھے کیا معلوم۔ ڈرائیونگ سیٹ پر جوزف بیٹھا ہوا ہے۔ اس سے پوچھ لو“..... عمران نے اسی طرح سے جملے کئے لہجے میں کہا جیسے اسے واقعی چیف کے ڈائنے پر شدید کوفت ہو رہی ہو۔

”بس ہم بیس منٹ تک ایئر پورٹ پر ہوں گے“..... جوزف نے کہا۔

”بیس منٹ نہیں۔ مجھے دس منٹ تک ایئر پورٹ پہنچنا ہے۔ سمجھتے تم افریقی دیوتا کی اولاد“..... عمران نے کہا۔

”لیس باس۔ اگر آپ کا حکم ہے تو اب میں آپ کو دس منٹ میں ہی ایئر پورٹ پہنچاؤں گا“..... جوزف نے کہا اور پھر اس نے یلکنت کار کی رفتار اس قدر تیز کر دی جیسے سڑک پر کار کی بجائی فائٹر طیارہ پرواز کرنے کے لئے رن وے پر دوڑا جا رہا ہو۔

آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ شراب کے نشے میں شاید اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ کمرے میں ابھرنے والی سیٹی کی آواز بھی اسے نہ چونکا سکی تھی۔ لیکن اس کی یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ جب سیٹی تسلسل کے ساتھ بجتی ہی چلی گئی تو اسے نہ صرف چونکنا بلکہ اٹھنا بھی پڑا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ پھیل گئی تھی۔

یقینی طور پر اسے اپنے شراب نوشی کے شغل میں دخل اندازی قطعی پسند نہیں آئی تھی۔ اس نے پیرسیدھے کئے اور پھر اس نے میز کی سائیڈ کی اوپر والی دراز کھول لی کیونکہ سیٹی کی آواز اسی دراز میں سے آرہی تھی۔ دراز میں جدید ساخت کا ایک ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا اس نے بے دلی سے ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اس کا ایک بٹن پریس کر دیا۔ بٹن پریس ہوتے ہی ٹرانسمیٹر سے ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے سمندری لہریں پوری قوت سے کناروں کی چٹانوں سے ٹکرا کر اچھل رہی ہوں۔ نوجوان نے ایک اور بٹن پریس کیا تو ٹرانسمیٹر سے شور کی آواز آنا بند ہو گئی اور ساتھ ہی ایک انسانی آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ ہیڈ کوارٹر کالنگ۔ ہیلو۔ اوور“..... دوسری طرف سے مسلسل کال دی جا رہی تھی اور ہیڈ کوارٹر کا سن کر نوجوان بری طرح سے چونک پڑا۔ اس کا سارا نشہ ایک لمبے میں ہرن ہو گیا تھا وہ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

”یس۔ کالٹر بول رہا ہوں۔ اوور“..... اس نے انتہائی مؤدبانہ

لمبے میں کہا۔

”کوڈ۔ اوور“..... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”ڈسپل مشن۔ اوور“..... غیر ملکی نے جس کا نام کالٹر تھا اسی

انداز میں کہا۔

”اپنا نمبر بتاؤ۔ اوور“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”نمبر الیون۔ اوور“..... کالٹر نے کہا۔

”دیکشن کوڈ۔ اوور“..... دوسری طرف سے اسی انداز میں پوچھا

گیا۔

”فاسٹ سیکشن۔ اوور“..... کالٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ چیف سے بات کرو۔ اوور“..... آواز آئی اور ایک

لمحہ کے لئے ٹرانسمیٹر میں خاموشی چھا گئی۔

”چیف سپیکنگ۔ اوور“..... چند لمحوں کے بعد ٹرانسمیٹر سے ایک

انتہائی سرد آواز سنائی دی۔

”یس چیف۔ نمبر الیون، فاسٹ سیکشن سے کالٹر بول رہا ہوں۔

اوور“..... چیف کی آواز سن کر کالٹر نے اور زیادہ مؤدبانہ لمبے میں

کہا۔

”یہ تمہارا لمبہ کیوں لڑکھڑا رہا ہے نانس۔ کیا تم ہمیشہ کی طرح

اب بھی آفس میں بیٹھے شراب پی رہے ہو۔ اوور“..... دوسری

جانب سے انتہائی سرد لمبے میں کہا۔

”نن نن۔ نو چیف۔ میں نے۔ وہ وہ“..... کالٹر نے بوکھلائے

ہوئے لہجے میں کہا۔
 ”شٹ اپ یو نانسس۔ میں نے تمہیں کتنی بار وارننگ دی ہے کہ آفس میں شراب نہ پیا کرو لیکن تمہارے کان پر جوں تک نہیں رہتی۔ اب مجھے تمہارے خلاف ایکشن لینا ہی پڑے گا۔ ورنہ تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ نانسس۔ اور“..... چیف نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

”سس۔ سس۔ سوری چیف۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ آئندہ میں آپ کو شکایت کا کوئی موقع نہیں دوں گا۔ ریٹی ویری سوری چیف۔ اور“..... کالٹر نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔
 ”تمہاری یہ غلطی اب تمہاری موت پر ہی ختم ہوگی۔ نانسس۔ بتاؤ فریڈی کہاں ہے۔ اور“..... چیف نے اسی انداز میں کہا۔
 ”وہ یہاں موجود نہیں ہے جناب۔ اور“..... کالٹر نے کہا۔

”ہونہہ۔ وہ جہاں بھی ہے اس سے فوراً رابطہ کرو اور اسے بتاؤ کہ عمران ساڈان پہنچ گیا ہے یا پہنچنے والا ہے۔ اسے سنبھالنا تم لوگوں کا کام ہے سمجھو تم۔ اور“..... چیف نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اس سے پہلے کہ کالٹر کوئی جواب دیتا اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا قوی ہیکل سیاہ فام آدمی اندر آ گیا۔ اس آدمی کے چہرے پر درشتگی اور سفاکی کے تاثرات نمایاں تھے اور وہ شکل و صورت سے ہی انتہائی گھمنڈی اور مغرور دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے وہ انسانی روپ میں

درندہ ہو۔ اندر آتے ہی اس نے کالٹر کو دیکھا اور پھر اس کے ہاتھ میں ٹرانسمیٹر دیکھ کر وہ ٹھٹھک کر رکا پھر تیزی سے کالٹر کے قریب پہنچ گیا۔

”فریڈی آ گیا ہے چیف۔ اور“..... کالٹر نے اس آدمی کو دیکھتے ہوئے ٹرانسمیٹر میں کہا۔

”کہاں ہے وہ۔ میری بات کراؤ اس سے۔ اور“..... چیف نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا تو چیف کی آواز سن کر فریڈی کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ کالٹر اس کے احترام میں اٹھ کھڑا ہوا تھا اور میز کے پیچھے سے نکل کر سائیڈ میں آ گیا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر فریڈی کی طرف بڑھا دیا۔

”ایس چیف۔ فریڈی بول رہا ہوں۔ اور“..... فریڈی نے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد بھاری اور درندگی آمیز تھا۔ اس نے مودبانہ انداز میں بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے باوجود اس کے لہجے میں سفاکی جھلک رہی تھی۔

”تم کہاں گئے تھے فریڈی۔ اور“..... چیف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں ایک نجی کام کے سلسلے میں باہر گیا ہوا تھا چیف۔ حکم۔ اور“..... فریڈی نے اسی انداز میں کہا۔

”جانے سے پہلے اپنی سیٹ پر کسی ہوش مند انسان کو بٹھا کر جایا کرو۔ یہ کالٹر جو ہر وقت نشے میں دھت رہتا ہے اسے نہ بٹھایا

کرو۔ اس سے بات کر کے مجھے غصہ آ جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی دن میں تمہیں اسے گولی مارنے کے احکامات دے دوں۔ نانسنس۔ اوور..... چیف نے گرجتے ہوئے کہا تو کالٹر نے بے اختیار ہونٹ بھیجنے لے۔

”سوری چیف۔ آئندہ میں اسے اپنی کرسی پر نہیں بٹھاؤں گا۔ اوور..... فریڈی نے اسی طرح مودبانہ لہجے میں کہا۔

”میں نے تمہیں یہ بتانے کے لئے کال کیا ہے کہ عمران ساڈان پہنچ گیا ہے یا پہنچنے والا ہے۔ اوور..... چیف نے کہا۔

”اوہ۔ لیکن آپ نے تو کہا تھا اسے پاکیشیا ہی میں ختم کرا دیا جائے گا اور اسے کسی بھی صورت میں یہاں نہیں آنے دیا جائے گا۔ اوور..... فریڈی نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ دو مرتبہ کوشش کے باوجود کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ الٹا ہمیں ہی نقصان اٹھانا پڑا۔ وہاں کا سیکشن تقریباً ختم ہو گیا ہے کچھ افراد سیکرٹ سروس والوں کی قید میں ہیں اور اس بات کے امکانات ہیں کہ ان لوگوں نے پکڑے جانے والوں سے بہت سی معلومات حاصل کر لی ہوگی۔ اوور..... چیف نے کہا۔

”یہ۔ یہ تو بہت برا ہوا۔ اوور..... فریڈی نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

”وہاں جو کچھ ہو گیا ہے اسے سنبھالنے کی کوشش کی جا رہی ہے تم اپنا سیکشن سنبھالو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سارے کئے کرائے پر پانی

پھر جائے۔ اوور..... چیف نے کرخت لہجے میں کہا۔

”یس چیف۔ آپ فکر نہ کریں۔ وہ لوگ یہاں قیامت تک نہیں پہنچ سکیں گے اور نہ ہی انہیں اس بات کا کوئی پروف ملے گا کہ پاکیشیائی وزیر خارجہ کے اغوا میں ہمارے سیکشن کا ہاتھ تھا اور وہ ابھی تک ہماری تحویل میں ہے۔ اوور..... فریڈی نے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مجھے باتوئی آدمی بالکل پسند نہیں ہیں فریڈی اس لئے آئندہ میرے سامنے اس قسم کی باتیں مت کرنا۔ اوور..... دوسری جانب سے سانپ کی مانند پھنکار کر کہا گیا۔

”یس چیف۔ سوری چیف۔ اوور..... فریڈی نے کہا۔

”نانسنس۔ تم عمران کی صلاحیتوں سے واقف نہیں ہو۔ وہ ایسے ایسے کام کر گزرتا ہے جس کے لئے دوسرے سوچتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں۔ اس لئے تمہیں ہر صورت میں بہت محتاط اور مستعد رہنے کی ضرورت ہے۔ سمجھ تم۔ اوور..... چیف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”یس چیف۔ آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔ اوور..... فریڈی نے کہا۔

”سربراہیم کی حفاظت تمہاری ذمہ داری ہے۔ اگر عمران اور اس کے ساتھی تم تک پہنچ گئے تو وہ اسے نہ صرف تم سے چھڑا کر لے جائیں گے بلکہ وہ تمہارا اور تمہارے سیکشن کا بھی نام و نشان مٹا

دیں گے۔ اور..... چیف نے اسی انداز میں کہا۔

”ایسا کبھی نہیں ہو گا چیف۔ اول تو عمران مجھ تک کسی صورت بھی نہیں پہنچ سکے گا اور اگر وہ مجھ تک پہنچ گیا تو یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہوگی۔ میں اسے ایسی بھیانک موت سے ہمکنار کروں گا کہ مرنے کے بعد بھی اس کی روح صدیوں تک بلبلاتی رہے گی۔ اور..... فریڈی نے سخت لہجے میں کہا۔

”اس خوش فہمی میں مت رہنا کہ وہ تمہارے ہاتھوں آسانی سے ہلاک ہو جائے گا۔ اس کے جسم میں شیطانی روح ہے جو آسانی سے اس کا ساتھ نہیں چھوڑے گی۔ اگر تم اس انتظار میں رہے کہ وہ تمہارے پاس پہنچ جائے گا اور پھر تم اسے بھیانک موت مارو گے تو یہ تمہاری غلطی ہوگی۔ اسے کسی بھی صورت میں اپنے قریب نہ آنے دینا بلکہ اپنے سیکشن کو حرکت میں لاؤ اور فوری طور پر اس کے خلاف ایکشن شروع کر دو۔ وہ ساڈان میں جہاں بھی دکھائی دے اس پر ایسے حملے کراؤ کہ اسے ایک قدم بھی آگے بڑھنے کا موقع نہ مل سکے اور اس کی قبر ساڈان میں ہی بن جائے۔ اور..... چیف نے کہا۔

”لیس چیف۔ ایسا ہی ہوگا۔ میں ابھی اپنے آدمیوں کو ہر طرف پھیلا دیتا ہوں۔ ایک بار عمران ان کی نظروں میں آ گیا تو پھر وہ ان سے نہیں بچ سکے گا۔ موت اس کا مقدر ہوگی۔ اور..... فریڈی نے کہا۔

”یہی بہتر ہے کہ اسے اپنے ہیڈ کوارٹر پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں ہلاک کر دو اور سنو۔ وہ اکیلا نہیں ہے۔ اطلاع ہے کہ اس کے ساتھ اس کا شاگرد ٹائیگر بھی ہے۔ وہ بھی صلاحیتوں میں کسی طرح سے عمران سے کم نہیں ہے۔ ان دونوں کی ہلاکت انتہائی ضروری ہے ورنہ یہ دونوں بلیک اسپارک کے خلاف حرکت میں آ گئے تو انہیں روکنا مشکل ہو جائے گا اور ان سے کوئی بعید نہیں کہ وہ کب مجھ تک بھی پہنچ جائیں۔ اور..... چیف نے کہا۔

”ایسا کچھ نہیں ہو گا چیف۔ جب میں اور میرے ساتھی ان کے خلاف حرکت میں آئیں گے تو ان دونوں کے لئے ساڈان کی زمین تنگ پڑ جائے گی اور انہیں سوائے موت کے اور کوئی راستہ نہیں ملے گا۔ اور..... فریڈی نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔ شاید غراہٹ بھرے لہجے میں بات کرنا اس کی عادت تھی۔

”اچھا۔ سر ابراہیم سے کچھ معلوم ہوا۔ اور..... کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد چیف نے پوچھا۔

”نو چیف۔ وہ حد سے زیادہ ڈھیٹ ثابت ہو رہا ہے۔ اس نے ابھی تک زبان نہیں کھولی ہے۔ آپ کی ہدایات پر ہم نے تشدد نہیں کیا ورنہ وہ اب تک سب کچھ اگل چکا ہوتا۔ اور..... فریڈی نے کہا۔

”ہونہ۔ ٹھیک ہے۔ میں اب بھی تمہیں یہی ہدایات دیتا ہوں کہ اس پر تشدد نہ کرنا۔ وہ بوڑھا اور کمزور سا انسان ہے جو تمہارا

تشدد برداشت نہ کر سکے گا۔ اس کا زندہ رہنا بے حد ضروری ہے۔
اس کے زندہ رہنے کے ساتھ ساتھ اس کی زبان کھلوانی بھی
ہمارے لئے ضروری ہے اس لئے میں نے کچھ اور سوچا ہے۔
اوور..... چیف نے کہا۔

”کیا سوچا ہے چیف۔ اوور..... فریڈی نے چونک کر کہا۔
”میں تمہارے پاس کل ایک سیشل ایجنٹ بھیج دوں گا۔ وہ خود
ہی اس کی زبان کھلوا لے گا۔ وہ کس طرح سے اس کی زبان
کھلوائے گا یہ تم خود ہی دیکھ لینا۔ اوور..... چیف نے کہا۔
”اس کا مطلب ہے آپ کو میری صلاحیتوں پر بھروسہ نہیں
ہے۔ اوور..... فریڈی نے ہونٹ چباتے ہوئے قدرے ناراض
لہجے میں کہا۔

”غلط انداز میں سوچنے کی ضرورت نہیں ہے نانسس۔ سیشل
ایجنٹ بغیر تشدد کے سائنسی آلات کی مدد سے اس کی زبان کھلوائے
گا اور ان سائنسی آلات کی وجہ سے وہ کسی بھی صورت میں اپنی
زبان بند نہیں رکھ سکے گا۔ اوور..... چیف نے غراتے ہوئے کہا۔
”میں سمجھا نہیں۔ اوور..... فریڈی نے کہا۔

”جب سیشل ایجنٹ پہنچے گا تو تم خود ہی سمجھ جاؤ گے۔ اس لئے
اس موضوع پر گفتگو بے کار ہے۔ تم ان باتوں کو چھوڑو اور صرف
عمران اور اس کے شاگرد ٹائیگر کی فکر کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ سیشل
ایجنٹ کے پہنچنے سے پہلے ہی کوئی گڑبڑ کر جائیں۔ اوور..... چیف

نے غصیلے لہجے میں کہا۔
”آپ مطمئن رہیں جناب۔ میں اپنے تمام آدمیوں کو عمران کو
ٹرین کرنے پر لگا دیتا ہوں۔ جلد ہی عمران اور اس کے شاگرد کا پتہ
چل جائے گا اور جیسے ہی ان کا پتہ چلے گا انہیں فوری طور پر موت
کے گھاٹ اتار دیا جائے گا اور میں جلد ہی آپ کو ان دونوں کی
ہلاکتوں کی خوشخبری سنا دوں گا۔ اوور..... فریڈی نے کہا۔
”اوکے۔ اور سنو۔ عمران اور اس کا شاگرد ٹائیگر میک اپ میں
ہیں۔ ابھی تک اس بات کا پتہ نہیں چلایا جا سکا ہے کہ وہ کس میک
اپ میں ہیں اور ساڈان کن راستوں سے ہوتے ہوئے پہنچیں
گے۔ اس سلسلے میں اگر تم ان کے سفارت خانے پر نظر رکھو تو زیادہ
بہتر ہو گا۔ کیونکہ یہاں پہنچنے کے بعد وہ یقیناً اپنے سفارت خانے
رابطہ کریں گے۔ اوور..... دوسری جانب سے کہا گیا۔
”کوئی پرواہ نہیں۔ وہ کسی بھی شکل میں ہوں ہمیں معلوم ہو
جائے گا۔ اوور..... فریڈی نے کہا۔ اس کے لہجے میں بھرپور اعتماد
تھا۔

”وہ کس طرح۔ اوور..... چیف نے چونکتے ہوئے کہا۔
”پاکیشانی سفارت خانے میں ہمارا ایک آدمی موجود ہے۔ وہ
ہمیں ہر طرح کی معلومات فراہم کر سکتا ہے۔ اوور..... فریڈی نے
کہا۔

”ویل ڈن۔ تم نے اپنا آدمی پاکیشانی سفارت خانے میں بھیج

”پیس چیف۔ یہ زیادہ مناسب ہے اس طرح ہم اپنی تمام تر توجہ عمران اور اس کے شاگرد ٹائیگر پر مرکوز کر سکیں گے اور جلد سے جلد انہیں ٹریس کر کے ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور“۔

فریڈی نے کہا اور دوسری طرف سے چیف نے اوور اینڈ آف آل کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔ فریڈی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر آف کیا اور اسے میز پر رکھ کر کالٹر کو غصیلی نظروں سے

”نو چیف۔ البتہ آپ نے سپیشل ایجنٹ کے بارے میں کچھ نہیں

گھورنے لگا۔

”نانسنس۔ میں نے تمہیں کتنی بار سمجھایا ہے کہ جب تم نشے میں ہوا کرو تو ٹرانسمیٹر کال انڈ نہ کیا کرو۔ کسی بھی وقت ہیڈ کوارٹر سے کال آ سکتی ہے۔ وہی ہوا ہے نا“..... فریڈی نے کالٹر کی طرف دیکھ کر غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

”س۔س۔س۔ سوری باس۔ میں سمجھا تھا کہ اپنے کسی آدمی کی کال ہے اسی لئے میں نے انڈ کر لی تھی“..... کالٹر نے مردہ سے لہجے میں کہا۔

”تم جانتے ہو نانسس کہ چیف تمہارے شراب پینے کی عادت سے کس قدر نالاں ہے۔ اگر وہ مجھے سچ بچ تمہیں گولی مارنے کا حکم دے دیتا تو“..... فریڈی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں نے سوری کیا تو ہے اب اور کیا کروں“..... کالٹر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”تمہیں جتنا کرنے کا کہا جائے صرف اسی پر عمل کیا کرو۔ تم میرے چھوٹے بھائی ہو اسی لئے میں تمہیں اپنی کرسی پر بٹھا کر جاتا ہوں لیکن میری کرسی پر بیٹھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم میری باتوں کو ہوا میں اڑا دو“..... فریڈی نے اسی سُرِج سے غصیلے لہجے میں کہا تو کالٹر نے خاموشی اختیار کر لی۔ فریڈی اسے چند لمبے غصیلی نظروں سے دیکھتا رہا پھر وہ اپنی مخصوص کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ کالٹر ابھی تک کھڑا تھا۔

”اب کھڑے کیوں ہو نانسس۔ بیٹھو“..... فریڈی نے کہا تو کالٹر ایک طویل سانس لیتا ہوا اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ فریڈی نے سامنے رکھا ہوا ٹیلی فون سیٹ اپنے قریب رکھا اور پھر وہ رسیور کان سے لگا کر نمبر پر پریس کرنے لگا۔

”جیڑاٹ بول رہا ہوں“..... رابطہ ملتے ہی دوسری طرف سے مردانہ آواز سنائی دی۔

”فریڈی بول رہا ہوں“..... فریڈی نے کرخت لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ یس باس۔ حکم“..... فریڈی کی آواز سنتے ہی دوسری طرف موجود جیڑاٹ نے یلکھت مودبانہ لہجے میں کہا۔

”پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے عمران کے بارے میں جانتے ہو“..... فریڈی نے اسی انداز میں کہا۔

”یس باس۔ یہ ایک ایسی عفریت کا نام ہے جس کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا کا انتہائی ذہین اور مافوق الفطرت صلاحیتوں کا حامل ایجنٹ ہے جو قطعی طور پر ناقابلِ تسخیر سمجھا جاتا ہے۔ اور.....“ جیڑاٹ نے اس کی بات سنتے ہی عمران کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔

”میں نے تمہیں اس کی تعریفیں کرنے کے لئے کال نہیں کیا ہے نانسس“..... فریڈی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”یس باس۔ کیا حکم ہے میرے لئے“..... جیڑاٹ نے فوراً سنبھل کر کہا۔

”اس کے بارے میں اطلاعات ہیں کہ وہ پاکیشیا سے نکل چکا ہے اور کسی بھی وقت ساڈان پہنچ رہا ہے۔ وہ کس فلائٹ اور کس میک اپ میں آئے گا اس کے بارے میں ابھی پتہ نہیں چل سکا ہے لیکن یہ کفرم ہے کہ وہ ساڈان پہنچ رہا ہے اور اس کے ساتھ اس کا شاگرد ٹائیگر بھی ہے“..... فریڈی نے کہا۔

”اوہ۔ تو کیا وہ بلیک اسپارک کے خلاف کام کرنے کے لئے یہاں آ رہا ہے“..... جیراٹ نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اور تم اس کی وجہ جانتے ہو“..... فریڈی نے کہا۔

”اوہ۔ تو کیا وہ سربراہیم کو آزاد کرانے کے لئے آ رہا ہے“..... جیراٹ نے کہا۔

”اس کے علاوہ ان کا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے نانسس“۔ فریڈی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”لیس باس۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے“..... جیراٹ نے فوراً کہا۔

”فوری طور پر اپنے گروپ کو لے جاؤ اور انتہائی خفیہ طور پر پاکیشیائی سفارت خانے اور ساڈان کی سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کا محاصرہ کر لو۔ میری اطلاع کے مطابق عمران کو ساڈان کی سیکرٹ سروس کے چیف کرنل فلک جاہ نے بلایا ہے۔ عمران اور اس کا شاگرد ٹائیگر پاکیشیائی سفارت خانے میں جانے کے ساتھ ساتھ کرنل فلک جاہ سے بھی ملنے جائیں گے۔ وہ جہاں بھی دکھائی دیں

انہیں فوراً ٹارگٹ کرو۔ یاد رکھنا انہیں ساڈان سے کسی بھی صورت میں زندہ واپس نہیں جانا چاہئے“..... فریڈی نے انتہائی سخت لہجے میں جیراٹ کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

”لیس باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی“..... جیراٹ نے کہا۔

”نہیں نے تمہیں خصوصی طور پر ساڈانی سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کی لوکیشن بتائی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ ساڈانی سیکرٹ سروس کا چیف کون ہے اور اس کی رہائش گاہ کہاں ہیں۔ عمران تک پہنچنے کے لئے اگر تم کرنل فلک جاہ کی نگرانی کرو گے تو وہ تمہیں آسانی سے مل جائے گا“..... فریڈی نے کہا۔

”اگر عمران کرنل فلک جاہ کے ساتھ ہوا تو پھر کرنل فلک جاہ کا کیا کرنا ہے“..... جیراٹ نے پوچھا۔

”اسے بھی ہلاک کر دینا۔ وہ بھی یہاں ہمارے خلاف کافی پر پرزے نکال رہا ہے۔ عمران کے ساتھ ساتھ اس کا بھی قصہ تمام کر دو“..... فریڈی نے کہا۔

”لیس باس۔ حکم کی تعمیل ہوگی“..... جیراٹ نے کہا۔

”اور سنو۔ مجھے عمران، اس کے شاگرد ٹائیگر اور ساڈانی سیکرٹ سروس کے چیف کرنل فلک جاہ کی ہلاکت کی تصدیق شدہ خبر ملنی چاہئے۔ انہیں ہلاک کرنے کے لئے اگر تمہیں ساڈان میں قتل و غارت گری بھی کرنی پڑے تو کرنا لیکن ان تینوں کو فاسٹ سیکشن کے ہاتھوں کسی بھی صورت میں نہیں بچنا چاہئے۔ سمجھ گئے تم“۔

فریدی نے اسی طرح انتہائی کرجت لہجے میں کہا۔
 ”یس باس سمجھ گیا“..... حیراٹ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
 ”اونکے۔ اب اپنے گروپ کے ساتھ فوراً روانہ ہو جاؤ۔“
 فریدی نے کہا اور ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اب
 اس کے چہرے پر قدرے اطمینان کے تاثرات تھے جیسے اسے یقین
 ہو کہ حیراٹ نہ صرف عمران اور اس کے ساتھی ٹائیگر کا سراغ لگا
 لے گا بلکہ وہ ان دونوں کے ساتھ ساتھ ساڈانی سیکرٹ سروس کے
 چیف کرنل فلک جاہ کی ہلاکت کی بھی جلد خبر دے گا۔

عمران نے پاکیشیا میں پیش آنے والے حالات کے پیش نظر
 انتہائی محتاط رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس نے پہلے چاڈ کے راستے
 ساڈان پہنچنا تھا لیکن پاکیشیا میں ہونے والے حملے سے وہ محتاط ہو
 گیا تھا اور اسے یقین تھا کہ بلیک اسپارک ایجنسی اگر اس کے اور
 ٹائیگر کے پیچھے لگ گئی تو وہ انہیں قبروں میں پہنچا کر ہی دم لیں
 گے۔ اسے چونکہ تیز رفتاری سے کام کرتے ہوئے پاکیشیائی وزیر
 خارجہ سر ابراہیم کو بازیاب کرانا تھا اس لئے وہ اپنی ساری توجہ اسی پر
 مبذول رکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے چاڈ پہنچ کر مزید چند
 ممالک کے ٹرانزٹ ویزے حاصل کئے تھے اور پھر وہ مختلف ممالک
 سے میک اپ بدل بدل کر ساڈان پہنچا تھا۔

ساڈان میں اسے پاکیشیا سیکرٹ سروس کا فارن ایجنٹ رسیو
 کرنے آیا ہوا تھا لیکن عمران نے فارن ایجنٹ سے بھی ملاقات نہ
 کی تھی اور اسے بتائے بغیر خاموشی سے ایئر پورٹ سے نکل گیا تھا۔

ایک عام سے ہوٹل میں رہائش حاصل کرنے کے بعد اس نے خاموشی سے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ اس وقت وہ کرنل فلک جاہ کی رہائش گاہ میں تھا۔ اس نے کرنل فلک جاہ سے رابطہ کیا تھا اور خفیہ طور پر اس کی رہائش گاہ پہنچ گیا تھا۔ کرنل فلک جاہ نے اس کا شایان شان استقبال کیا اور پھر وہ اسے لے کر سٹنگ روم میں آ گیا۔

عمران نے ٹائیگر کو ایک اہم کام کے لئے بھیج دیا تھا اور اکیلا ہی کرنل فلک جاہ کے پاس آ گیا تھا۔ عمران اور کرنل فلک جاہ کا موضوع ظاہر ہے پاکیشیائی وزیر خارجہ سر ابراہیم ہی تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وزیر خارجہ کے اغوا کا مقصد کیا ہے؟..... عمران نے سامنے بیٹھے ہوئے کرنل فلک جاہ سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا۔

”یہ بات تو آپ کے علم میں بھی ہوگی کہ وزیر خارجہ یہاں کس مقصد کے لئے آئے تھے؟..... کرنل فلک جاہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ وہ ایک نئے مسلم بلاک کی تشکیل کے سلسلے میں کام کر رہے ہیں؟..... عمران نے کہا۔

”جی ہاں اور ان کے یہاں آنے کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ ساڈان میں مسلم ممالک کے سربراہان ایک خصوصی کانفرنس میں شرکت کے لئے پہنچنے والے تھے اس لئے آپ کے وزیر خارجہ نے

ان سے الگ الگ ملاقات کر کے انہیں بھی اپنے مشن میں شامل کرنے کا پروگرام بنایا ہوا تھا۔ اس سلسلے میں ان کی پہلے بھی مسلم ممالک کے ان سربراہان سے ملاقات ہو چکی تھی اور وہ نئے مسلم بلاک پر ان سے کھل کر بات کر چکے تھے اور ان کی تائید بھی حاصل کر چکے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے جن جن مسلم ممالک کے سربراہان سے ملاقات کی تھی۔ ان ملاقاتوں کے تمام نتائج ان کے سامنے تھے اور وہ ساڈان میں ہونے والی مسلم کانفرنس میں ان نتائج کا اعلان بھی کرنے والے تھے کہ کون کون سے مسلم ملک کے سربراہ ان کے مشن کے حامی ہیں اور کون مخالف۔ اس لئے میرے خیال کے مطابق پاکیشیائی وزیر خارجہ کو اغوا کرنے کا مقصد ان مذاکرات کے نتائج حاصل کرنے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔“

کرنل فلک جاہ نے کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھیجنے لے۔

”ہونہہ۔ تو کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انہیں مذاکرات کے نتائج حاصل کرنے کے لئے اغوا کیا گیا ہے؟..... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”بالکل۔ میں نہیں سمجھتا اس کے علاوہ کوئی اور بات ہو سکتی ہے؟..... کرنل فلک جاہ نے جواب دیا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ مسلم بلاک سے متعلق جتنے بھی مذاکرات ہوئے ہیں وہ اب راز میں نہیں رہے؟..... عمران نے اسی انداز میں کہا۔ اس کے چہرے پر اب تشویش کے تاثرات اور زیادہ

نمایاں ہو گئے تھے۔

”ہاں۔ ہو سکتا ہے لیکن اگر آپ کے وزیر خارجہ مضبوط قوت ارادی اور قوت برداشت کے مالک ہیں تو یہ راز آسانی سے فاش نہیں ہو سکے گا“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”وہ کس طرح“..... عمران نے چونک کر پوچھا۔

”میری معلومات کے مطابق وزیر موصوف کو سختی سے ہدایات کی گئی تھی کہ وہ مذاکرات کو صرف اپنے دماغ تک ہی محدود رکھیں انہیں تحریر میں لانے کی قطعی ضرورت نہیں۔ ابھی مسلم ممالک کے سربراہان سے ہونے والے مذاکرات ابتدائی مراحل میں ہیں۔ انہیں تحریر میں لانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ اس لئے ہر مسلم ملک کے سربراہ کا جواب جو مثبت بھی ہو سکتا ہے اور منفی بھی اس کے بارے میں سوائے ان کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اگر وہ مضبوط قوت ارادی کے مالک ہوئے تو کوئی بھی ان کی زبان نہیں کھلوا سکے گا اور اگر وہ مجرموں کے سامنے ٹوٹ گئے تو پھر مشکل ہو جائے گی اور یہ راز اوپن ہو جائے گا“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”ہونہر۔ ان کے اغوا کے بارے میں تحقیقات کہاں تک پہنچی ہے“..... عمران نے پوچھا۔ اس کے چہرے پر سوچ کی لکیریں پھیل گئی تھیں۔

”ہم ابھی ان کاروں اور اس بند باڈی والی وین کے بارے میں معلوم نہیں کر سکے ہیں جنہیں سربراہیم کے اغوا کے لئے

استعمال میں لایا گیا تھا۔ لیکن میرے آدمی اس معاملے میں دن رات کام کر رہے ہیں تاکہ سربراہیم یا پھر بلیک اسپارک کا کوئی نہ کوئی کلیو مل جائے“۔ کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”آپ کو کوئی تو کلیو ملا ہوگا“..... عمران نے کہا۔

”اس سلسلہ میں آپ میجر ابدال سے بالمشانہ بات کر لیں۔

وہی تحقیقاتی آفیسر ہے۔ میں نے انہیں آپ ہی کی وجہ سے یہاں بلایا ہے“..... کرنل فلک جاہ نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ عمران کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو اس کی آمد کے بارے میں علم ہو اور وہ اپنی ناگواری کو دبا نہ سکا۔

”شاید آپ کو ہدایات نہیں ملی ہیں کہ میرے بارے میں کسی کو نہ بتایا جائے“..... عمران نے کہا۔

”ہدایات ملی تھیں اور میجر ابدال کو بلا تے وقت میں نے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ وہ اس بات سے واقف نہ ہو سکے کہ اسے کیوں بلایا گیا ہے“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”اگر پہلے سے واقف نہیں ہے تو کیا ہوا اب ہو جائے گا“۔

عمران نے بڑبڑا کر کہا اور پھر خاموش ہو گیا۔

”تب آپ اس سے کسی قسم کی بات نہ کریں۔ میں اپنے طور پر

بات کر لوں گا“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”اوکھلی میں سر دیا ہے تو موسلوں سے کیا ڈرنا۔ اب جو ہو گا

دیکھا جائے گا۔ آنے دیں انہیں۔ میں خود ہی ان سے بات کروں گا۔ ممکن ہے کوئی کلیو مل ہی جائے..... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”جیسا آپ چاہیں..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”میرے خیال میں اغوا کی خبر رازداری میں رکھنے کی درخواست مقامی حکام نے کی ہوگی..... عمران نے پوچھا۔

”ہاں۔ سربراہیم کا اغوا ہماری سیکورٹی کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے اس کے علاوہ پاکیشیائی حکام کی بھی یہی خواہش تھی اس لئے خبر کو دبا دیا گیا ہے۔“ کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”یہ بہت ہی اچھا ہوا ہے۔ اگر سربراہیم کے اغوا کی خبر لیک ہو جاتی تو انہوں نے جن اسلامی ممالک کے سربراہان سے بات کی تھی وہ یقیناً پریشان ہو جاتے..... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور سوچ میں ڈوب گیا۔ کرنل فلک جاہ بھی میز کی چمکدار سطح کو گھورتے ہوئے سوچنے لگے۔ سوچ کا سلسلہ زیادہ طویل ثابت نہیں ہوا تھا۔

”یہاں پر آپ کہاں ٹھہرے ہیں عمران صاحب.....“ کرنل فلک جاہ نے پوچھا۔

”خیابان ہوٹل کے تھرڈ فلور کے روم نمبر ایٹ میں۔ کیوں کوئی خاص بات..... عمران نے چونک کر کہا۔

”صرف اس لئے پوچھ لیا تاکہ ضرورت پڑنے پر آپ کو

ڈھونڈھنے میں دشواری نہ ہو۔ نہ معلوم حالات کب کیا صورت اختیار کر لیں.....“ کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”کیا آپ کے ذہن میں کوئی خاص بات ہے..... عمران نے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میرے ذہن میں تو کوئی بات نہیں ہے البتہ مقامی حکام کا خیال ہے کہ سربراہیم کو بھاری تادان کی وصولی کے لئے اغوا کیا گیا ہے۔ ممکن ہے جلد یا بدیر اغوا کرنے والے ان کی رہائی کے سلسلے میں کوئی بارگیننگ کرنے کی کوشش کرے.....“ کرنل فلک جاہ نے آہستہ سے کہا۔

”اور آپ کا کیا خیال ہے..... عمران نے پوچھا۔

”میں آپ کو بتا چکا ہوں.....“ کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”لیکن اس معاملے میں بلیک اسپارک کیوں ملوث ہے۔ اس تنظیم کو اس بات سے کیا غرض ہو سکتی ہے کہ پاکیشیائی وزیر خارجہ مسلم ممالک کے سربراہان سے کسی خاص مقصد کے لئے ملاقاتیں کرتے پھر رہے ہیں.....“ عمران نے کہا۔

”یہ ضروری تو نہیں ہے کہ بلیک اسپارک تنظیم نے سربراہیم کو اپنی مرضی سے ہی اغوا کیا ہو.....“ کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”کیا مطلب۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں.....“ عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”بلیک اسپارک ایک بین الاقوامی مجرم تنظیم ہے جو ہر قسم کے

کرائم میں ملوث رہتی ہے۔ اس تنظیم کے سیکشن پوری دنیا میں موجود ہیں جن میں کرائے کے قاتلوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ وہ ملک کی علیٰ شخصیات کو خود بھی اغوا کرتے ہیں اور کثیر معاوضے کے عیوض وہ دوسروں کے لئے بھی یہ کام کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ سربراہیم کو اغوا کرنے کے لئے بلیک اسپارک تنظیم کے کسی خاص سیکشن کو کسی نے ہار کیا ہو..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”ہاں۔ یہ بات ممکن ہے۔ کیا آپ اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس مقصد کے لئے بلیک اسپارک تنظیم کو کس نے ہار کیا ہو گا..... عمران نے کہا۔

”میں یہی کھوج لگانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن ابھی تک مجھے اس سلسلے میں کوئی حوصلہ افزاء رپورٹ نہیں ملی ہے۔ البتہ میں ایک اشارہ ضرور دے سکتا ہوں آپ کو..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”آپ کو اشارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے جناب۔ مجھے معلوم ہے کن لوگوں نے سربراہیم کو اغوا کرایا ہے..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو کرنل فلک جاہ بے اختیار چونک پڑا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ.....“ کرنل فلک جاہ کے چہرے پر حیرت امنڈ آئی تھی۔

”ابھی کچھ مت کہیں۔ کوئی بھی مطلب اخذ کرنے کے لئے یہ مناسب وقت نہیں ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے ان کی بات کاٹ کر کہا۔

”میں نے آپ کے بارے میں اور آپ کی ذہانت کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے عمران صاحب۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ آپ کے پاس یقینی طور پر خاص معلومات ہیں ورنہ آپ یہ نہ کہتے کہ آپ اغوا کرنے والوں سے واقف ہیں..... کرنل فلک جاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تو عمران بھی جواباً مسکرا دیا۔

”اگر تم مکھن لگا کر یہ سمجھ رہے ہو کہ میں تمہیں کچھ بتا دوں گا تو یہ تمہاری بھول ہے پیارے..... عمران نے کہا تو کرنل فلک جاہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”میں مکھن نہیں لگا رہا۔ حقیقت بتا رہا ہوں.....“ کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ تم دل سے میری تعریف کر رہے ہو..... عمران نے کہا۔

”جی ہاں.....“ کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”تب بھی میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا.....“ عمران نے اسی انداز میں کہا تو کرنل فلک جاہ ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”ٹھیک ہے۔ نہ بتائیں۔ آپ کی مرضی.....“ کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”اچھا بتاؤ کہ سربراہیم کو اس قدر ٹائٹ سیکورٹی کے باوجود اغوا کیسے کیا گیا تھا.....“ عمران نے کہا۔

”سربراہیم کو ایئر پورٹ سے نہایت عزت و احترام اور مکمل

پروٹوکول کے ہاتھ لایا گیا تھا۔ اعلیٰ حکام کی ہدایات کے مطابق انہیں ساڈان کے سیون سٹار ہوٹل البریا میں ٹھہرایا جانا تھا جہاں دوسرے ممالک کے سربراہوں اور وزراء کو لایا جانا تھا۔ ساڈان میں سب سے پہلے پہنچنے والے سربراہیم ہی تھے جو پاکیشیا کی نمائندگی کرنے کے لئے یہاں پہنچے تھے۔ ایئر پورٹ سے ہوٹل جاتے ہوئے ایک نسبتاً سنسان راستے میں سڑک پر بھاری پتھر اور درخت گرا کر سڑک بلاک کر دی گئی تھی۔ جیسے ہی سیکورٹی اہلکاروں اور معزز مہمان کی کاریں اس مقام پر آکر رکیں اس وقت سڑک کی سائیڈوں پر رکھے ہوئے بم بلاسٹ ہونا شروع ہو گئے۔ یہ بے ہوشی کی گیس والے بم تھے۔ جن کے بلاسٹ ہوتے ہی ہر طرف دھواں ہی دھواں پھیل گیا تھا۔ ظاہر ہے حملہ قطعی غیر متوقع تھا اس لئے کوئی دفاع نہیں کیا جاسکا۔ نتیجے میں گیس کی زد میں آنے والا ہر شخص ہوش و حواس کھو بیٹھا اور جب ان کے حواس درست ہوئے تو وزیر خارجہ سربراہیم غائب تھے..... کرنل فلک جاہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کیا ان کے ساتھ کسی اور کو بھی اغوا کیا گیا تھا؟..... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ ان کے علاوہ کسی اور کو اغوا نہیں کیا گیا تھا۔“ کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”سربراہیم اپنے ساتھ جو سامان لائے تھے۔ میرا مطلب ہے

اپنا بریف کیس یا کوئی سفری بیگ۔ کیا اغوا کنندگان وہ بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے؟..... عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ سربراہیم کے ساتھ ایک بریف کیس تھا جس میں ظاہر ہے ان کا ہی سامان ہو سکتا ہے۔ وہ بھی ہمیں نہیں ملا تھا..... کرنل فلک جاہ نے کہا تو عمران گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ کرنل فلک جاہ خاموشی سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔ اچانک میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کی مترنم گھنٹی بج اٹھی تو وہ دونوں چونک پڑے۔ کرنل فلک جاہ نے ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن پر لین کر دیا۔

”ییس..... کرنل فلک جاہ نے شائستہ لہجے میں کہا۔

”میجر ابدال تشریف لے آئے ہیں جناب.....“ انٹرکام سے کرنل فلک جاہ کی پرسنل سیکرٹری کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ ایک منٹ.....“ کرنل فلک جاہ نے کہا اور پھر وہ عمران کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ عمران نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔

”ٹھیک ہے۔ اسے اندر بھیج دو.....“ عمران کا اشارہ پا کر کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”ییس سر.....“ پرسنل سیکرٹری نے اسی طرح مودبانہ لہجے میں کہا تو کرنل فلک جاہ نے انٹرکام آف کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک کچم شیم، قد آور، خوش شکلا اور خوش پوش آدمی اندر داخل

ہوا۔ عمران اور کرنل فلک جاہ کی نظریں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ عمران کی جہاندیدہ اور تجربہ کار نظروں نے آن واحد میں بھانپ لیا کہ میجر ابدال ذہین بھی ہے، فرض شناس بھی۔ میجر ابدال نے کرنل فلک جاہ کو فوجی انداز میں سیلوٹ کیا اور اس کے سامنے موبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

”بیٹھو“..... کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”شکریہ جناب“..... میجر ابدال نے کہا پھر وہ ایک کرسی پر اس انداز میں بیٹھ گیا جیسے اشارہ ملتے ہی اٹھ کر بھاگ نکلے گا۔

”کیا یہاں سے کچھ اٹھا کر بھاگنے کا ارادہ ہے میجر“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو میجر ابدال بے اختیار چونک پڑا۔

”جی۔ کیا مطلب۔ میں کچھ سمجھا نہیں“..... میجر ابدال نے اس کی جانب حیرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات تھے۔

”اگر اٹھ کر بھاگنے کا کوئی ارادہ نہ ہو تو آرام سے بیٹھو۔ تم تو ایسے بیٹھے ہو جیسے میز پر پڑی ہوئی کوئی قیمتی چیز اٹھا کر فوراً بھاگ جانا چاہتے ہو“..... عمران نے اسی طرح مسکراتے ہوئے اپنے مخصوص لہجے میں کہا تو کرنل فلک جاہ بے اختیار ہنس پڑا۔

”مم۔ مم۔ میں۔ میں آرام سے بیٹھا ہوں جناب“..... میجر ابدال نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یہ علی عمران ہیں میجر ابدال۔ آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی جو سر

ابراہیم صاحب کے اغوا کی تحقیقات کے لئے آئے ہیں۔“ کرنل فلک جاہ نے کہا۔

”اودہ۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی“..... میجر ابدال نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اس کی آنکھوں میں مسرت اور خلوص کی ہلکی سی چمک ابھری تھی۔

”تم پہلے آدمی ہو جسے مجھ سے مل کر خوشی ہوئی ورنہ لوگ عموماً مجھ سے مل کر ناخوش ہی ہوتے ہیں“..... عمران نے اسی طرح سے مسکراتے ہوئے کہا تو میجر ابدال نہ چاہتے ہوئے بھی بے اختیار ہنس پڑا۔

”جی نہیں۔ آپ سے مل کر سب ہی خوش ہوتے ہیں۔ میں نے ہمیشہ آپ کی تعریف ہی سنی ہے“..... میجر ابدال نے خوش دلی سے کہا۔

”کس نے کی ہے میری تعریف“..... عمران نے کہا۔

”کرنل صاحب سے جب بھی آپ کی بات ہوتی ہے تو یہ ہمیشہ آپ کے قصے ہی سناتے ہیں اور آپ کے کارناموں کی تعریفیں ہی کرتے ہیں“..... میجر ابدال نے کہا۔

”چلو۔ تم کہتے ہو تو میں مان لیتا ہوں۔ اب تم یہ بتاؤ کہ کیا میرے چند سوالوں کے جواب دینا پسند کرو گے“..... عمران نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

”کیوں نہیں۔ پوچھیں“..... میجر ابدال نے اطمینان کی گہری

سائنس لیتے ہوئے کہا۔

”اب تک کیا رپورٹ ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”حقیقت یہ ہے کہ ہم ابھی تک کوئی ٹھوس بات نہیں معلوم کر سکے ہیں۔ وسیع پیمانے پر تفتیش کی جا رہی ہے لیکن ابھی تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا“..... میجر ابدال نے کہا۔

”آپ کو اس بات کا کیسے علم ہوا تھا کہ سر ابراہیم کو کسی بند باڈی والی وین میں ڈال کر لے جایا گیا تھا اور وہاں باقاعدہ کاریں بھی آئی تھیں“..... عمران نے پوچھا۔

”جس سٹاپ پر سر ابراہیم کو اغوا کرنے کے لئے بے ہوشی کی گیس فائر کی گئی تھی وہاں چند کاروں اور ایک بند باڈی والی وین کے ٹائروں کے نشانات بھی ملے تھے جناب“..... میجر ابدال نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کرنل صاحب کے کہنے کے مطابق یہ سارا واقعہ ایک ویران سڑک پر ہوا تھا لیکن یہ ضروری تو نہیں ہے کہ وہ سڑک ہر وقت ویران ہی رہتی ہو۔ ظاہر ہے وہاں سے ٹریفک گزرتی ہوگی تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ نے جن کاروں اور وین کے ٹائروں کو چیک کیا ہو وہ پہلے سے ہی گزری ہوئی گاڑیوں کے ہوں“..... عمران نے کہا۔

”آپ نے بہت اچھا سوال کیا ہے جناب“..... میجر ابدال نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو پھر آپ بھی اس کا اچھا سا جواب دے دیں“..... عمران نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔

”جس راستے پر یہ ساری کارروائی ہوئی ہے۔ وہ ایک مخصوص سڑک ہے جسے ہم نے سیکرٹ وے بنایا ہوا ہے تاکہ اہم ترین ہستیوں کو خفیہ طور پر ان کے مخصوص ٹھکانے پر پہنچایا جائے چونکہ ہمارے نزدیک سر ابراہیم کی شخصیت انتہائی اہمیت کی حامل تھی اس لئے ہم نے انہیں اسی مخصوص وے سے لے جانے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے باوجود نجانے کیسے اغوا کرنے والوں کو اس سیکرٹ وے کا علم ہو گیا اور وہ ہم سے پہلے ہی وہاں پہنچ کر رک گئے تھے اور پھر جیسے ہی ہم سر ابراہیم کو لے کر وہاں پہنچے تو انہوں نے اٹیک کر دیا“..... میجر ابدال نے کہا۔

”اگر وہ سیکرٹ وے تھا تو اس کی حفاظت کے لئے وہاں آپ نے اپنے آدمیوں کو کیوں تعینات نہ کیا تھا“..... عمران نے کہا۔

”ہمارا خیال تھا کہ اس وے کے بارے میں کوئی نہیں جانتا اس لئے ہم نے وہاں کبھی کوئی سیکورٹی تعینات نہیں کی تھی“۔ میجر ابدال نے جواب دیا۔

”تو پھر جن کاروں اور بند باڈی والی وین کے ٹائروں کے آپ کو نشانات ملے ہیں کیا وہ کاریں اور وین فضا میں تحلیل ہو گئی ہیں“..... عمران نے پوچھا۔

”کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جناب۔ اغوا کرنے کے بعد انہیں

اتنا موقع مل گیا تھا کہ وہ اپنی کاروں کو پوشیدہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ گیس کا ایک کرنے کے بعد ان لوگوں کو فرار ہونے میں صرف دو منٹ لگے تھے..... میجر ابدال نے بتایا تو عمران ایک طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ پھر اچانک ہی اس طرح چونکا جیسے اسے جھٹکا لگا ہو۔ اس نے سر اٹھایا اور کسی چیز کی تلاش میں نظریں دوڑانے لگا۔ ظاہر ہے اس کی یہ کوشش کرنل فلک جاہ اور میجر ابدال سے بھی چھپی نہ رہ سکی تھی۔

”کیا تلاش کر رہے ہیں..... کرنل فلک جاہ نے تیزی سے پوچھا۔

”وو۔ وو۔ واش روم..... عمران نے کرسی چھوڑتے ہوئے کہا تو کرنل فلک جاہ اور میجر ابدال چونک پڑے اور حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

”ارے۔ میری طرف بعد میں دیکھتے رہنا۔ بتائیں کہاں ہے واش روم ورنہ.....“ عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”وہ ادھر کونے میں.....“ کرنل فلک جاہ نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ عمران تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ اندر داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کیا اور ہاتھ اوپر کر کے وایچ ٹرانسمیٹر کا ونڈ بٹن باہر کی طرف کھینچ لیا۔ اسے اچانک ہی کلائی پر ضربیں لگتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں اسی لئے اس نے فوراً واش روم کا رخ کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وایچ ٹرانسمیٹر پر اسے کال کرنے والا

ٹائیگر ہی ہو سکتا ہے۔

عمران نے وایچ ٹرانسمیٹر آن کیا۔ دوسری طرف سے اسے ٹائیگر اور چند افراد کے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں تو وہ بے اختیار چونک پڑا اور پھر وہ خاموشی سے ان کی باتیں سننے لگا۔ ٹائیگر کچھ ایسے افراد کے ساتھ موجود تھا جو اس کی جان کے دشمن بنے ہوئے تھے اور ان کی باتیں سن کر عمران کے جسم میں سنسناہٹ سی دوڑتی چلی گئی۔ عمران نے فوراً ٹرانسمیٹر کا والیوم انتہائی کم کیا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ عمران کو اتنی جلدی باہر آتے دیکھ کر دونوں کو حیرت ہوئی تھی لیکن ٹائیگر کا پیغام ملنے کے بعد عمران کو کسی بات کی پروا نہیں رہ گئی تھی۔

”آپ کے پاس کار ہے میجر ابدال.....“ عمران نے میجر ابدال سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”جی ہاں.....“ میجر ابدال نے تحیر آمیز انداز میں عمران کی جانب دیکھتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔

”دیری گڈ۔ کھڑے ہو جاؤ.....“ عمران نے کہا۔

”کہاں جا رہے ہیں.....“ کرنل فلک جاہ نے چونکتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

”بعد میں بتاؤں گا.....“ عمران نے کرنل فلک جاہ کی طرف دیکھتے ہوئے لا پرواہی سے کہا۔

”آخر ہوا کیا ہے جو آپ اس طرح بھاگ رہے ہیں.....“

کرتل فلک جاہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ابھی تو کچھ نہیں ہوا ہے لیکن زچہ ہسپتال پہنچ چکی ہے اس لئے کچھ نہ کچھ ہونے کے امکانات ضرور پیدا ہو گئے ہیں۔ کھڑے ہو جاؤ میجر ابدال میرے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت نہیں ہے..... عمران نے پہلے کرتل فلک جاہ سے اور پھر میجر ابدال سے مخاطب ہو کر کہا۔ میجر ابدال نے کرتل فلک جاہ کی طرف دیکھا تو کرتل فلک جاہ نے اثبات میں سر ہلا دیا اور میجر ابدال فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ان دونوں نے کرتل فلک جاہ سے اجازت لی اور پھر کمرے سے باہر نکل آئے۔ کچھ دیر کے بعد عمران میجر ابدال کی مخصوص کار میں سائیڈ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور میجر ابدال اس کے بتائے ہوئے راستوں پر تیزی سے کار دوڑائے لئے جا رہا تھا۔

دستک کی آواز سن کر ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا۔ عمران اسے اپنے ساتھ نہ لے گیا تھا۔ اس نے ٹائیگر کے ذمہ ایک کام لگایا تھا جسے پورا کرنے کے بعد ٹائیگر واپس آ گیا تھا اور وہ عمران کا انتظار کر رہا تھا۔ عمران کو گئے کافی دیر ہو چکی تھی۔

ٹائیگر کے پاس چونکہ کرنے کے لئے کوئی کام نہ تھا اس لئے اس نے کمرے میں رکھا ہوا ٹیلی ویژن آن کر لیا تھا اور ایک فکشن مووی دیکھنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ ابھی وہ مووی دیکھ ہی رہا تھا کہ دستک کی آواز سن کر وہ چونک پڑا۔ چند لمحے وہ دستک دینے والے کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کیونکہ دستک دینے کا انداز عمران کے انداز سے قطعی مختلف تھا۔

”کون ہو سکتا ہے“..... ٹائیگر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ دستک دینے والے کا انداز بے حد مہذبانہ تھا۔ جب ٹائیگر کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکا تو اسے دروازہ کھولنے کے لئے اٹھنا ہی پڑا کیونکہ مہذبانہ

انداز میں دی جانے والی دستک کا سلسلہ مسلسل جاری تھا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر لاک کھول کر اس نے ہینڈل گھمایا۔ ابھی دروازے میں دراز بھی نہیں بنی تھی کہ باہر سے دروازے کے پٹ کو اتنی قوت کے ساتھ دھکیلا گیا کہ ٹائیگر اچھل کر پیچھے فرش پر بچھے قالین پر جا گرا۔ دروازہ زور دار دھماکے سے کھلا اور تین آدمی جن کے ہاتھوں میں مشین پستل تھے۔ یکجہت اچھل اچھل کر اندر گھس آئے انہوں نے دروازہ بند کرنے میں بھی پھرتی دکھائی تھی۔ ٹائیگر برق رفتاری سے کھڑا تو ہو گیا لیکن اپنی جانب مشین پستلوں کی انہی ہوئی نالیں دیکھ کر وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔

”کیا مطلب۔ کون ہو تم“..... ٹائیگر نے ان کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”تمہاری موت“..... ان میں سے ایک نے خونخوار بھیڑیے کی طرح غراتے ہوئے کہا۔

”میری موت۔ کیوں۔ میں نے کیا کیا ہے“..... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ ہم تمہیں بعد میں بتائیں گے کہ تم نے کیا کیا ہے اور کیا نہیں کیا۔ فی الحال تو تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہے“..... دوسرے آدمی نے بھی اسی انداز میں کہا۔

”کہاں چلنا ہے۔ تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ہمارے ساتھ چلو پھر خود ہی دیکھ لینا کہ ہم تمہیں کہاں لے جاتے ہیں“..... پہلے آدمی نے اسی انداز میں کہا۔

”نہیں۔ میں تم لوگوں کو نہیں جانتا۔ اس لئے کہیں جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر تمہیں مجھ سے کچھ کہنا ہے تو یہیں کہہ دو“..... ٹائیگر نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

”یہ دیکھ رہے ہو میرے ہاتھ میں“..... پہلے آدمی نے مشین پستل لہرا کر سانپ کی مانند پھنکارتے ہوئے کہا۔

”ہونہ۔ یہ کھلونا میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا“۔ ٹائیگر نے شانے اچکا کر لاپرواہی سے کہا۔

”شرافت سے ہمارے چلو ورنہ ہم دوسرا طریقہ استعمال کر سکتے ہیں“..... دوسرے آدمی نے بھی اسی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔

”پہلے بتاؤ تو سہی کہ آخر تم ہو کون“..... ٹائیگر نے چڑچڑے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ جواب دینے کی بجائے تینوں خونخوار نظروں سے اسے گھورنے لگے۔ ان کی آنکھوں میں کچھ ایسی ہی درندگی اور سفاکی تھی کہ ٹائیگر کو جسم میں سردی کی لہریں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال برق کوندے کی مانند لپکا اور اس نے غیر محسوس طور پر گھڑی کا ونڈ مٹن باہر کھینچ لیا۔

”تم دونوں خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہو۔ اسے بے ہوش کرو اور اپنے ساتھ لے چلو“..... تیسرے آدمی نے قدیم عبرانی

زبان میں اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”تم پاگل تو نہیں ہو گئے راجر۔ بے ہوش کرنے کے بعد کیا
 جیب میں رکھ کر اسے یہاں سے لے جاؤ گے“..... پہلے آدمی نے
 اپنے ساتھی کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”تب اسے ختم کر دو“..... راجر نے کہا۔

”ہونہ۔ اگر یہ چلنے پر تیار نہ ہوا تو یہی کیا جائے گا۔ میں تمہیں
 ساتھ چلنے کے لئے ایک منٹ دیتا ہوں۔ دوسری صورت میں تمہیں
 شوٹ کرنے سے دریغ نہیں کیا جائے گا“..... ان میں سے ایک
 نے پہلے اپنے ساتھی سے پھر ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیا بکواس ہے۔ کیا اس ملک میں آئے ہوئے سیاحوں کے
 ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاتا ہے“..... ٹائیگر نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”اگر مہمان خطرناک ہوں تو اس سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا
 ہے اور اب ذرا جلدی سے فیصلہ کر لو کہ تمہیں زندگی یا موت دونوں
 میں سے کس کی زیادہ ضرورت ہے“..... راجر نے خونخوار انداز میں
 کہا۔

”کیا تمہارا تعلق کسی سرکاری ایجنسی سے ہے“..... ٹائیگر نے
 پوچھا۔

”ہاں۔ ایسا ہی سمجھ لو“..... دوسرے آدمی نے اسی طرح غصیلے
 لہجے میں کہا۔

”آخر تم مجھے کس لئے لے جانا چاہتے ہو۔ اگر رقم درکار ہے تو

وہ یہاں بھی دی جاسکتی ہے“..... ٹائیگر نے اسی انداز میں کہا۔
 ”بکومت۔ چلتے ہو یا فائرنگ کروں“..... دوسرے آدمی نے
 غراتے ہوئے کہا۔ ٹائیگر الجھن میں پڑ گیا۔ کیا کرے کیا نہ کرے۔
 اس نے ٹرانسمیٹر پر سبز رنگ کا بلب جلتا ہوا دیکھ لیا تھا جس کا
 مطلب واضح تھا کہ عمران نے اس کی کال رسیو کر لی ہے اور وہ ان
 کی باتیں سن رہا ہے۔ اب ٹائیگر سوچ رہا تھا کہ آیا اسے ان کی
 بات مان کر ان کے ساتھ چل دینا چاہئے یا پھر ان سے یہیں نہپٹنا
 چاہئے۔

”ٹھیک ہے۔ میں تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر
 اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ میں تم لوگوں سے خوفزدہ ہو گیا
 ہوں یا کمزور ہوں“..... ٹائیگر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے
 کہا۔

”یہی تمہارے حق میں بہتر ہے“..... راجر نے غراتے ہوئے
 لہجے میں کہا۔

”کم از کم مجھے کوٹ پہننے کی اجازت تو ہوگی“..... ٹائیگر نے
 کہا۔

”کہاں ہے تمہارا کوٹ“..... پہلے آدمی نے پوچھا۔
 ”وہ سامنے کرسی کی پشت پر پڑا ہے“..... ٹائیگر نے سامنے
 کرسی کی پشت پر پڑے ہوئے کوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
 کہا۔

”راجر۔ کوٹ کی تلاشی لو اور پھر لا کر اسے دے دو“..... پہلے آدمی نے کہا تو راجر نے اثبات میں سر ہلایا اور آگے بڑھ گیا۔ اس نے ٹائیگر کو کوٹ اٹھایا اور اس کی جیبوں کی تلاشی لینے لگا۔ ٹائیگر کی جیبوں میں کچھ خاص نہ تھا۔ اس کے باوجود راجر نے ٹائیگر کے کوٹ سے نکلنے والی تمام چیزیں نکال کر اپنی جیب میں منتقل کیں اور پھر وہ کوٹ لے کر ٹائیگر کے قریب آ گیا۔

”یہ لو اپنا کوٹ“..... راجر نے کہا۔ ٹائیگر نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر اس نے اس سے کوٹ لے کر پہن لیا۔

”اب چلو“..... راجر نے ٹائیگر کی کمر سے مشین پسل کی نال لگاتے ہوئے کہا۔ جیسے ہی راجر، ٹائیگر کے عقب میں آیا۔ ٹائیگر بجلی کی سی تیزی سے راجر کی جانب گھوما۔ اس نے راجر کے منہ پر زور مار مارنے کی کوشش کی تھی لیکن یہ دیکھ کر وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گیا کہ راجر ضرورت سے کہیں زیادہ تیز تھا۔ اسے گھومتے دیکھ کر وہ تیزی سے پیچھے ہٹ گیا تھا۔

”زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو ورنہ یہیں تمہاری لاش گرا دوں گا“..... راجر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ ٹائیگر نے کوئی حرکت نہیں کی البتہ انہیں قبر آلودہ نظروں سے ضرور گھورتا رہا۔ پھر وہ ان کے ساتھ کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر دیکھا اور یہ دیکھ کر مطمئن ہو گیا کہ ٹرانسمیٹر کا سبز بلب مسلسل روشن تھا جس کا مطلب تھا کہ عمران کا بدستور اس سے لنک

ہے۔ راجر اور اس کے ساتھی ٹائیگر کے پہلو بہ پہلو چل رہے تھے۔ راجر نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور پھر اس نے باہر جھانک کر دیکھا۔

”باہر کوئی نہیں ہے۔ لے چلو اسے“..... راجر نے کہا اور پھر وہ فوراً کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس نے مشین پسل اپنے لباس کے اندر چھپا لیا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی مشین پسل لباس میں چھپا لئے تھے لیکن ان کی انگلیاں بدستور ٹریگروں پر تھیں۔ اگر ٹائیگر کوئی غلط حرکت کرتا تو وہ فوراً مشین پسل نکال کر اس پر فائرنگ کر سکتے تھے۔

ٹائیگر فی الحال ایسی کوئی حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ ان کے ہمراہ جائے گا اور یہ پتہ لگانے کی کوشش کرے گا کہ یہ اسے کہاں لے جاتے ہیں۔ اس کے خیال کے مطابق ان افراد ہ تعلق سربراہیم کو اغوا کرنے والے گروہ سے تھا اس نے ذہن میں ایک خاص پلان ترتیب دینا شروع کر دیا تھا۔ اسی لئے وہ ان کے ساتھ خاموشی اور اطمینان سے چلا جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ایک کار انہیں لئے ساڈان کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ ٹائیگر کے لئے وہ شہر اجنبی تھا اس لئے اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔

وہ غیر محسوس طور پر بڑبڑانا شروع ہو گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اسے مسلسل بولتے رہنے کی عادت ہو۔ تینوں افراد اسے تیز اور

غصیلی نظروں سے گھور رہے تھے لیکن ٹائیگر مسلسل برے برے منہ بناتا ہوا بڑبڑا رہا تھا جیسے اسے یہ بات شدید بری لگ رہی ہو کہ اسے اس طرح سے اغوا کر کے لے جایا جا رہا ہے جبکہ اس کی بڑبڑاہٹ مخصوص تھی۔ واچ ٹرانسمیٹر آن تھا اور وہ کوڈ ورڈز میں عمران کو مسلسل ان راستوں کے بارے میں بتا رہا تھا جہاں سے اسے لے جایا جا رہا تھا۔

”کہاں چلنا ہے جناب“..... میجر ابدال اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ عمران اسے منزل کے بارے میں بتائے گا لیکن جب خاموشی طویل ہو گئی تو اس سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ پوچھ بیٹھا لیکن عمران نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے کار میں بیٹھتے ہی واچ ٹرانسمیٹر کان سے لگا لیا تھا۔ وہ دوسری طرف ہونے والی باتیں مسلسل سن رہا تھا۔

”عمران صاحب۔ میں آپ سے پوچھ رہا ہوں“..... میجر ابدال نے ایک بار پھر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کس سے پوچھ رہے ہو“..... عمران نے چونک کر اور جان بوجھ کر انجان بننے ہوئے کہا۔

”آپ سے“..... میجر ابدال نے کہا۔

”مجھ سے۔ کیا مطلب۔ مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو“..... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

کہا۔

”یہی جو تم نے پوچھا ہے“..... عمران نے سادہ سے لہجے میں کہا تو میجر ابدال ایک طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا وہ عمران کے انداز سے سمجھ گیا تھا کہ وہ فی الحال اسے کچھ بتانے کے موذ میں نہیں ہے۔

”کیا واقعی ہمیں خیابان ہوٹل جانا ہے“..... میجر ابدال نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

”ہاں۔ کیا تمہیں لکھ کر دوں“..... عمران نے منہ بنا کر کہا۔
”اوہ نہیں۔ میں سمجھا شاید آپ مذاق کر رہے ہیں“..... میجر ابدال نے کہا۔

”مذاق۔ وہ کس خوشی میں۔ تم میرے لنگوٹیئے تو ہونہیں جس سے مذاق کر سکوں۔ اگر بالفرض میں نے تم سے مذاق کیا اور تم نے غصے میں آ کر مجھے کار سے باہر دھکیل دیا تو میرا تو اس قدر تیز رفتار کار سے گر کر کچور ہی نکل جائے گا“..... عمران نے کہا تو میجر ابدال بے اختیار ہنس پڑا۔

”اب تم میری ایک بات کا جواب دو“..... عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”کس بات کا“..... میجر ابدال نے چونک کر کہا۔

”جو میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں“..... عمران نے ایک بار پھر پٹری سے اترتے ہوئے کہا۔

”جانا کہاں ہے“..... میجر ابدال نے پوچھا۔

”وہیں جہاں تم لے جا رہے ہو“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”میں نہیں آپ مجھے لے جا رہے ہیں“..... میجر ابدال نے کہا۔

”میں تمہیں کیسے لے جا سکتا ہوں۔ ڈرائیونگ سیٹ پر تم بیٹھے ہو اور کار بھی تم ڈرائیو کر رہے ہو“..... عمران نے کہا تو میجر ابدال عجیب سی نظروں سے عمران کی طرف دیکھنے لگا جیسے وہ اس کی دماغی صحت کے بارے میں سوچ رہا ہو۔

”پلیز عمران صاحب بتائیں کس طرف جانا ہے“..... میجر ابدال نے جیسے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

”کسی بھی طرف چلے چلو لیکن ایسا راستہ منتخب کرنا جو خیابان ہوٹل کی طرف جاتا ہو“..... عمران نے کہا۔

”ہوٹل خیابان۔ کیا آپ وہاں مقیم ہیں“..... میجر ابدال نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں“..... عمران نے جواب دیا۔

”لیکن آپ اتنی عجلت میں وہاں سے کیوں نکلے تھے۔ کیا کوئی خاص بات ہو گئی تھی“..... میجر ابدال نے کہا۔

”معلوم نہیں“..... عمران نے کہا۔

”کیا معلوم نہیں“..... میجر ابدال نے حیرت بھرے لہجے میں

”کیا پوچھنا چاہتے ہیں“..... میجر ابدال نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ بتاؤ تم نے کبھی بلیک اسپارک کے سیکشن فائیو کے بارے میں سنا ہے“..... عمران نے پوچھا۔
 ”اوہ۔ آپ صہیونی دہشت پسند تنظیم بلیک اسپارک کے سیکشن کے بارے میں پوچھ رہے ہیں“..... میجر ابدال نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں۔ وہی“..... عمران نے کہا۔

”اس سے کیا کام پڑ گیا“..... میجر ابدال نے پوچھا۔

”یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے“..... عمران نے کہا۔

”نام کی حد تک واقف ہوں“..... میجر ابدال نے کہا۔

”کیا وہ تنظیم یہاں سرگرم ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”ممکن ہے ہو۔ لیکن ان معلومات کا تعلق انٹیلی جنس والوں سے

ہے“..... میجر ابدال نے کہا۔

”کیا تم ان لوگوں سے اس انداز میں چند معلومات حاصل کر

سکتے ہو کہ انہیں اس بات کا احساس نہ ہو سکے کہ وہ معلومات کس

سلسلے میں حاصل کی جا رہی ہیں“..... عمران نے کہا۔

”معلومات تو میں حاصل کر لوں گا لیکن رازداری سے کیا حاصل

ہوگا“..... میجر ابدال نے پوچھا وہ الجھن کا شکار تھا۔

”حاصل حصول یا وصول بھی معلوم ہو جائے گا۔ ایک خاص

بات اور ذہن نشین کر لو“..... عمران نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ کیا“..... میجر ابدال نے پوچھا۔

”تم میری آمد کے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤ گے“..... عمران نے کہا۔

”کیا۔ کیا مطلب“..... میجر ابدال نے چونک کر پوچھا۔ لیکن عمران نے جواب نہ دیا۔ اسے اچانک ہی خیال آیا تھا کہ وہ خواہ مخواہ ہی رازداری کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔ ٹائیگر کی رپورٹ سے صاف ظاہر تھا کہ وہ لوگ نظروں میں آچکے ہیں۔ اب چھپ کر کام کرنا بے معنی تھا۔ میجر ابدال خاموشی سے عمران کے چہرے پر ابھرنے والے اتار چڑھاؤ دیکھتا رہا۔ وہ ابھی تک عمران کو سمجھنے سے قاصر تھا۔ اچانک عمران نے ایک بار پھر وائج ٹرانسمیٹر سے کان لگا لیا۔

عمران کی ہر حرکت میجر ابدال کے لئے الجھن اور حیرت کا سبب بن رہی تھی۔ وہ حیران تھا کہ عمران گھڑی کان سے لگائے کیا سننے کوشش کر رہا ہے۔ گھڑی سے کچھ آدمیوں کی باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ جو اتنی ہلکی تھیں کہ وہ سمجھ نہ سکا۔ اچانک عمران کی نظریں بیک دیو مرر کی طرف اٹھ گئیں۔ وہاں ایک کار کا ہیولا نظر آرہا تھا۔ اس کار کو دیکھتے ہی عمران نے بے اختیار ہونٹ بھیج لئے۔ اس نے یہ کار کرنل فلک جاہ کی رہائش گاہ کے باہر کچھ

فاصلے پر بھی دیکھی تھی۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار پھیل گئے۔

”ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے“..... عمران نے بڑبڑا کر کہا۔ اس نے بدستور بیک ویو مرر میں دیکھتے ہوئے کہا تو اس کی بات سن کر میجر ابدال نے چونک کر گھومنا چاہا لیکن عمران کی غراہٹ نے اسے روک دیا۔

”سیدھے بیٹھے رہو۔ گھوم کر کیا تم انہیں بتانا چاہتے ہو کہ ہم ان کے تعاقب سے واقف ہو گئے ہیں“..... عمران نے غراتے ہوئے کہا تو میجر ابدال نے گہرا سانس لے کر جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔ حالانکہ ان کی ملاقات ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی۔ لیکن عمران اس کے اعصاب پر چھاتا جا رہا تھا۔

”اب ہوٹل کی طرف جانے کی ضرورت نہیں میجر“..... چند لمحے عقبی آئینے کو گھورتے رہنے کے بعد عمران نے کہا۔

”تو پھر کہاں چلنا ہے“..... میجر ابدال نے پوچھا۔
 ”جدر دل چاہے چلو۔ تاکہ تعاقب کرنے والوں کے عزائم کے بارے میں معلوم کیا جاسکے۔ لیکن ذرا خیال رکھنا۔ وہ لوگ حملہ بھی کر سکتے ہیں“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہم پر حملہ بھی کر سکتے ہیں“..... میجر ابدال نے پوچھا اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”میرے قبضے میں موکل ہیں جو قبل ازوقت ہر بات بتا دیا کرتے ہیں اور اب بالکل خاموش رہنا اور ہاں کھڑکی کے شیشے چڑھا دو“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور تیزی سے اپنی جانب کا شیشہ چڑھا دیا۔ میجر ابدال کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا لیکن اس نے بلا چوں و چرا شیشہ چڑھا دیا۔ اب اندر کسی حد تک خاموشی چھا گئی تھی۔ عمران نے ٹرانسمیٹر کا والیوم بڑھا دیا تاکہ دوسری جانب ہونے والی گفتگو آسانی سے سن سکے۔

ٹرانسمیٹر سے ابھرنے والی آوازیں سن کر میجر ابدال کو ایک مرتبہ پھر ذہنی جھکا لگا۔ عمران کے لئے ٹائیگر پر گزرنے والے واقعات سے آگاہ ہونا ضروری تھا اس لئے اس نے رازداری کی پرواہ کئے بغیر والیوم بڑھا دیا تھا۔ واج ٹرانسمیٹر سے ٹائیگر کے علاوہ دو اور آدمیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ گفتگو بے معنی سی تھی۔ لیکن عمران کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ ٹائیگر اس راستے کی نشاندہی کر رہا تھا جس پر اسے لے جانے والوں کی کاریں جا رہی تھیں۔

”میجر ابدال۔ میرا ساتھی چند مخصوص راستوں کا نام لے رہا ہے۔ اسے غور سے سن کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ یہ کون سے راستے ہیں اور پھر کار کو انہی راستوں کی طرف لے چلو“..... عمران نے کہا۔ میجر ابدال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران ایک مرتبہ پھر والیوم بڑھا کر گفتگو سننے لگا۔ لیکن اس کی توجہ آہستہ آہستہ اس کی طرف سے نہیں ہٹی

تھی۔ جو ابھی تک ایک مخصوص فاصلے سے ان کے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ عمران چونکہ پہلی بار ساڈان آیا تھا اس لئے راستے کا تعین کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس نے جبر ابدال لی مدد لینا ناگزیر تھا۔ ان کی کار اب نسبتاً کم ٹریفک والی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ اچانک عمران نے محسوس کیا کہ تعاقب کرنے والی کار رفتار بڑھا رہی ہے۔ اس نے واچ ٹرانسمیٹر کا والیوم کم کیا اور جیب سے ایک ریوالور اور دوسری جیب سے ایک سائیلنسر جیسی لمبی نال نکال لی اور پھر وہ تیزی سے اس ریوالور پر نال چڑھانے لگا۔ اس نال کے لگنے کے بعد ریوالور سے نکلنے والی گولی کی نہ صرف رفتار بڑھ جاتی تھی بلکہ اس کی مدد سے گولی دور مار رائل کی طرح دور تک مار کر سکتی تھی۔ تعاقب کرنے والی کار کی رفتار میں اضافہ اس بات کا مظہر تھا کہ کچھ نہ کچھ ہونے والے ہیں۔

”خیریت۔ آپ نے ریوالور کیوں نکال لیا ہے۔ کیا واقعی ان سے ہماری مدد بھیڑ ہو سکتی ہے“..... میجر ابدال نے عمران سے پوچھا۔

”تو کیا تم میری باتوں کو مذاق سمجھ رہے ہو۔ میں فضا میں بارود کی بوسونگھ رہا ہوں میجر۔ ہوشیار ہو جاؤ“..... عمران نے بڑبڑا کر کہا اور اپنی جانب کا شیشہ گرا دیا۔ میجر ابدال کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ عمران کس بنا پر حملے کی توقع کر رہا ہے۔ کیونکہ ابھی تک اسے تو کوئی خاص بات نظر نہیں آئی تھی۔ اب عمران اسے کیا بتاتا حملہ کی

توقع تو اسے ساڈان میں قدم رکھنے سے پہلے ہی سے تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ حملہ آوروں نے اس تک پہنچنے میں بہت سستی دکھائی تھی۔

”راستے کا کچھ اندازہ لگایا“..... عمران نے آئینے پر نظریں جما کر پوچھا۔

”وہ لوگ شہر کے شمالی حصے میں ہیں۔ یقین سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن اندازہ ہے وہ ہیون کالونی کی طرف جا رہے ہیں“..... میجر ابدال نے کہا۔

”ہیون کالونی۔ یہ کون سی جگہ ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”شہر کی نواحی آبادی۔ جہاں اعلیٰ طبقہ کی رہائش گاہیں ہیں۔“

میجر ابدال نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ تم کار اسی طرف لے چلو“..... عمران نے کہا۔

”جی بہتر۔ مگر یہ کون لوگ ہیں جو واچ ٹرانسمیٹر میں بول رہے ہیں“..... میجر ابدال نے الجھن آمیز لہجے میں پوچھا۔

”ذرا تعاقب کرنے والوں سے نجات مل جائے پھر اطمینان کے ساتھ سب کچھ بتا دوں گا“..... عمران نے لا پرواہی سے کہا۔

”یہ کام اتنا مشکل تو نہیں۔ میں پیچھا چھڑا لیتا ہوں“..... میجر ابدال نے کہا۔

”نہیں صرف تعاقب سے پیچھا چھڑانا میرا مقصد نہیں ہے“..... عمران نے کہا۔

”تو پھر کیا چاہتے ہیں آپ“..... میجر ابدال نے پوچھا۔
 ”میں ان میں سے ایک آدھ کو پکڑنا چاہتا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا۔ میں انہیں گھیرنے کا انتظام کر لیتا ہوں“..... میجر ابدال نے کہا اور ساتھ ہی اس نے کار کے ڈیش بورڈ میں رکھے وائرلیس سیٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ لیکن عمران نے روک دیا۔

”رہنے دو یہ کام ہم خود کر لیں گے“..... عمران نے کہا۔
 ”اوہ۔ لیکن اس میں خطرہ ہے۔ عقبی کار کے شیشے کلرڈ ہیں۔ نجانے اس میں کتنے افراد ہوں اور وہ مسلح بھی تو ہو سکتے ہیں“۔
 میجر ابدال نے کہا۔

”تو تمہارا کیا خیال ہے وہ خالی ہاتھ ہوں گے“..... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”کیا ہم دونوں ان کا مقابلہ کر سکیں گے“..... میجر ابدال نے کہا۔

”تمہیں ڈر لگ رہا ہے تو تم کار میں ہی رہنا۔ ان سے میں خود ہی نپٹ لوں گا چاہے ان کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو“..... عمران نے اس بار کرخت لہجے میں کہا تو اس کا کرخت لہجہ سن کر میجر ابدال چونک اٹھا اور اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ عمران نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ وہ بیک مرر کے ذریعے

عقب کا جائزہ لے رہا تھا۔ عقب میں آنے والی کار تیزی سے قریب آرہی تھی اس کا رنگ سیاہ تھا اور لارج کار تھی جس میں چھ سے آٹھ افراد آسانی سے سما سکتے تھے۔ عمران کے اعصاب تن گئے۔ اس کا ذہن برق رفتاری سے تعاقب کرنے والوں سے نپٹنے کا طریقہ سوچ رہا تھا۔

”کیا تمہارے پاس بھی ریوالور ہے“..... عمران نے میجر ابدال سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”جی ہاں“..... میجر ابدال نے کہا۔
 ”اب ذرا رفتار بڑھا کر سرکیں تبدیل کرنی شروع کر دو“۔

عمران نے کہا۔
 ”کم از کم یہ تو بتا دیں کہ آپ کرنا کیا چاہتے ہیں“..... میجر ابدال نے پوچھا۔

”کچھ دیر صبر کرو۔ پھر تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا“۔ عمران نے لا پرواہی سے کہا۔

”آپ خواہ مخواہ خطرے میں کودنے کی کوشش کر رہے ہیں عمران صاحب۔ آپ مجھے اجازت دیں تو میں فوری طور پر اپنے مسلح ساتھیوں کو بلا لیتا ہوں۔ وہ خود ہی ان سے نپٹ لیں گے“..... میجر ابدال نے کہا اس کی آواز میں ہلکی سی جھلاہٹ تھی۔

”کیا تم خوفزدہ ہو“..... عمران نے پوچھا۔
 ”بالکل نہیں۔ لیکن آپ کے پراسرار طریقہ کار نے مجھے الجھن

میں مبتلا کر دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا آپ کرنا کیا چاہتے ہیں۔“
میجر ابدال نے کہا۔ اس سے پہلے کہ عمران اس کی بات کا کوئی
جواب دیتا اسی لمحے فضا میں ہونے والی فائرنگ کی تیز آوازوں نے
انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ عمران نے بے اختیار گھوم کر دیکھا
تعاقب میں آنے والی کار کی ایک کھڑکی سے مشین گن سے فائرنگ
کی جا رہی تھی۔ دوسرے لمحے میجر ابدال کی کار کی ڈگی پر ٹکا ٹک
گولیاں پڑنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اب تو میجر ابدال کا
رنگ بدل گیا۔

”رفتار بڑھاؤ“..... عمران نے بے اختیار چیخ کر میجر ابدال
سے کہا۔ لیکن میجر ابدال کو کسی حکم کی ضرورت نہیں تھی۔ فائر کے
پہلے دھماکے کے ساتھ ہی اس نے ایکسلیٹر پر پیر کا دباؤ بڑھا دیا
تھا۔ اچانک دھماکوں کے ساتھ چھناکہ ہوا اور عقبی ونڈ سکرین کے
نکلڑے کار میں بکھر گئے۔ اگر وہ لوگ کافی حد تک جھکے ہوئے نہ
ہوتے تو شیشے کے ٹکڑوں کے ساتھ آنے والی گولیاں ان کی کھوپڑی
میں سوراخ کر دیتیں۔

”جو بھی موڑ آئے کار گھماتے چلے جاؤ“..... عمران نے چیخ کر
کہا۔ میجر ابدال نے عمل کرنے میں تاہل سے کام نہ لیا اور جیسے
ہی ایک موڑ آیا اس نے کار گھما دی تھی۔ فضا مشین گنوں کی تیز
ترتر اہٹوں اور ٹائروں کی چیخوں سے گونج رہی تھی۔

”سامنے موڑ آ رہا ہے۔ تیزی سے کار موڑو اور ایک لمحے کے

لئے کار وہاں روک کر فوراً آگے بڑھ جانا“..... عمران نے اچانک
اپنی جانب کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔
”کک کک۔ کیا مطلب۔ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں“..... میجر
ابدال نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”فائرنگ کرنے والوں کا مصدقہ علاج“..... عمران نے کہا۔
اس کی آواز میں سفاکی تھی۔ وہ کچھ دیر قبل کئے ہوئے فیصلہ پر عمل
کرنا چاہتا تھا۔ نہ سمجھنے کے باوجود ایک موڑ پر اسٹیئرنگ گھماتے
ہوئے میجر ابدال نے بریکیں لگائیں اور عمران نے نیچے تلے انداز
میں دروازے سے باہر چھلانگ لگا دی۔

جیسے ہی اس کے پاؤں سڑک سے ٹکرائے وہ کسی کھلتے ہوئے
اسپرنگ کی مانند اچھلا اور حیرت انگیز مہارت سے اپنا توازن درست
کیا اور دوسرے لمحے وہ جست لگا کر سڑک کے کنارے پر پہنچا اور
تعاقب کرنے والی کار کے نمودار ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ چند
لمحوں کے بعد کار سامنے آگئی۔ عمران نے فوراً ریوالور سیدھا کیا اور
اعتماد کے ساتھ ٹریگر دباتا چلا گیا۔

پہلی گولی ونڈ اسکرین توڑتی ہوئی ڈرائیور کے سر میں گھس گئی۔
دوسری نے مشین پمپل والے کی کھوپڑی میں سوراخ کر دیا۔ باقی
گولیاں کار کے فرنٹ پر پڑی تھیں۔ تیز رفتار سے دوڑتی ہوئی کار
جب ڈرائیور کے کنٹرول سے باہر ہوئی تو بری طرح لہرائی اور سڑک
پار کرتی ہوئی فٹ پاتھ پر چڑھ کر ایک عمارت کی دیوار سے ٹکرا

گئی۔ فضا کان پھاڑ دینے والے دھماکے سے گونج اٹھی۔ کار دیوار توڑتی ہوئی اندر گھس گئی۔ چند لمحوں تک کچھ نہ ہوا پھر فضا میں چیخ و پکار کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ ارد گرد رہنے والے عمارتوں سے باہر نکل رہے تھے۔ عمران چند لمحے تو تباہ ہو جانے والی کار کو گھورتا رہا پھر ریوالور جیب میں ڈال کر تیزی سے اس طرف دوڑ پڑا جس طرف میجر ابدال کار لے گیا تھا۔ میجر ابدال نے عمران کو کار سے باہر کودتے دیکھ کر کار فوراً آگے بڑھا دی تھی لیکن پھر جب اس نے تعاقب کرنے والی کار کو عمارت سے ٹکرا کر تباہ ہوتے دیکھا تو اس نے کچھ آگے جا کر فوراً کار روکی اور پھر عمران کو سڑک پر دوڑتے دیکھ کر وہ تیزی سے کار ریورس کرتا ہوا اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عمران نے بھی میجر ابدال کی کار واپس آتے دیکھ لی تھی لیکن وہ اس کی کار کی طرف جانے کی بجائے اس طرف دوڑ رہا تھا جس طرف تعاقب کرنے والی سیاہ کار عمارت سے ٹکرا کر تباہ ہوئی تھی۔ کار الٹی ہوئی تھی اور اس کے نچلے حصے میں آگ لگی ہوئی تھی اور اس کے گرد لوگ چیختے چلاتے ہوئے جمع ہو رہے تھے۔ کار کے قریب پہنچ کر عمران نے عقبی حصے میں جھانکا اور پیچھے ہٹ گیا۔ کار میں چار افراد تھے۔ جن میں سے دو اگلی سیٹوں پر اور دو پچھلی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کار کی تباہی کے ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تھے۔ عمران نے ایک طویل سانس لیا اور پھر مڑ کر تیز تیز چلتا ہوا میجر ابدال کی کار کی طرف بڑھنے لگا۔

”کیا ہوا“..... میجر ابدال نے کار سے اتر کر اس کے قریب پہنچ کر پوچھا۔
 ”خس کم جہاں پاک ہو گیا ہے اور کیا ہونا ہے“..... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے اور گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔
 ”اوو۔ کتنے افراد تھے اور کیا ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچا ہے“..... میجر ابدال نے حیرت سے پوچھا۔
 ”چار افراد تھے۔ چاروں ہلاک ہو چکے ہیں“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ میجر ابدال کے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ لیکن عمران اسے ڈھنگ سے کوئی بات بتا ہی نہیں رہا تھا۔
 ”آؤ چلیں“..... عمران نے تیزی سے کہا۔
 ”کہاں“..... میجر ابدال نے بے اختیار چوٹ کر پوچھا۔
 ”بتا دوں گا۔ یہاں سے تو نکلؤ“..... عمران نے کہا۔
 ”ان کا کیا ہوگا“..... میجر ابدال نے پوچھا۔
 ”اپنے ہیڈ کوارٹر کو بتا دو۔ وہ خود ان کو ٹھکانے بھی لگا دیں گے اور ان کے بارے میں معلومات بھی حاصل کر لیں گے“..... عمران نے کہا۔ ارد گرد بے پناہ ہجوم جمع ہو گیا جس کے درمیان سے گزرتے ہوئے وہ کار کی طرف بڑھ گئے۔ ابھی وہ کار تک نہیں پہنچے تھے کہ فضا سائرن کی کرخت آواز سے گونجنے لگی۔ لیکن ابھی وہ کافی فاصلے پر تھے۔

”میرے خیال میں کچھ دیر رک کر پٹرولنگ کاروں کا انتظار کر لیا جائے تو بہتر ہوگا“..... میجر ابدال نے عمران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”کوئی حرج نہیں۔ لیکن تم بھی کال کر کے اپنے آدمیوں کو بلا لو تاکہ وہ لوگ مرنے والوں کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں۔ ہمارے لئے یہ معلوم کرنا انتہائی اہم ہے کہ وہ چاروں کون ہیں اور ان کا کس گروہ سے تعلق ہے“۔ عمران نے کہا۔

”جی بہتر“..... میجر ابدال نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور ٹرانسمیٹر کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

”کیا میں آپ سے ایک بات پوچھ سکتا ہوں عمران صاحب“..... میجر ابدال نے کہا۔

”کیا ان لوگوں کا تعلق اغوا والے معاملے سے ہے یہی پوچھنا چاہتے ہونا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ لیکن آپ نے کیسے اندازہ لگا لیا“.... میجر ابدال نے چونک کر کہا۔

”میں بتا چکا ہوں کہ میرے قبضے میں مؤکل ہیں وہی سب کچھ بتا دیتے ہیں“..... عمران نے اسی طرح سے مسکراتے ہوئے کہا۔

”گلتا ہے آپ کچھ بتانے کے موڈ میں نہیں ہیں“..... میجر ابدال نے کہا۔

”فی الحال ایسا ہی سمجھ لو۔ مجھے خود بھی اپنے موڈ کا علم نہیں

ہوتا۔ کبھی یہ آن رہتا ہے اور کبھی آف۔ مجھے تو بس اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ کسی دن میرا موڈ فیوز ہی نہ ہو جائے“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا تو میجر ابدال اس کی شکل دیکھتا رہ گیا۔ اس خوفناک ہنگامے کے باوجود وہ انتہائی مطمئن اور لاپرواہ سا دکھائی دے رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

”کہاں ہے وہ“..... فریڈی نے آنے والے نوجوان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔
 ”کالٹر اسے بلیک روم میں لے گیا ہے“..... نوجوان نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ تم چلو۔ میں آتا ہوں“..... فریڈی نے کہا تو نوجوان نے اثبات میں سر ہلایا اور مڑ کر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد فریڈی اٹھا اور پھر وہ میز کے پیچھے سے نکل کر تیز تیز چلتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ مختلف راستوں سے گزرتا ہوا وہ ایک تہہ خانے میں آیا اور تہہ خانے میں موجود ایک بڑے سے کمرے میں آ گیا جہاں کمرے کے درمیان میں ایک کرسی رکھی ہوئی تھی اور اس کرسی پر ایک نوجوان رسیوں سے بندھا ہوا بیٹھا تھا۔

کرسی پر بندھے ہوئے نوجوان کے قریب کالٹر اور اس کا ایک ساتھی کھڑا تھا۔ کالٹر کے ساتھی کے ہاتھ میں مشین گن نظر آ رہی تھی۔ کرسی پر جکڑا ہوا نوجوان خاصا بے چین اور پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ اسے اندر آتے دیکھ کر وہ چونک پڑا۔

”لے آئے اسے“..... فریڈی نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔
 ”لیس باس“..... کالٹر کے ساتھ کھڑے آدمی نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”آخر تم لوگ ہو کون اور مجھے اس طرح یہاں لا کر کیوں جکڑا

فریڈی اپنے آفس میں بیٹھا فون پر کسی سے بات کر رہا تھا کہ اسی لمحے آفس کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔
 ”کیا بات ہے“..... فریڈی نے کان سے رسیور ہٹا کر رسیور پر ہاتھ رکھ کر نوجوان کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔
 ”کالٹر اور شاڈل پہنچ گئے ہیں باس“..... اس آدمی نے کہا تو فریڈی چونک پڑا۔

”اوہ۔ کیا وہ عمران کے ساتھی کو ساتھ لائے ہیں“..... فریڈی نے پوچھا۔
 ”لیس باس“..... نوجوان نے جواب دیا تو فریڈی کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

”شیرف ایک ضروری کام آ گیا ہے۔ میں تمہیں بعد میں کال کرتا ہوں“..... فریڈی نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے دوسری طرف سے جواب سنے بغیر رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

گیا ہے“..... کرسی پر جکڑے ہوئے نوجوان نے انتہائی ناگوار اور غصیلے لہجے میں کہا۔

”تمہارا نام کیا ہے“..... فریڈی نے اس کے سامنے آ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے انتہائی خشک لہجے میں پوچھا۔

”نام۔ میرا نام ٹام میلز ہے“..... نوجوان نے جواب دیا۔

”یہ تمہارا فرضی نام ہے۔ میں تمہارا اصل نام پوچھ رہا ہوں۔“

فریڈی نے اسی انداز میں کہا۔

”یہی میرا اصل نام ہے میرے پاس اپنی پہچان کے لئے تمام

دستاویزی ثبوت ہیں“..... نوجوان نے منہ بنا کر کہا۔

”اگر تم ہمیں اپنا اصل نام نہیں بتاتے تو کوئی بات نہیں۔ ہم

تمہاری یادداشت ٹھیک کر دیتے ہیں“..... فریڈی نے مسکراتے

ہوئے کہا۔ اس کی مسکراہٹ میں سفاکی کا عنصر شامل تھا۔

”یادداشت۔ کیا مطلب“..... نوجوان نے چونک کر کہا۔

”تمہاری یادداشت کمزور ہے اسی لئے تم اپنا اصل نام بھول

گئے ہو۔ میں تمہیں یاد دلا دیتا ہوں کہ تمہارا اصل نام کیا ہے اور تم

کہاں سے آئے ہو“..... فریڈی نے کہا۔

”ہونہہ۔ تم خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کر رہے ہو“..... نوجوان

نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تمہارا نام ٹائیگر ہے اور تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام

کرنے والے فری لانسر علی عمران کے شاگرد ہو اور تم اس کے ساتھ

پاکیشیا سے آئے ہو“..... فریڈی نے اس کی طرف غور سے دیکھتے

ہوئے کہا۔ اپنا نام سن کر ٹائیگر کے ذہن میں روشنی کا جھماکہ ہوا اور

اس کے تاثرات اس کے چہرے پر بھی پھیل گئے۔

”کیوں۔ تعجب ہو رہا ہے نا تمہیں کہ میں تمہارے نام سے کس

طرح واقف ہو گیا“..... فریڈی نے کہا۔ اس کا لہجہ مضحکہ اڑانے

والا تھا۔

”یہ ایسی اہم بات نہیں ہے جس پر تعجب کیا جاسکے“..... ٹائیگر

نے اپنے تاثرات پر قابو پا کر خشک لہجے میں کہا۔

”اچھا“..... فریڈی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”یہ محض تمہارا اندازہ ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ نہ میں کسی

ٹائیگر کو جانتا ہوں اور نہ ہی میں کسی عمران نامی شخص سے واقف

ہوں“..... ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے کہا تو فریڈی بے اختیار ہلکا

ساقہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

”ہونہہ۔ میں تمہیں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ عمران اس وقت کہاں

ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے“..... فریڈی نے کہا۔ یہ سن کر ٹائیگر کے

جسم میں سنسنات دوڑ گئی۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ سامنے

بیٹھا ہوا آدمی ان کے بارے میں اتنی جامع اور صحیح معلومات رکھتا

ہوگا۔

”کیا سوچ رہے ہو ٹائیگر“..... اسے خاموش دیکھ کر فریڈی نے

اس کا منہ کھلے اڑاتے ہوئے کہا۔ ٹائیگر کوئی جواب دینے بھی نہیں پایا تھا کہ پر شور آواز میں کھلنے والے دروازے نے کمرے میں موجود افراد کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی ایک بوکھلایا ہوا آدمی اندر آ گیا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

”کیا بات ہے لاسٹر۔ تم اس قدر بوکھلائے ہوئے کیوں ہو۔“ فریڈی نے غرا کر پوچھا۔

”وہ۔ وہ نمبر سیون کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا ہے۔“ آنے والے آدمی لاسٹر نے اسی انداز میں جواب دیا۔

”کیوں؟“ فریڈی نے غرا کر پوچھا۔
”پتہ نہیں۔ میں نے کئی مرتبہ رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔“ لاسٹر نے کہا۔

”ہونہ۔ اس کی طرف سے آخری رپورٹ کیا تھی؟“ فریڈی نے پوچھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کی لکیریں ابھر آئی تھیں۔

”وہ ہدایات کے مطابق حملہ کرنے والے تھے۔“ لاسٹر نے کہا۔

”ہونہ۔ پھر؟“ فریڈی نے پوچھا۔

”جب کافی دیر گزر جانے کے باوجود ان کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی تب میں نے خود ہی اسے کال کیا لیکن بار بار کی کوشش کے باوجود رابطہ نہ ہو سکا تو میں آپ کو بتانے کے لئے

آ گیا۔“ لاسٹر نے کہا۔

”ہو سکتا ہے کہ اس کے ٹرانسمیٹر میں کوئی خرابی آ گئی ہو یا وہ آؤٹ آف رینج ہو۔“ فریڈی نے کہا۔

”نو باس۔ اس کے پاس بی فائیو لائٹ رینج ٹرانسمیٹر ہے۔ جس پر کبھی بھی اور کہیں بھی کال کیا جاسکتا ہے۔“ لاسٹر نے جواب دیا تو فریڈی نے بے اختیار ہنٹ ہنٹ بھینچ لئے۔

”نمبر ٹین اور الیون کو صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے بھیجو۔ میں جانتا چاہتا ہوں نمبر سیون پر کیا گزری؟“ کچھ دیر سوچنے کے بعد فریڈی نے کہا۔

”لیس باس۔“ لاسٹر نے کہا۔

”جاؤ اور یہ کام فوراً سمجرو۔ وقت ضائع کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔“ فریڈی نے سخت لہجہ کہا۔

”لیس باس۔ میں انہیں ابھی روانہ کر دیتا ہوں۔“ لاسٹر نے کہا۔

”اوکے۔ جاؤ۔“ فریڈی نے ہاتھ جھٹک کر کہا تو لاسٹر مڑا اور بھاگتے ہوئے انداز میں کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ فریڈی اور اس کے ساتھیوں کے چہروں پر پریشانی کے تاثرات واضح طور پر دکھائی دے رہے تھے۔

ٹائیگر پرسکون انداز میں فریڈی اور کالٹر کے چہروں کا جائزہ

لے رہا تھا۔ اس کی واج ٹرانسمیٹر برابر اپنا کام کر رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ عمران اس کے حالات سے واقف ہو گیا ہوگا۔
 ”کہیں ایسا تو نہیں ان کے ساتھ گڑبڑ ہو گئی ہو“..... کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کالٹر نے فریڈی کو مخاطب کر کے کہا۔
 ”کیا کہا جاسکتا ہے“..... فریڈی نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔
 ”اس کا کیا کرنا ہے“..... کالٹر نے پوچھا۔
 ”فی الحال اسے چھوڑو۔ اگر نمبر سیون اپنے مشن پر کامیاب ہو گیا تو اسے بھی ٹھکانے لگا دیں گے ورنہ یہ اس کے لئے چارے کے طور پر کام آئے گا“..... فریڈی نے کہا تو ٹائیگر چونک پڑا۔
 فریڈی کی باتوں نے اس پر نمبر سیون کا مشن واضح کر دیا تھا وہ یقینی طور پر عمران کے خاتمے کے لئے بھیجے گئے ہوں گے۔
 ”اس کی تلاشی لی تھی تم نے“..... فریڈی نے کالٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔ تلاشی لے تو چکا ہوں لیکن تم کہو تو میں اسے ایک بار پھر چیک کر لیتا ہوں“..... کالٹر نے کہا۔
 ”رکی خود ہی اسے چیک کر لے گا۔ تم میرے ساتھ آؤ۔“
 فریڈی نے کہا تو کالٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
 ”فی الحال تم یہیں آرام کرو ٹائیگر۔ میں تم سے بعد میں آ کر بات کروں گا“..... فریڈی نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔
 ”تو کیا تب تک مجھے یہیں رہنا ہوگا“..... ٹائیگر نے منہ

بناتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں۔ مجبوری ہے“..... فریڈی نے کہا۔
 ”لیکن کیوں۔ آخر میرا قصور کیا ہے۔ میں تم سے پھر کہہ رہا ہوں کہ تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں ٹائیگر نہیں ہوں اور نہ ہی میں کسی عمران کو جانتا ہوں۔ مجھے چھوڑ دو اور جانے دو یہاں سے“..... ٹائیگر نے سخت لہجے میں کہا۔
 ”شٹ آپ“..... فریڈی نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”چلو ٹھیک ہے۔ میں شٹ آپ ہو جاتا ہوں لیکن یہ تو بتا دو مجھے کب تک تمہارا مہمان رہنا پڑے گا“..... ٹائیگر نے جان بوجھ کر پریشان ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔
 ”جب تک تمہارا گرو ہمارے ہاتھ نہیں آ جاتا“..... فریڈی نے غرا کر کہا۔
 ”گرو۔ کون گرو۔ میرا تو کوئی گرو نہیں ہے“..... ٹائیگر نے اسی انداز میں کہا۔
 ”جب وہ ہاتھ آئے گا اور میں اسے گردن سے گھسیتا ہوا تمہارے سامنے لاؤں گا تو تمہیں خود ہی پتہ چل جائے گا“۔ فریڈی نے غصیلے لہجے میں کہا اور جانے کے لئے مڑ گیا۔
 ”رکو۔ ایک منٹ میری بات سنو“..... ٹائیگر نے کہا تو فریڈی رک گیا اور اس کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔
 ”بولو“..... فریڈی نے سرد لہجے میں کہا۔

”کیا پاکیشائی وزیر خارجہ سر ابراہیم کے اغوا میں تمہارا ہاتھ ہے“..... ٹائیگر نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا تو فریڈی کے ہونٹوں پر یکفخت زہر انگیز مسکراہٹ ابھر آئی۔

”گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ تم عمران کے ساتھی ہو“..... فریڈی نے فخرانہ لہجے میں کہا۔

”میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں“..... ٹائیگر نے منہ بنا کر کہا۔

”تمہارے اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں ہے“۔ فریڈی نے کہا۔

”تو پھر کس کے پاس ہے میرے سوال کا جواب“..... ٹائیگر نے اسے جواباً گھورتے ہوئے کہا۔

”میں نہیں جانتا“..... فریڈی نے کہا۔

”ہونہہ۔ اگر تم خود کو اتنا بہادر سمجھتے ہو تو پھر سچ بتانے سے کیوں کتر رہے ہو۔ بتاؤ کہاں ہے سر ابراہیم“..... ٹائیگر نے سرد لہجے میں کہا۔

”سر ابراہیم کی فکر چھوڑ کر تم اپنی فکر کرو۔ نانسس“..... کالٹر نے کرخت لہجے میں کہا۔

”کیوں۔ کیا ان کے بارے میں بتاتے ہوئے ڈرتے ہو“۔ ٹائیگر نے کہا۔

”ہونہہ۔ ڈرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا“..... فریڈی نے غراتے ہوئے کہا۔

”تو پھر بتا دینے میں کیا حرج ہے ظاہر ہے تمہارے قبضے میں ہوں۔ میں بھلا کہیں جا کر کسی کو کیسے بتا سکتا ہوں“..... ٹائیگر نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”ہونہہ۔ فی الحال وہ خیریت سے ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی خیریت کتنی دیر برقرار رہے گی“..... فریڈی کی بجائے کالٹر نے کہا تو فریڈی اسے تیز نظروں سے گھورنے لگا۔

”تو کیا تم انہیں قتل کرنا چاہتے“..... ٹائیگر نے پوچھا۔

”قتل کرنا ہوتا تو اغوا کرنے کی مصیبت کون مول لیتا۔ اب بس اب تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دیا جائے گا“..... فریڈی نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

”تمہاری مرضی“..... ٹائیگر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اس نے ذہانت سے کام لیتے ہوئے کم از کم ان سے یہ ضرور اگلا لیا تھا کہ سر ابراہیم کے اغوا کے پیچھے ان کا ہی ہاتھ تھا اور ان دونوں کی باتوں سے ٹائیگر کو یہ سمجھنے میں بھی دیر نہ لگی تھی کہ سر ابراہیم ان کے قبضے میں ہی ہیں۔

”رکی“..... فریڈی نے مشین گن بردار سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیس باس“..... رکی نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”اس کا خیال رکھنا اور کالٹر تم میرے ساتھ چلو“..... فریڈی نے پہلے رکی سے اور پھر کالٹر سے مخاطب ہو کر کہا اور تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بوھتا چلا گیا۔ کالٹر بھی اس کے پیچھے چل

کہا تو فریڈی اور کالٹر بری طرح سے چونک پڑے۔

”کون۔ کون ختم ہو گئے ہیں“..... فریڈی نے پوچھا۔

”نمبر سیون اور اس کے ساتھی“..... لاسٹر نے رک رک کر کہا تو فریڈی کو ایسا ہی محسوس ہوا جیسے کسی نے کھولتا ہوا سیدھ اس کے کانوں میں انڈیل دیا ہو۔ حیرت سے کھلنے والا منہ کھلا ہی رہ گیا۔

”نمبر ٹین کی دی ہوئی رپورٹ کے مطابق انہیں ہیون روڈ کے قریب فائرنگ کر کے ہلاک کیا گیا ہے۔ ان کی تیز رفتار کار بے قابو ہو کر ایک عمارت کی دیوار توڑتی ہوئی اندر گھس گئی۔ چاروں کی لاشیں ابھی تک وہیں موجود ہیں“..... لاسٹر نے کہا۔ فریڈی نے کوئی تبصرہ نہیں کیا بس خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا یہی عالم کالٹر کا بھی تھا۔

”نمبر ٹین کی اطلاع کے مطابق فائر کر کے انہیں ہلاک کرنے والے دو آدمیوں میں سے ایک میجر ابدال ہے“..... لاسٹر نے کہا۔

”میجر ابدال۔ ساڈان سیکرٹ سروس کے چیف کا نمبر ٹو۔ یہ اسی کا نام ہے نا“..... کالٹر نے چونکتے ہوئے کہا۔

”لیس باس“..... لاسٹر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہونہ۔ یہ میجر ابدال اب ہمارے لئے تکلیف دہ بنتا جا رہا ہے“..... فریڈی نے اس انداز میں کہا جیسے اس شخص سے الارجک ہو گیا ہو۔

”تم ہی منع کرتے رہے ورنہ اس کی شکل کب کی گم ہو گئی

پڑا۔ تھوڑی ہی دیر میں فریڈی اپنے آفس میں تھا۔

”بیٹھو“..... فریڈی نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کالٹر سے مخاطب ہو کر کہا تو کالٹر اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ ان دونوں کے چہروں پر تشویش کے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ کافی دیر خاموشی سے بیٹھے رہے۔ فریڈی بار بار اپنی ریٹ واپس دیکھ رہا تھا اس کے چہرے پر شدید تشویش کے تاثرات نمایاں تھے۔

”نانسنس۔ ابھی تک وہ واپس کیوں نہیں آئے۔ کہاں غائب ہو گئے ہیں وہ سب“..... فریڈی نے ہی جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اس سے پہلے کہ کالٹر کچھ کہتا اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی تو فریڈی اور کالٹر چونک پڑے۔

”لیس۔ کم ان“..... فریڈی نے اونچی آواز میں کہا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور لاسٹر اندر داخل ہوا۔ اس کا رنگ ہلکی کی مانند زرد ہو رہا تھا۔

”کہاں رہ گئے تھے تم نانسنس“..... فریڈی نے اسے دیکھ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

”س۔ س۔ سوری باس۔ وہ وہ“..... لاسٹر نے ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا۔

”کیا وہ لگا رکھی ہے نانسنس۔ بتاؤ۔ کیا ہوا ہے“..... فریڈی نے اسی انداز میں پوچھا۔

”وہ۔ وہ ختم ہو گئے باس“..... لاسٹر نے لرزتی ہوئی آواز میں

ہوتی“..... کالٹر نے غراتے ہوئے کہا۔
 ”میں خواہ مخواہ کی قتل و غارت گری پسند نہیں کرتا“..... فریڈی
 نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”تو اب بھگتو“..... کالٹر نے منہ بنا کر کہا۔
 ”فضول باتیں مت کرو“..... فریڈی نے کہا اس کی تیوریاں
 چڑھ گئی تھیں۔ کالٹر نے خاموش رہتے ہوئے شانے اچکا دیئے۔
 فریڈی میز پر گھونسہ مارتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔
 ”میرے لئے کیا حکم ہے جناب“..... لاسٹر نے ڈرتے ڈرتے
 پوچھا۔

”اب کون ہے فیلڈ میں“..... فریڈی نے کہا۔
 ”نمبر ٹین اور نمبر الیون ابھی فیلڈ میں ہی ہیں جناب۔ انہوں
 نے ہی مجھے یہ ساری رپورٹ دی تھی“..... لاسٹر نے جواب دیتے
 ہوئے کہا۔

”ان سے کہہ دو کہ وہ میجر ابدال کے بارے میں معلوم کریں
 کہ وہ کہاں ہے“..... فریڈی نے کرخت لہجے میں کہا۔
 ”یس باس“..... لاسٹر نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ فریڈی نے
 اسے چند مزید ہدایات دیں اور لاسٹر سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔

”اگر تم مجھے پہلے ہی کہہ دیتے تو میں میجر ابدال کے ساتھ
 ساڈان کی سیکرٹ سروس کے چیف کرنل فلک جاہ کو بھی اس دنیا
 سے اٹھا دیتا“..... لاسٹر کے جا۔ کے بعد کالٹر نے کہا۔

”ہونہہ۔ اگر ہم ان دونوں کے خلاف کام کرتے تو سیکرٹ
 سروس کے ساتھ ساتھ ساڈان کی دوسری ایجنسیاں بھی ہمارے
 خلاف حرکت میں آ جاتیں اور ہمارے لئے یہاں کام کرنا مشکل ہو
 جاتا نانس“۔ فریڈی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 ”اب بھی تو وہ ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں“..... کالٹر نے بھی
 منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ابھی تک ہمارے خلاف ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔
 جب ایسا ہو گا تو دیکھا جائے گا میں کرنل فلک جاہ، میجر ابدال اور
 اس کے تمام ساتھیوں کو ایک ساتھ ہلاک کرا دوں گا۔ بلیک اسپارک
 پوری فورس کے ساتھ حرکت میں آئے گی اور ساڈان سیکرٹ سروس
 کو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں ملے گا“..... فریڈی نے غراتے ہوئے
 کہا۔

”تو پھر اپنی اسی فورس کو عمران اور اس کے ساتھی ٹائیگر کے
 خلاف کیوں حرکت میں نہیں لاتے۔ ان کی وجہ سے ہمارے اہم
 ساتھی ہلاک ہو گئے ہیں اور اگر وہ یہاں پہنچ گئے اور ہم سے سر
 ابراہیم کو چھڑا کر لے گئے تو پھر تم کیا کرو گے۔ چیف کو کیا جواب
 دو گے۔ بولو“..... کالٹر نے کہا۔

”ایسا نہیں ہو گا۔ عمران لاکھ سرپنک لے لیکن وہ یہاں نہیں پہنچ
 سکتا۔ ٹائیگر ہماری قید میں ہے۔ اگر عمران نے یہاں آنے کی غلطی
 کی تو یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی اور آخری غلطی ثابت ہو

گی..... فریڈی نے کہا تو کالٹر ایک طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا اور فریڈی گہرے خیالوں میں کھو گیا۔
 ”کالٹر“..... کچھ دیر بعد فریڈی نے کالٹر کو مخاطب کیا تو کالٹر چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”ہاں کیا بات ہے“..... کالٹر نے پوچھا۔

”اگر عمران کسی طرح یاد اور سہراب تک پہنچ جائے اور ان دونوں کو اپنے قابو میں کر لے تو کیا وہ ہم تک پہنچ سکتا ہے۔ کیا یاد اور سہراب ہمارے بارے میں جانتے ہیں“..... فریڈی نے پوچھا۔

”وہ ہمارے بارے میں کیسے جان سکتے ہیں۔ حیرت ہے یہ بات تمہارے ذہن میں نجانے کیوں آئی ہے حالانکہ وہ دونوں جیکور کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں“۔ کالٹر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 ”میرے ساتھ سیدھے منہ بات کیا کرو نانسس۔ تم جانتے ہو کہ مجھے تمہارا یہ رویہ سخت ناپسند ہے پھر بھی تم بات پر منہ بناتے رہتے ہو“..... فریڈی نے خستگیں انداز میں کہی۔

”میرے انداز مخاطب کی فکر کرنے کی بجائے اس کام کی فکر کرو جو گبڑ چکا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جیکور سے بات کر کے اسے مناسب ہدایات دے دو تاکہ عمران یا ساڈان کی کوئی بھی ایجنسی اگر وہاں تک پہنچے تو وہ انہیں خوش اسلوبی سے ٹال سکے“..... کالٹر نے کہا۔
 فریڈی چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر اس نے اثبات میں سر ہلایا جیسے

اسے کالٹر کا مشورہ پسند آیا ہو۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیا۔ فریڈی شدید ذہنی انتشار کا شکار تھا۔ اس کے مقابلے میں کالٹر پرسکون تھا کیونکہ سیکشن انچارج ہونے کی حیثیت سے کسی بھی بات کے ذمے داری فریڈی کے سر پر آتی تھی۔

”جیکور بول رہا ہوں“..... رابطہ ملتے ہی دوسری طرف سے ایک غراہٹ بھری آواز سنائی دی۔

”فریڈی بول رہا ہوں جیکور“..... فریڈی نے نرم لہجے میں کہا۔
 ”اوہ۔ باس آپ۔ کیا ہوا۔ کیا آپ کو ابھی تک نمبر سیون اور اس کے ساتھیوں نے رپورٹ نہیں دی“..... جیکور نے مضطرب انداز میں پوچھا۔

”وہ رپورٹ دینے کے قابل ہی نہیں رہ گئے“..... فریڈی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 ”قابل نہیں رہ گئے ہیں۔ کیا مطلب“..... جیکور نے چونک کر پوچھا۔

”وہ چاروں ہیون روڈ پر ہلاک کر دیئے گئے ہیں“..... فریڈی نے کہا۔

”اوہ اوہ۔ لیکن کیسے ہوا یہ سب“..... جیکور نے پوچھا تو فریڈی نے اسے تفصیل بتا دی۔

”بیڈ نیوز۔ ریڈی بیڈ نیوز۔ یا، اور سہراب جیسے آدمی روز روز

گا۔ علاقے کے پولیس اسٹیشن والے بھی اس بات سے واقف ہیں کہ یاور اور سہراب میرے آدمی ہیں“..... جیکور نے کہا۔
 ”ہونہ۔ یہ تو واقعی بہت برا ہوا“..... فریڈی نے کہا۔
 ”اس سے نپٹنے کا ایک ہی طریقہ ہے“..... چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد جیکور نے کہا۔

”وہ کیا“..... فریڈی نے پوچھا۔

”وہی جو آپ نے کہا کہ میں اپنے آدمیوں کے ساتھ فوری طور پر انڈر گراؤنڈ ہو جاؤں۔ لیکن اس طرح ہمارا ایک مرکز ختم ہو جائے گا“..... جیکور نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

”گولی مارو مرکز کو مجھے صرف تنظیم کے افراد کے تحفظ سے دلچسپی ہے۔ تم فوراً انڈر گراؤنڈ ہو جاؤ“..... فریڈی نے کہا۔
 ”ٹھیک ہے باس“..... جیکور نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہی ہدایات تمہارے آدمیوں کے لئے بھی ہیں۔ جس جگہ جاؤ وہاں کا پتہ مجھے بتا دینا تاکہ ضرورت کے وقت میں تم سے رابطہ کر سکوں“۔ فریڈی نے کہا۔

”اوکے باس۔ میں ابھی اور اسی وقت اپنا سارا سیٹ اپ ختم کر کے انڈر گراؤنڈ ہو جاتا ہوں“..... جیکور نے کہا۔

”گڈ۔ اور کوئی بات کرنی ہے تو بتا دو“..... فریڈی نے پوچھا۔
 ”نو باس۔ کچھ نہیں“..... جیکور نے کہا اور فریڈی نے اسے چند

پیدا نہیں ہوتے“..... جیکور نے تفصیل سننے کے بعد کہا۔
 ”جو ہو گیا اس کی فکر چھوڑ کر جو ہونے والا ہے اس کی فکر کرو“..... فریڈی نے کرخت لہجے میں کہا۔
 ”کس بات کی فکر باس“..... جیکور نے پوچھا۔

”ہو سکتا ہے کہ یاور اور سہراب کی لاشوں کے ذریعے ساڈانی ایجنسیاں یا عمران تم تک پہنچ جائے۔ ساڈان میں تمام افراد جانتے ہیں کہ وہ دونوں تمہارے لئے کام کرتے تھے۔ اس لئے میرا تم سے مشورہ ہے کہ تم اپنا سارا سیٹ اپ ختم کر دو اور فوری طور پر انڈر گراؤنڈ ہو جاؤ“..... فریڈی نے کہا۔
 ”اوہ۔ لیکن.....“۔ جیکور نے کہنا چاہا۔

”لیکن ویکن چھوڑو۔ اگر تم انڈر گراؤنڈ نہیں ہونا چاہتے تو پھر ایسے انتظامات کرو کہ تمہارے ہر آدمی کی زبان پر یہی بات ہو کہ یاور اور سہراب تمہارے ساتھ کام کرتے تھے لیکن وہ پچھلے چند روز سے تمہیں چھوڑ کر جا چکے تھے یا تم نے ان کی کسی غلطی کی وجہ سے انہیں نوکری سے نکال دیا تھا۔ اس کے بعد وہ کہاں کام کر رہے تھے اور کہاں تھے اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا“..... فریڈی نے کہا۔

”ایسا کرنا تو بہت مشکل ہے باس“..... جیکور نے کہا۔

”کیوں۔ مشکل کیوں ہے نائسنس“..... فریڈی نے پوچھا۔

”اپنے آدمیوں کو تو میں منع کر دوں گا لیکن دوسروں کا کیا“

مزید ہدایات دیں اور پھر اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ لیکن پھر اچانک اسے ایک اور خیال آیا۔ اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور نمبر پر پریس کرنے لگا۔ دوسری طرف کافی دیر گھنٹی بجتی رہی۔ لیکن رابطہ نہ ہو سکا تو اس نے جھلا کر رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

”اس طرح مسئلہ حل نہیں ہو گا فریڈی۔ تم پرسکون رہو اور اپنے دماغ کو نارمل رکھو“..... کالٹر نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”یاد اور سہراب کی موت میرے ذہن پر سوار ہو گئی ہے کالٹر میں ہر قیمت پر عمران کو مردہ دیکھنا چاہتا ہوں“..... فریڈی نے کہا۔ اس کی آواز میں دردے کی سی غراہٹ اور خونخواری تھی۔

”میں بھی یہی چاہتا ہوں لیکن ذہنی انتشار سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا“..... کالٹر نے کہا اور اٹھ کر شراب کی ریک کی طرف چلا گیا۔ فریڈی سمجھ گیا تھا کہ کالٹر کس لئے اس طرف گیا ہے لیکن وہ بولا کچھ نہیں۔ کالٹر دو گلاس اور ایک بوتل شراب اٹھا کر واپس آ گیا۔ کچھ دیر وہ خاموشی کے ساتھ شراب پیتے رہے رفتہ رفتہ فریڈی کا ذہن پرسکون ہو گیا۔

”سب سے پہلے یہ معلوم کرو کہ میجر ابدال اور عمران اب کہاں ہیں پھر ہم ان کا انتظام کر لیں گے“..... کالٹر نے خاموشی کا سلسلہ توڑتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ کس طرح معلوم ہو سکے گا“..... فریڈی نے پوچھا۔

”واقعی تمہارا ذہن کام نہیں کر رہا۔ ڈیگر کو فون کر کے کہو وہ

پولیس ہیڈ کوارٹر چلا جائے۔ وہ لوگ کہیں بھی جائیں لیکن آپریشن روم سے ضرور رابطہ کریں گے۔ اس صورت میں ڈیگر آسانی سے معلوم کر لے گا“..... کالٹر نے کہا۔

”معاملہ عمران کا ہے۔ اس لئے ایسا ہونے کی ید کم ہی ہے“..... فریڈی نے کہا۔

”پھر بھی کوشش کر لینے میں کیا راج ہے“..... کالٹر نے کہا۔ چند لمحے سوچنے کے بعد فریڈی نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پر پریس کرنے لگا۔

”اب کہاں چلنا ہے“..... جائے حادثے سے کافی دور نکل آنے کے بعد میجر ابدال نے عمران سے پوچھا۔ اس کی پیشانی پر پڑی ہوئی سلوٹیں اس کی ذہنی پریشانی کی غماز تھیں۔

”تم نے شاید مجھ سے کچھ پوچھا ہے“..... عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ گہرے خیالوں میں اس قدر کھویا ہوا ہو کہ اسے میجر ابدال کی بات سمجھ نہ آئی ہو۔

”جی ہاں۔ میں نے آپ سے ہی پوچھا ہے“..... میجر ابدال نے کہا۔

”کیا پوچھا ہے“..... عمران نے کہا تو میجر ابدال نے اپنا سوال دوہرا دیا۔

”جہاں جہاں میں کہوں چلتے رہو۔ جب منزل آ جائے گی تو میں تمہیں خود ہی کہہ دوں گا“..... عمران نے کہا۔ اس کی ساری توجہ ریٹ وائچ پر ہی مبذول تھی جو بدستور آن تھا اور اس کا والیوم

بھی عمران نے بڑھا دیا تھا اور اب وہ ٹائیگر اور دیگر افراد کی باتیں سن رہا تھا۔

”ٹھیک ہے“..... میجر ابدال نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”یہ بتا دو کہ تمہاری کار کا فیول ٹینک فل ہے نا۔ کہیں راستے میں تو دغا نہیں دے جائے گا“..... عمران نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ میں ٹینک ہمیشہ فل ہی رکھتا ہوں“۔ میجر ابدال نے کہا۔

”اپنا یا کار کا“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا تو میجر ابدال بے اختیار ہنس پڑا۔

”دونوں کا“..... میجر ابدال نے خوش دلی سے کہا۔ وہ عمران کی ٹائپ سمجھ چکا تھا اس لئے وہ اب اس کی باتوں پر حیرت اور الجھن کا اظہار کرنے کی بجائے اس کی ہر بات میں خصوصی دلچسپی لے رہا تھا۔

”کتنی بری بات ہے۔ مہمان میں ہوں۔ میرا ٹینک خالی ہے اور تم نے اپنا ٹینک فل رکھا ہوا ہے“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ کیا آپ نے لُچ نہیں کیا“..... میجر ابدال نے چونک کر کہا۔

”لُچ تو کیا میں نے ابھی تک ناشتہ بھی نہیں کیا ہے۔ صبح صبح میں کرٹل فلک جاہ کی رہائش گاہ پر یہ سوچ کر پہنچا تھا کہ وہ مجھے

بھاری اور گھڑا ناشتہ کرائے گا لیکن وہ باتوں میں اس قدر محو ہو گیا تھا کہ اس نے چائے کا ایک کپ بھی نہیں پوچھا..... عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ تو کیا میں کار کسی ریستورنٹ میں لے جاؤں“..... میجر ابدال نے پوچھا۔

”کیوں۔ کیا تمہاری کار نے بھی ناشتہ نہیں کیا ہے“..... عمران نے اسی انداز میں کہا تو میجر ابدال ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”نہیں۔ میں آپ کی بات کر رہا ہوں“..... میجر ابدال نے کہا۔

”ایک منٹ رکو“..... اچانک عمران نے کہا اور وہ واچ ٹرانسمیٹر سے آنے والی آوازوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے والیوم کم کر رکھا تھا تاکہ آواز زیادہ بلند نہ ہو۔ وہ سنتا رہا اور میجر ابدال خاموشی کے ساتھ کار چلاتا رہا۔ کار کا رخ ہیون کالونی کی جانب تھا۔ جس کے بارے میں ٹائیگر نے واچ ٹرانسمیٹر پر اشارے دیئے تھے۔

”کیا ہم ہیون کالونی کی جانب جا رہے ہیں“..... عمران نے گمبیر آواز میں پوچھا۔

”جی ہاں“..... میجر ابدال نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

”راستہ تبدیل کر لو“..... عمران نے کہا۔

”کیوں“..... میجر ابدال نے چونک کر پوچھا۔

”کیوں، کب، کیسے اور کس لئے سے عموماً لڑائی بھڑائی کا اندیشہ

پیدا ہوتا ہے پیارے اور میں فی الحال لڑائی بھڑائی کے موڈ میں نہیں ہوں اس لئے تمہارے سوال کا جواب نہ دے سکوں گا۔“ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”میں اب تک یہی نہیں سمجھ سکا ہوں کہ آپ کس انداز میں کام کرتے ہیں“..... میجر ابدال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اگر تم دانشِ عمرانیہ سے واقف ہوتے تو میں تمہیں یہ مشہور معروف مقولہ ضرور سناتا۔ یا رب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات۔ کہتے ہیں کہ عمران کا ہے انداز بیاں اور“..... عمران نے کہا۔

”میں واقعی نہیں سمجھا کہ آپ نے کیا کہا ہے“..... میجر ابدال نے کہا۔

”ہائے۔ اس موقع کے لئے بھی ظالم نے کیا خوب کہا تھا۔ دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کی آگ سے۔ برخوردار اگر تم کامیاب زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو فلسفہِ عمرانیہ پر عمل کرو۔“ عمران نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

”عمرانیہ شاید آپ کی بیگم کا نام ہے اس لئے آپ ہی اس کے فلسفے پر عمل کریں۔ میں تو باز آیا“..... میجر ابدال نے بے اختیار ہنستے ہوئے کہا۔

”یہ بات ہے تو چلو ایسا کرو کہ اپنی کار کا رخ کسی ہوٹل یا ریستورنٹ کی جانب کر دو تاکہ میں گرما گرم چائے معدے کی نظر کرتے ہوئے تمہارا فلسفہِ سلیمانیہ سے باقاعدہ اور بھرپور انداز میں

معارف مرا سوں..... عمران نے سراتے ہوئے کہا میجر ابدال نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ ڈیش بورڈ سے نشر ہونے والے اشارے کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

”میجر ابدال بول رہا ہوں۔ اوور“..... میجر ابدال نے فوراً ہی سوچ آن کرتے ہوئے کہا۔

”ابن حارث بول رہا ہوں سر۔ اوور“..... دوسری جانب سے آواز آئی۔

”اوہ تم۔ کہو۔ کچھ معلوم ہوا ہے۔ اوور“..... میجر ابدال نے کہا۔

”لیس سر۔ سارجنٹ ماجد نے ان میں سے دو لاشوں کی شناخت کر لی ہے۔ اوور“..... ابن حارث نے کہا۔

”اوہ۔ ویل ڈن۔ کون ہیں وہ دونوں۔ اوور“..... میجر ابدال کے چہرے پر ہلکی سی مسرت کی جھلک ابھری۔

”وہ دونوں شہر کے مشہور غنڈے یاور اور سہراب ہیں۔ جو ڈان کلب کے مالک جیگور کے لئے کام کرتے ہیں۔ اوور“..... ابن حارث نے کہا۔

”جیگور۔ اوور“..... میجر ابدال نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ وہ یہودی نژاد مقامی باشندہ ہے اور ڈان کلب کا مالک اور جنرل میجر ہے۔ اوور“..... ابن حارث نے کہا۔

”اوہ۔ تم تمام کام چھوڑ کر فوری طور پر ڈان کلب اور جیگور کی

نمرانی شروع کر دو میں ان لے بارے میں س سومات چاہا ہوں۔ اوور“..... میجر ابدال نے کہا۔

”نہیں۔ انہیں چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے“..... عمران نے تیزی سے کہا اس کی آواز میں ہلکی سی کرخنگی تھی۔

”یہ کس کی آواز تھی جناب۔ اوور“..... ابن حارث نے کہا اس کی آواز میں تحیر کا عنصر شامل تھا۔

”فلسفہ سلیمانیہ کا ستم رسیدہ“..... عمران نے بے ساختہ کہا۔

”یہ پاکیشیا کے سپیشل آفیسر آن ڈیوٹی کی آواز ہے جن کے وزیر خارجہ اغوا ہوئے ہیں۔ اوور“..... میجر ابدال نے کہا۔

”ٹھیک ہے ابن حارث تم ڈان کلب اور جیگور کو نظر انداز کر دو۔ اوور“..... میجر ابدال نے کہا۔ اسے عمران کی خواہش پر عمل کرنا ہی پڑا۔

”تمہیں ڈان کلب کا پتہ معلوم ہے“..... عمران نے میجر ابدال سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”جی ہاں کیا آپ وہاں جانا چاہتے ہیں“..... میجر ابدال نے کہا۔

”کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا لیکن اس کا فیصلہ چائے پینے کے بعد ہی کروں گا“..... عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”ابن حارث سے کچھ اور کہنا ہے“..... میجر ابدال نے پوچھا۔

”نہیں“..... عمران نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے ابن حارث ضروری کارروائی کر کے لاشیں مردہ خانے بھیجوا دو۔ فی الحال اس بات کی تشہیر کرنے کی ضرورت نہیں۔ لاشیں اور کارکس کی ہے پریس رپورٹروں کے سامنے منہ بند ہی رکھنا۔ اور“..... میجر ابدال نے ٹرانسمیٹر پر ابن حارث کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”او کے سر۔ اور“..... ابن حارث نے کہا۔

”میری دوسری ہدایات ملنے تک ہیڈ کوارٹر ہی میں رہنا ممکن ہے ہمیں تمہاری ضرورت پڑ جائے۔ اور“..... میجر ابدال نے کہا۔

”او کے سر۔ اور“..... ابن حارث نے کہا اور میجر ابدال نے اور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔ وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

”کس سوچ میں گم ہو میجر“..... عمران نے کہا۔

”اس بات کا فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ مجھے اپنے طور پر کام کرنا چاہئے یا آپ پر تکیہ کر کے بیٹھا رہوں“..... میجر ابدال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اگر تم میرے ساتھ رہ کر کام نہیں کرنا چاہتے تو کار روک لو تاکہ ہمارے راستے الگ الگ ہو سکیں۔ میں تمہاری مدد کے بغیر بھی اپنا کام جاری رکھ سکتا ہوں“..... عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

”اوہ اوہ۔ مم مم۔ میرا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ میں آپ کی مدد نہیں کرنا چاہتا لیکن کم از کم مجھے بھی تو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کیا

کرنا چاہتے ہیں“..... میجر ابدال نے بوکھلائے ہوئے کہا۔

”میں یہاں سے صرف سربراہیم اور اپنے ساتھی کو رہا کرانا چاہتا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”میں ان اقدامات کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں جو آپ ان کے لئے کرنا چاہتے ہیں“..... میجر ابدال نے کہا۔

”میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ تمہاری نظروں کے سامنے ہے اور جو کچھ کروں گا وہ بھی تم خود دیکھ لو گے“..... عمران نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے آپ مجھے کچھ بتانا نہیں چاہتے“..... میجر ابدال نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”جب وقت آئے گا تو ضرور بتا دوں گا۔ فی الحال میرے ذہن میں بے شمار سوالات ہیں میرے آئندہ اقدام کا انحصار ان سوالوں کے جواب ملنے پر ہے“..... عمران نے کہا۔ دوسرے ہی لمحے وہ ایک بار پھر چونک پڑا۔ اسے واچ ٹرانسمیٹر سے پھر آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ اس نے فوراً واچ ٹرانسمیٹر اپنے کان کے نزدیک کر لیا اور غور سے آواز سننے لگا۔

”ہیلو ہیلو۔ باس۔ کیا آپ میری آواز سن رہے ہیں۔ اور“۔

اچانک واچ ٹرانسمیٹر سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی تو عمران کے چہرے پر سکون کے تاثرات نمودار ہو گئے۔

”میں تو کب سے تمہاری اور تمہارے شناساؤں کی آوازیں سن رہا ہوں۔ آوازیں سن سن کر نہ صرف میرے کان بلکہ میں خود بھی

اس قدر تھک چکا ہوں کہ اب ہلنے چلنے اور جواب دینے کے لئے لب تک ہلانے کا موڈ نہیں بن رہا ہے۔ اوور..... عمران نے چپک کر کہا۔

”میں آپ کو چند بے حد اہم باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ اوور۔“ ٹائیگر نے کہا۔ اس کی آواز سرگوشیاں تھی۔

”چلو۔ تم کہتے ہو تو سن لیتا ہوں لیکن کپے راگ اور بھیرویاں نہ سنانا شروع کر دینا میرا یہ سب سننے کا بالکل بھی موڈ نہیں ہے۔ اوور..... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

”مجھے پتہ چل چکا ہے باس کہ سر ابراہیم کو کس نے اغوا کیا ہے اور وہ اب کہاں ہیں۔ اوور.....“ ٹائیگر نے کہا تو عمران کے ساتھ ساتھ میجر ابدال بھی چونک پڑا۔ واج ٹرانسمیٹر کی آواز بے حد مدہم تھی لیکن اس مرتبہ میجر ابدال نے بھی چونکہ اس طرف کان لگا رکھے تھے اس لئے اس نے بھی ٹائیگر کی آواز بخوبی سن لی تھی۔

”اوہ۔ کہاں ہے وہ اور تمہیں کیسے پتہ چلا ہے ان باتوں کا۔ اوور.....“ عمران نے یکجہت سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

”سر ابراہیم اسی ٹھکانے پر کسی جگہ موجود ہیں باس جہاں میں ہوں۔ اوور.....“ ٹائیگر نے کہا۔

”بولتے رہو۔ اوور.....“ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”آپ شروع سے اب تک کے حالات سے واقف ہیں۔

”جزوی طور پر۔ کیوں کہ مجھے بھی ایک الجھن سے پنپنا پڑا تھا۔ اوور.....“ عمران نے کہا۔

”مجھے علم ہے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا۔ البتہ یہ نہیں معلوم کہ انجام کیا نکلا۔ اوور.....“ ٹائیگر نے کہا۔

”بے چارے دوسری دنیا سدھار گئے۔ اوور.....“ عمران نے کہا۔

”میں نے راستے کے بارے میں آپ کو اشارے دیئے تھے۔ اوور.....“ ٹائیگر نے کہا۔

”جہاں تک سنا تھا وہاں تک پہنچ کر واپس شہر کی طرف جا رہے ہیں کیونکہ آگے کے بارے میں نہیں معلوم۔ اوور.....“ عمران نے کہا۔

”جو کچھ میرے ذہن میں ہے وہ سن لیں۔ اوور.....“ ٹائیگر نے کہا۔

”آسان سی زبان میں سنا تا کہ میرا ساتھی میجر ابدال بھی سمجھ سکے۔ اسے سوائے بچوں کی زبان کے اور کوئی زبان سمجھ میں نہیں آتی۔ اوور.....“ عمران نے میجر ابدال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو میجر ابدال بے اختیار مسکرا دیا۔

”کیا سمجھانا چاہتے ہیں.....“ میجر ابدال نے پوچھا۔

”میں نہیں۔ میرا ساتھی کچھ سمجھانا چاہتا ہے۔ بولو ٹائیگر۔

سے مخاطب ہو کر کہا اور ساتھ ہی اس نے واچ ٹرانسمیٹر کان سے ہٹا کر اس کا والیوم مزید بڑھا دیا تاکہ میجر ابدال، ٹائیگر کی آواز بخوبی سن سکے۔ ٹائیگر بولنے لگا اور وہ خاموشی سے سنتے رہے۔
 ”کیا خیال ہے میجر ابدال“..... ٹائیگر کے خاموش ہوتے ہی عمران نے پوچھا۔

”فوری طور پر میرے لئے کچھ کہنا مشکل ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ جو شخص ہیون کالونی سے واقفیت رکھتا ہے وہ آپ کے ساتھی کے دیئے ہوئے اشاروں کی مدد سے کم از کم ایک محدود رقبے کا تعین ضرور کر سکتا ہے“..... میجر ابدال نے چند لمحے سوچ کر کہا۔
 ”یہ انتظام بھی تمہیں ہی کرنا پڑے گا“..... عمران نے کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔ میں کر لوں گا“..... میجر ابدال نے کہا۔

”میرے لئے کیا حکم ہے باس۔ اور“..... ٹائیگر نے پوچھا۔
 ”یہی سوچ سوچ کر میرا سر درد کرنا شروع ہو گیا ہے کہ میں تمہیں کیا حکم دوں۔ اس وقت تو میں تمہیں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ مجھے ایک کپ چائے ہی بنا کر دے دو۔ اور“..... عمران نے کہا۔
 ”انہوں نے مجھے قید کر رکھا ہے لیکن میں چاہوں تو ان کی قید سے آزاد ہو سکتا ہوں۔ اگر آپ حکم دیں تو میں اس پر عمل کروں یا اسی طرح خاموش رہوں۔ اور“..... ٹائیگر نے پوچھا۔

”کیا تمہاری ان لوگوں سے بات ہوئی تھی۔ اور“..... عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ اور“..... ٹائیگر نے کہا۔
 ”وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ اور“..... عمران نے پوچھا۔
 ”مجھ سے تو کچھ نہیں کہا لیکن ان کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کے مطابق وہ آپ سے پنپنے تک مجھے زندہ رکھیں گے۔ اور“..... ٹائیگر نے بتایا۔

”یہ بات ہے تو پھر جلد بازی سے کام لینے کی ضرورت نہیں۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”لیکن ایک بات اور بھی ہے۔ اور“..... ٹائیگر نے کہا۔
 ”وہ کیا۔ اور“..... عمران نے پوچھا۔

”سربراہیم سے معلومات حاصل کرنے کے لئے کسی بھی وقت ایک سپیشل ایجنٹ یہاں پہنچنے والا ہے۔ ممکن ہے کسی مشین یا نشہ آور دوا کے ذریعے ان کی زبان کھلوا کر اپنے مطلب کی معلومات حاصل کر لی جائیں اس لئے مناسب یہی ہے کہ سپیشل ایجنٹ کی آمد سے قبل ہی سربراہیم کو چھڑا لیا جائے۔ اور“..... ٹائیگر نے کہا۔
 ”اوہ۔ واقعی ایسی ادویات اور مشینیں ایجاد ہو چکی ہیں جن کے ذریعے آدمی کو اس کی مرضی کے خلاف سچ بولنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اور“..... عمران نے کہا اس کے چہرے پر تفکرات کی پرچھائیاں ابھر آئی تھیں۔

”اب آپ بتائیں کہ میرے لئے کیا حکم ہے۔ اور“..... ٹائیگر

نے پوچھا۔

”اس وقت تک تو خاموش ہی رہنا پڑے گا۔ جب تک ہم اس ٹھکانے تک نہیں پہنچ جاتے جہاں تم موجود ہو۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”آپ آسانی سے مجھ تک پہنچ سکتے ہیں باس۔ اور“..... ٹائیگر نے کہا۔

”کیا مطلب۔ وہ کیسے۔ اور“..... عمران نے چونک کر پوچھا۔
”سگنل سائیکل ویوز کی مدد سے آپ واچ ٹرانسمیٹر سے نشر ہونے والے سگنلز کو چیک کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور“..... ٹائیگر نے کہا۔

”اوہ۔ ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ بہر حال تم یہ بتاؤ کہ تمہیں لے جانے والوں نے تمہارے سامان کے ساتھ تو گڑبڑ نہیں کی تھی۔ اور“..... عمران نے ٹائیگر سے پوچھا۔
”نہیں۔ اور“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ فی الحال تم ریٹ کرو جب تک میں تمہارے قید خانے کو ڈھونڈنے میں کامیاب نہ ہو جاؤں۔ اور“..... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”لیس باس۔ اور“..... ٹائیگر نے کہا۔

”اگر سربراہیم یا سپیشل ایجنٹ کے بارے میں کوئی بات معلوم ہو تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”لیس باس۔ اور“..... ٹائیگر نے کہا۔

”اوکے۔ یاد رکھنا اگر تمہارے ساتھ کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی جائے تو تم اپنے بچاؤ کے لئے آزاد ہو گے۔ میں تمہاری واپسی بغیر ٹوٹ پھوٹ یا مرمت کے چاہتا ہوں۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”لیس باس۔ آپ فکر نہ کریں۔ وہ مجھے ہاتھ بھی نہ لگا سکیں گے۔ اور“..... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اور اینڈ آل کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔

”آپ کے ساتھی نے تو واقعی کام کر دکھایا ہے۔ وہ وہاں پہنچ گیا ہے جہاں سربراہیم کو رکھا گیا ہے یہ بات واقعی میرے لئے انتہائی حیرت انگیز اور مسرت کا باعث ہے“..... میجر ابدال نے کہا۔

”وہ خود وہاں نہیں پہنچا ہے۔ یہ حماقت اغوا کنندہ نے خود کی ہے۔ وہ اسے ہوٹل سے اغوا کر کے وہاں لے گئے ہیں“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ پھر بھی۔ اس نے جس طرح آپ سے مسلسل واچ ٹرانسمیٹر پر رابطہ کر رکھا ہے یہ بات بھی میری نظر میں قابل قدر ہے“..... میجر ابدال نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
”کار خیابان ہوٹل کی طرف لے چلو“..... عمران نے کہا۔

”کیوں۔ کیا آپ اس طرف نہیں جانا چاہتے جہاں آپ کا

ساتھی موجود ہے“..... میجر ابدال نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”میرا سامان ہوٹل کے کمرے میں موجود ہے۔ مجھے وہاں سے چند ضروری چیزیں لینی ہیں۔ اس کے بعد ہم وہاں چلیں گے۔“
عمران نے سنجیدگی سے کہا تو میجر ابدال نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کار کا رخ تبدیل کر دیا۔

فریڈی نے ڈیگر سے بات کر کے رسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔
”یس۔ کم ان“..... فریڈی نے اونچی آواز میں کہا۔ دروازہ کھلا اور لاسٹر اندر آ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر تھا جس پر سبز رنگ کا بلب جل بجھ رہا تھا۔
”اب کیا ہوا ہے“..... فریڈی نے بے اختیار پوچھا۔
”ہیڈ کوارٹر سے کال ہے جناب“..... لاسٹر نے کہا تو فریڈی چونک پڑا۔ لاسٹر نے ٹرانسمیٹر اسے دیا اور مڑ کر واپس چلا گیا۔
فریڈی نے فوراً ایک بٹن پریس کر دیا۔

”یس چیف۔ فریڈی بول رہا ہوں۔ اوور“..... فریڈی نے کہا۔

”کیا رپورٹ ہے فریڈی۔ اوور“..... چیف کی کرخت اور انتہائی سرد آواز سنائی دی۔ چیف کی بات سن کر فریڈی خوف اور پریشانی کے عالم میں کالٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ کالٹر کا بھی رنگ بدلا

صاحب طرز مصنف جناب ظہیر احمد
کی عمران سیریز کے ان قارئین کے لئے جو
نیاناو فوری حاصل کرنا چاہتے ہیں ایک نئی سکیم
”گولڈن پیکیج“
تفصیلات کے لئے ابھی کال کیجئے
0333-6106573 & 0336-3644440

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ
پاک گیٹ ملتان

ہوا تھا۔ فریدی کی جھ میں نہ ا رہا تھا کہ وہ چیف کو لیا رپورٹ دے۔

”ہیلو ہیلو۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو فریدی۔ اور۔“ دوسری طرف سے چیف نے چیختی ہوئی آواز میں کہا۔

”یس چیف۔ آپ کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ اور۔“

فریدی نے فوراً کہا۔

”تو تم میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہے ہو نانس۔ بولو۔ کیا رپورٹ ہے۔ اور۔“ چیف نے اسی طرح غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ فریدی کو اپنا وہ وعدہ یاد آ گیا جو اس نے چیف سے کیا تھا۔

”تمہاری خاموشی مجھے شک و شبہ میں مبتلا کر رہی ہے فریدی۔ اور۔“ چیف نے کہا اس کی آواز میں درندوں کی سی غراہٹ تھی۔ فریدی کوشش کے باوجود کچھ نہیں بول سکا۔

”میں تمہارے جواب کا انتظار کر رہا ہوں فریدی۔ بولو۔ اور۔“ چیف نے کہا۔

”مم مم۔ مجھے افسوس ہے باس۔ اور۔“ فریدی نے آخر ہمت کر کے رک رک کر کہا۔

”کس بات کا افسوس کر رہے ہو نانس۔ بولو۔ جلدی بولو۔ اور۔“ چیف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ہماری پہلی کوشش ناکام ہو گئی ہے چیف۔ عمران کو ختم کرنے

کی کوسٹ میں میرے لئی بہترین آدمی ہلاک ہو گئے ہیں۔ اور۔“ فریدی نے کہا۔

”اوہ۔ یہ کیسے ہوا۔ اور۔“ چیف نے پوچھا تو فریدی تفصیل سے واقعات بتانے لگا۔

”میں نے تمہیں پہلے ہی بتایا تھا عمران معمولی ایجنٹ نہیں ہے یقیناً وہ اپنے تعاقب سے واقف ہو گیا ہو گا اور اس کے ہوشیار ہو جانے کا نتیجہ اب تمہارے سامنے ہے۔ اور۔“ ساری تفصیل سننے کے بعد چیف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اسی بات پر تو مجھے حیرت ہے چیف۔ اور۔“ فریدی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”کس بات پر۔ اور۔“ چیف نے پوچھا۔

”یاد اور سہراب انتہائی خطرناک آدمی تھے۔ وہ اپنے شکار پر چیتے کی مانند خاموشی اور تیزی سے جھپٹنے کے لئے مشہور تھے ان سے ایسی حماقت کیسے سرزد ہوئی کہ عمران اپنے تعاقب سے واقف ہو گیا۔ اور۔“ فریدی نے کہا۔

”اگر تم عمران کی شخصیت سے پوری طرح واقف ہوتے تو ہرگز ایسی بات نہ کہتے۔ بہر حال جو کچھ ہو گیا اس پر ماتم کرنے کی بجائے عمران کو ختم کرنے کا انتظام کرو۔ اور۔“ چیف نے کہا۔

”ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ وہ کہاں ہے جیسے ہی معلوم ہوا میں اسے ہلاک کرا دوں گا چیف۔ اور۔“ فریدی نے

کہا۔

”میرے خیال کے مطابق وہ تین مقامات پر ہو سکتا ہے۔ تم ان تینوں مقامات کی نگرانی کراؤ۔ یقیناً وہ ان میں سے کسی ایک مقام پر تمہیں مل جائے۔ اور“..... چیف نے کہا۔

”وہ کون سے مقامات ہیں چیف۔ اور“..... فریڈی نے آنکھیں چمکاتے ہوئے کہا۔

”ایک کرنل فلک جاہ کی رہائش گاہ جہاں عمران نے اس سے ملاقات کی تھی۔ دوسرا اس ہوٹل کی نگرانی کراؤ جہاں تمہارے خیال کے مطابق عمران موجود تھا اور تیسرا مقام پاکیشیائی سفارت خانہ ہو سکتا ہے۔ عمران چونکہ حکومت کی طرف سے سیشل آفیسر کے طور پر ساڈان پہنچا ہے اس لئے اسے وقتاً فوقتاً اپنی رپورٹ سفارت خانے کو دینی ہوگی تاکہ سفارت خانے کا سفیر پاکیشیائی حکام کو حالات سے آگاہ رکھ سکے۔ اور“..... چیف نے کہا۔

”لیس چیف۔ دو مقامات کی نگرانی تو ہو رہی ہے ہوٹل کا انتظام کرا دیتا ہوں۔ اور“..... فریڈی نے کہا۔

”انتظام ایسا ہونا چاہئے کہ اسے وارننگ دیئے بغیر شوٹ کر دیا جائے۔ اسی صورت میں کامیابی ممکن ہے۔ اور“..... چیف نے کہا۔

”لیس چیف۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو ایسے ہی احکامات دے رکھے ہیں کہ اسے دیکھتے ہی گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے۔

اور“..... فریڈی نے پر عزم لہجے میں کہا۔

”اوکے۔ اور“..... چیف نے کہا۔

”آپ کا بھیجا ہوا سیشل ایجنٹ ابھی تک نہیں پہنچا ہے چیف۔ اور“..... فریڈی نے کہا۔

”وہ کل صبح پہنچے گا۔ اور“..... چیف نے جواب دیا۔

”میں چاہتا ہوں کہ سر ابراہیم کی ذمہ داری میرے سر سے اتر جائے تاکہ میں یکسوئی کے ساتھ عمران کا مقابلہ کر سکوں۔ اور“..... فریڈی نے کہا۔

”ہونہہ۔ عمران کا مقابلہ تم شاید ہی کر سکو مجھے کوئی اور ہی انتظام کرنا پڑے گا۔ اور“..... چیف نے کہا۔

”کیا آپ مجھ پر اعتماد نہیں کرتے چیف۔ اور“..... فریڈی نے کہا۔ اس کے چہرے پر یکلخت غصے اور ندامت کی سرخی سی پھیل گئی تھی۔

”تم جانتے ہو کہ مجھے جن لوگوں پر اعتماد نہ ہو ان کی جگہ قبرستان ہوتی ہے۔ جاؤ عمران کا انتظام کرو اور اس بات کا خاص خیال رکھنا کہ وہ کسی طرح تم تک نہ پہنچ پائے۔ اور“..... چیف نے کہا۔

”اسی خطرے کے پیش نظر میں نے ہیڈ کوارٹر تبدیل کر لیا ہے باس تاکہ چند آدمیوں کے علاوہ کوئی دوسرا اس سے واقف نہ ہو سکے اور یہاں جتنے آدمی موجود ہیں انہیں بھی دوسرے آدمیوں سے

رابطہ رکھنے کی ممانعت کر دی ہے۔ اور“..... فریڈی نے کہا۔

”بہر حال یہ دیکھنا تمہارا کام ہے کہ تم ان لوگوں سے کس طرح ہیڈ کوارٹر کو محفوظ رکھتے ہو۔ اور“..... چیف نے کہا۔

”لیس چیف۔ میں دیکھ لوں گا اور ہاں چیف میں آپ کو ایک اور اہم بات بتانا بھول گیا۔ اور“..... فریڈی نے کہا اسے اچانک ہی کچھ یاد آیا تھا۔

”کون سی بات۔ اور“..... چیف نے پوچھا۔

”ہم نے عمران کے ساتھی ٹائیگر کو پکڑ لیا ہے۔ اور“۔ فریڈی نے کہا۔

”اوہ۔ کہاں ہے وہ۔ کیا تم نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔ اور“۔ چیف نے چونک کر پوچھا۔

”نو چیف۔ وہ زندہ ہے۔ اسے ایک کمرے میں بند کر دیا ہے۔ میرا ارادہ ہے اسے چارے کے طور پر عمران کے لئے استعمال کیا جائے۔ اور“..... فریڈی نے کہا۔

”خیال برا نہیں۔ شرط یہ ہے استعمال احتیاط اور سلیقہ سے کیا جائے۔ اور“..... چیف نے کہا۔ چیف کی آواز میں پسندیدگی کا عنصر شامل تھا۔

”اگر آپ میری رہنمائی کریں تو مشکور ہوں گا۔ اور“۔ فریڈی نے کہا۔

”اچھا تو پھر کچھ دیر انتظار کرو۔ میں تمہیں دوبارہ کال کروں گا۔

اس دوران تم عمران کی نقل و حرکت کا پتہ لگاؤ۔ اور“۔ چیف نے کہا۔

”لیس چیف۔ اور“..... فریڈی نے کہا اور چیف نے اور اینڈ آل کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔ فریڈی نے بھی اطمینان کا سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر آف کیا اور اسے میز پر رکھ دیا۔

”کالٹر اب تم ایک کام کرو“..... فریڈی نے کہا۔

”کون سا کام“..... کالٹر نے چونک کر کہا۔

”دو آدمیوں کے ساتھ ہوٹل خیابان کی طرف چلے جاؤ اور وہاں جا کر عمران کے کمرے کی تلاشی لو۔ ہو سکتا ہے کہ عمران نے وہاں اپنا کوئی نشان چھوڑ دیا ہو۔ نجانے مجھے ایسا کیوں محسوس ہو رہا ہے کہ عمران ہوٹل میں ضرور جائے گا۔ اگر عمران وہاں موجود ہو تو ٹھیک ورنہ رک کر اس کا انتظار کرنا۔ اسے ٹھکانے لگانا تمہارا کام ہو گا“..... فریڈی نے کہا۔

”ٹھیک ہے میں چلا جاتا ہوں وہاں“..... کالٹر نے کہا اور فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پھر مز کر آفس سے باہر چلا گیا تو فریڈی نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا دی۔ اس کا دماغ تفکرات اور پریشانیوں کے بوجھ سے پھٹ رہا تھا۔ اس نے ذہن کو پرسکون کرنے کی جس قدر کوشش کی اس کا ذہن اسی قدر پراگندہ ہوتا چلا گیا۔ اس نے تھکے ہوئے انداز میں آنکھیں بند کیں اور جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔

آوازیں دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئی تھیں۔ عمران کے ہونٹ سیٹی بجانے کے انداز میں سکڑ گئے۔ وہ تیزی سے مڑا اور بچوں کے بل باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ عمران باتھ روم میں گھسا ہی تھا کہ بیرونی دروازہ کھلا اور تین آدمی اندر آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے اور نظریں کمرے میں گھوم رہی تھیں۔

”حیرت ہے۔ دروازہ مقفل نہ ہونے کے باوجود کمرے میں کوئی نہیں ہے کالٹر“..... ان میں سے ایک نے اپنے ایک لمبے تڑنگے ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔ جواب دینے کی بجائے کالٹر کی مضطرب نظریں ایسی جگہوں کا طواف کر رہی تھیں جہاں کسی کے چھپنے کا امکان ہو سکتا تھا۔ دروازے کا مقفل نہ ہونا اسے بری طرح کھٹک رہا تھا۔ اس کا دماغ خطرے کی گھنٹی بجا رہا تھا۔ پھر اس کی نظریں باتھ روم کے دروازے پر جم گئیں۔

”بیڈ کے نیچے اور باتھ روم کو چیک کرو“..... کالٹر نے غراتے ہوئے کہا۔ اس کے دونوں ساتھی فوراً حرکت میں آ گئے وہ دونوں بہت محتاط تھے۔ باتھ روم میں چھپا ہوا عمران تیزی سے بچاؤ کی تدبیر سوچ رہا تھا۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ ان تینوں آدمیوں کو ٹھکانے لگائے بغیر وہ وہاں سے نہیں جا سکے گا۔ پھر اس نے جیب سے ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اس کے چہرے پر درندگی اور سفاکی ابھر آئی تھی۔ وہ انہیں ختم کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا کیونکہ اگر وہ انہیں ختم نہ کرتا تو خود اس کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔ پہلے

ہوٹل خیابان پہنچ کر عمران نے میجر ابدال کو باہر رک کر انتظار کرنے کے لئے کہا اور پھر وہ ہوٹل میں چلا گیا۔ کمرے میں جا کر اس نے بیڈ کے نیچے سے اپنا بیگ نکالا اور پھر اسے وہیں کھول کر چیک کرنے لگا۔

یہ دیکھ کر عمران کے چہرے پر سکون آ گیا کہ اس کے کمرے کی تلاشی نہیں لی گئی تھی اور نہ ہی اس کے سامان کو چھیڑا گیا تھا۔ وہ لوگ شاید ٹائیکر کو لے کر کمرے کی چیکنگ کئے بغیر ہی وہاں سے نکل گئے تھے۔ اس نے تیزی کے ساتھ ضروریات کا تمام سامان سمیٹ کر چھوٹے سوٹ کیس میں ٹھونسا اور واپسی کے لئے دروازے کی طرف گھوم گیا۔ دروازہ کھولنے کے لئے اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ باہر راہداری میں ابھرنے والی قدموں کی آوازوں نے اسے روک دیا۔ یہ اس کی چھٹی حس کا کارنامہ تھا یا قدرت کی مہربانی جو اس نے دروازہ نہیں کھولا تھا کیونکہ قدموں کی

حملے سے یہ بات عیاں تھی کہ وہ لوگ موقع دیئے بغیر اس کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ ریوالور سنبھال کر وہ دیوار سے چپک گیا۔

اسی وقت ہینڈل گھوما اور دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔ عمران دوسری طرف تھا اس لئے دروازے کی آڑ میں آ گیا۔ دروازہ کھولنے والے نے محتاط انداز میں اندر جھانکا اور عمران کی انگلی حرکت میں آ گئی۔ اس کے سائیلنسر لگے ریوالور نے بے آواز گولی اگلی جو جھانکنے والے کی پیشانی توڑتی ہوئی دماغ میں اتر گئی اور اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ ہی نکل سکی کالٹر اور دوسرا آدمی اپنے ساتھی کی چیخ سن کر چونکے جب ان کی نظریں ہاتھ روم کے دروازے کی طرف اٹھیں تو وہ آدمی اسپرنگ کی مانند اچھل کر کمرے میں آگرا تھا۔

فائر کرتے ہی عمران نے اس آدمی کے سینے پر ہاتھ رکھ کر پوری قوت سے ساتھ پیچھے دھکیلا اور اس کے ساتھ خود بھی جست لگا کر باہر نکل گیا۔ ایک لمحے کے لئے کالٹر اور دوسرا آدمی سمجھ ہی نہیں سکے کہ ان کا تیسرا ساتھی کیوں فرش پر گرا ہے لیکن عمران کے باہر نکلتے ہی وہ سب کچھ سمجھ گئے۔ کالٹر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں فائر جھونک مارا۔ گولی عمران کے قریب سے گزر گئی۔ عمران نے تیزی سے اپنا جسم گھمایا اور گھومتے ہوئے اس نے کالٹر پر فائر کیا اور جست لگا کر دوسری طرف نکل گیا۔

اسی وقت کالٹر نے بھی دوسرا فائر کیا۔ لیکن اس مرتبہ بھی وہ گولی

بیکار ہی گئی البتہ عمران کی چلائی ہوئی یکے بعد دیگرے دو گولیاں کالٹر کے پیٹ میں اتر گئی تھیں۔ دوبارہ فائر کرنے کی بجائے عمران کو برق رفتاری سے سنگ آرٹ کا مظاہرہ کرنا پڑا۔ کیونکہ تیسرا آدمی بوکھلائے ہوئے انداز میں پے در پے فائر کرتا چلا گیا تھا۔ ریوالوروں پر سائیلنسر لگے ہوئے تھے۔ اس لئے صرف ٹھک ٹھک کی آوازیں ابھرتی رہیں اور دیواروں کا پلاسٹر فرش پر گرتا رہا۔

عمران جب سنگ آرٹ کا مظاہرہ کر رہا ہو تو پھر گولیوں کا اس کے جسم کو چھو لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کے دیدے اپنے حلقوں میں بجلی کی مانند حرکت کر رہے تھے وہ فائر کرنے والے کے ساتھ کالٹر پر بھی نظر رکھے ہوئے تھا۔ کالٹر کی قوت برداشت واقعی لاجواب تھی۔ پیٹ میں دو گولیاں لگنے کے باوجود اس کے حلق سے ہلکی سی آواز تک نہیں نکلی تھی۔ البتہ اس کے چہرہ پر کرب و اذیت کے گہرے تاثرات ثبت ہو گئے تھے۔ ایک ہاتھ سے پیٹ دبا کر وہ دوسرے میں ریوالور سنبھالے فائر کرنے کا موقع تلاش کر رہا تھا کیونکہ جس انداز میں عمران کی اچھل کود جاری تھی اس عالم میں وہ درست نشانہ لگانے پر قادر نہیں تھا۔ دوسرے آدمی کی انگلی اسی وقت رکی جب آخری گولی بھی نکل جانے کے بعد ریوالور ٹرچ ٹرچ کر کے رہ گیا۔

”بس کرو میرے مٹی کے مادھو“..... عمران نے اس کی جانب جست لگاتے ہوئے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ اس وقت عمران

کی اچھل کود بند ہو گئی تھی جس کا فائدہ اٹھا کر کالٹر نے فائر جھونک مارا لیکن عمران بے خبر تو نہیں تھا جو مار کھا جاتا۔ اس نے فوراً ہی سنگ آرٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے فائر بے کار کر دیا اور خود بھی فائر کر دیا۔ کالٹر کے جسم کو زوردار جھٹکا لگا اور اس کے چہرے پر انتہائی تکلیف کے تاثرات پھیل گئے۔ دوسرے ہی لمحے وہ دل پر ہاتھ رکھ کر لٹو کی مانند گھوما اور بے جان ہو کر فرش پر گر پڑا۔

”ہاں تو مسٹر بے نام۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟“..... عمران نے کہا اور جست لگا کر آخری آدمی کے قریب پہنچ گیا اور ریوالور کی نال اس کے سر سے لگا دی۔ وہ سکتے کے عالم میں کھڑا تھا۔ اس عالم میں وہ کیا کہتا۔ عمران چند لمحے اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔ اس کی آنکھیں اس طرح عمران پر جمی ہوئی تھیں جیسے وہ کوئی مافوق الفطرت ہستی ہو۔

”کیا گونگے ہو؟“..... عمران نے غرا کر کہا۔

”نہیں۔“..... اس نے بے اختیار کہا۔

”اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو جو کچھ کہوں کر۔“ جاؤ۔ ورنہ تمہارے ساتھیوں کا حشر تمہارے سامنے ہے۔“..... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا اور اس کا سرد لہجہ سن کر وہ کانپ کر رہ گیا۔ اس کے چہرے پر خوف اور اضطراب کی ملی جلی کیفیت پھیلی ہوئی تھی۔

”ہاتھ سر پر رکھو اور ہاتھ روم کی طرف چلو“..... عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”کک کک۔ کیا مطلب؟“..... اس نے پوچھا۔

”مطلب بھی بتا دوں گا۔ فی الحال جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو ورنہ.....“ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔ اسے عمران کے حکم کی تعمیل کرنی ہی پڑی۔ ہاتھ روم کے قریب پہنچ کر عمران نے اسے روکا اور خود اس طرح اندر چلا گیا کہ وہ آدمی ایک لمحے کے لئے بھی ریوالور کی زد سے نہ نکال سکے۔ وہ آدمی موقع کی تلاش میں تھا لیکن ریوالور کی نال اس کے ارادے کی راہ میں رکاوٹ تھی۔ عمران نے تیزی سے سوٹ کیس اٹھایا اور باہر نکل آیا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“..... عمران نے پوچھا۔

”میرا نام ریمینڈ ہے۔“..... اس آدمی نے جواب دیا۔

”سنو ریمینڈ۔ تم میرے ساتھ ہوٹل سے باہر چلو گے۔ اس بات کو ذہن میں رکھنا ریوالور کی نال ہر وقت تمہاری طرف رہے گی۔ اگر فرار کی کوشش کی تو میں ٹریگر دبانے سے گریز نہیں کروں گا۔“..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جا سکتا۔“..... ریمینڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تو پھر میں تمہیں ہلاک کر دیتا ہوں۔“..... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور ریوالور کی نال اس کی کینٹی سے لگا دی۔

”جو دل چاہے کرو لیکن میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گا۔“..... ریمینڈ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اس کے آنکھوں میں

”مزم بھٹک رہا تھا۔

”یا مطلب“..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”ہمیں دوسروں کو مارنا بھی آتا ہے اور ضرورت پڑنے پر ہم اپنی تنظیم کے لئے جان بھی دے سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ معلومات حاصل کرنے کے لئے مجھے کہیں لے جانا چاہتے ہو اور میں تمہیں کسی قسم کی معلومات دینے کے لئے تیار نہیں“..... ریمنا نے سخت لہجے میں کہا۔

”ویل ڈن۔ یہ کس فلم کے ڈائلاگ ہیں مائی ڈیر“..... عمران

نے دیدے بچاتے ہوئے پوچھا۔

”جس فلم کے دل چاہے سمجھ لو“..... اس نے لاپرواہی سے

شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

”یہ بات ہے تو پھر ذرا گھوم تو جاؤ“..... عمران نے اس کا

طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ گھومنے کی بجائے اس نے بڑے حیرت

انگیز انداز میں اچھل کر عمران پر چھلانگ لگائی۔ عمران چاہتا تو اسے

آسانی سے شوٹ کر دیتا لیکن اس نے تیزی سے ایک طرف ہٹ

ہوئے سوٹ کیس گھما کر اس کے چہرے پر مارا۔ ریمنڈ چیخ کر جھ

تو عمران نے آگے بڑھ کر ریوالور کا دستہ پوری قوت سے اس کا

کھوپڑی پر مار دیا اور وہ لڑکھڑا کر ڈھیر ہو گیا۔ اسے بے ہوش

ہوتے دیکھ کر عمران نے ریوالور جیب میں رکھا اور اس آدمی کا

کنکشن کی مخصوص رگیں دبا کر اسے طویل مدت کے لئے بے ہوش

کر دیا۔ چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد عمران آگے بڑھا اور یکے بعد دیگرے تینوں کی تلاشی لے کر ان کی جیبوں سے نکلنے والا سارا سامان اپنی جیبوں میں ڈالا اور کمرے سے نکل کر دروازہ لاک کر دیا۔ پھر اس نے ہوٹل سے باہر نکلنے میں دیر نہیں لگائی۔ کار میں میجر ابدال اس کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔

”بہت دیر لگا دی آپ نے“..... میجر ابدال نے عمران کے کار

میں بیٹھتے ہی پوچھا۔

”شکر کرو کہ زندہ بچ کر آ گیا ہوں“..... عمران نے دروازہ بند

کرتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب“..... میجر ابدال نے حیرت سے پوچھا۔

”کچھ بن بلائے مہمان آگئے تھے“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ پھر“..... میجر ابدال نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے

پوچھا۔

”انہوں نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی نتیجہ میں دو

لاشیں اور ایک بے ہوش آدمی میرے کمرے میں پڑا ہے“۔ عمران

نے کہا۔

”خدا کی پناہ“..... میجر ابدال نے کہا۔

”ابھی تو ابتدا ہوئی ہے پیارے بھائی ابھی سے پناہ مانگنا شروع

کر دی“..... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”اس کا مطلب ہے ابھی اور حملے ہوں گے“..... میجر ابدال

”جب آپ اس حد تک واقف ہیں تو ان تک پہنچنے میں کیا
قباحت ہے“..... میجر ابدال نے پوچھا۔
”ان کا پتہ بتا دو پھر کوئی قباحت نہیں رہے گی“..... عمران نے
کہا۔

”ایک منٹ جناب۔ بلک اسپارک کے سیکشن فائیو کے بارے
میں آپ نے اس لئے تو نہیں پوچھا تھا کہ آپ کے خیال کے
مطابق ان ہنگاموں کی پشت پر انہی کا ہاتھ ہے“..... میجر ابدال
نے کہا اسے اچانک یاد آ گیا۔

”بات کچھ ایسی ہی ہے اور مزید باتیں اس وقت کروں گا جب
تم ہوٹل سے لاشیں اور بے ہوش آدمی کو ہٹانے کا انتظام کرو
گے“..... عمران نے تیزی سے کہا۔

”یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں۔ میں ابن حارث سے کہہ دیتا ہوں وہ
انہیں وہاں سے ہٹا لے گا“..... میجر ابدال نے کہا۔

”ٹھیک ہے لیکن یہ مسئلہ ضرور اہم ہے یہ کام اتنی خاموشی سے
کیا جائے کہ کوئی محسوس نہ کر سکے“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ یہ کیسے ممکن ہے“..... میجر ابدال نے پوچھا۔

”اگر ابن حارث ان کی منتقلی کے لئے بوریاں استعمال کرے تو
بالکل ممکن ہے۔ وہ ہوٹل کی انتظامیہ سے مل کر خاموشی کے ساتھ
عقبی راستے سے انہیں نکال کر لے جا سکتا ہے“..... عمران نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

نے کہا۔
”ظاہر ہے۔ وہ لوگ آسانی سے ہمیں اپنے مقصد میں تو
کامیاب ہونے نہیں دیں گے۔ نتیجے میں خون بہنا لازمی امر ہے۔“
عمران نے کہا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ لوگ آپ کو اس شدت سے
ہلاک کرنے کے خواہاں کیوں ہیں“..... تھوڑی دیر بعد میجر ابدال
نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

”انہیں اس بات کا ڈر ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو ان تک پہنچ
جاؤں گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مجھے راستے سے ہٹانے کے لئے اپنے
آدمی ضائع کرنے کے باوجود مسلسل حملے کرا رہے ہیں۔ چوبیس
گھنٹے میں یہ چوتھا حملہ تھا“..... عمران نے جواب دیا۔

”چوتھا حملہ“..... میجر ابدال نے چونک کر کہا۔ اس کا منہ حیرت
سے کھل گیا۔

”ہاں۔ حملوں کا یہ سلسلہ پاکیشیا سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ جب
میں یہاں کے لئے روانہ ہو رہا تھا تو مجھے روکنے کے لئے حملے کئے
گئے تھے“..... عمران نے بتایا۔

”اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ آپ اغوا کرنے والوں سے بخوبی
واقف ہیں“..... میجر ابدال نے کہا۔

”اس حد تک کہ وہ کون ہیں اور کس مقصد کے لئے سربراہیم کو
اغوا کیا گیا ہے“..... عمران نے کہا۔

”حیرت ہے۔ آپ ہر مسئلے کا حل چٹکی بجاتے میں سوچ لیتے ہیں“..... میجر ابدال نے کہا۔

”اگر یہ بات نہ ہوتی تو تم ان لوگوں کی بجائے میری لاش ہوٹل سے منتقل کرنے کے انتظامات کر رہے ہوتے۔ اچھا اب تم پہلے ابن حارث کو ہدایات دے دو۔ ہم باتیں بعد میں بھی کر سکتے ہیں“..... عمران نے جواب دیا۔

”اس کے لئے ہمیں کہیں رکنا پڑے گا۔ کیونکہ ابن حارث آفس پہنچ چکا ہو گا۔ اس لئے بات فون پر کی جا سکے گی“..... میجر ابدال نے کہا۔

”کیا ہیڈ کوارٹر کے آپریشن روم میں تمہاری اتنی جان پہچان بھی نہیں کہ وہ تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر ابن حارث کو تم سے بات کرنے کے لئے وہاں بلا لیں“..... عمران نے پوچھا۔

”معلوم ہوتا ہے مجھے آپ کی شاگردی کرنی پڑے گی۔ یہ بات میرے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ واقعی مسائل کا حل ڈھونڈنے میں آپ کی ذہانت لاجواب ہے“..... میجر ابدال نے بے اختیار ہنستے ہوئے کہا۔

”میرا شاگرد بننے سے پہلے یہ ضرور سوچ لینا کہ میرے شاگرد سر پر ہاتھ رکھ کر ہمیشہ رویا ہی کرتے ہیں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تب آپ یقیناً ان کے ساتھ کوئی زیادتی کرتے ہوں گے۔“

میجر ابدال نے کہا۔

”اگر تم نے وائرلیس سیٹ کو استعمال نہیں کیا تو زیادتی تمہارے ساتھ بھی ہونے والی ہے“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ ہاں“..... میجر ابدال نے چونک کر کہا اور ہاتھ ڈیش بورڈ کی طرف بڑھا دیا۔ وہ وائرلیس پر ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کرنے لگا اور عمران سوچ میں ڈوب گیا لیکن اس کی نظریں تعاقب کا برابر جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر چونک کر کسی خیال کے تحت اس نے سوٹ کیس اٹھا کر گود میں رکھا اور اسے کھول لیا اور اس میں سے ایک چھوٹا سا باکس نکال کر سوٹ کیس بند کر دیا۔

”یہ کیا ہے“..... میجر ابدال نے تحیر آمیز لہجے میں پوچھا۔

”یہ ایک جادوئی آلہ ہے۔ اس کے ذریعے میں معلومات حاصل کرتا ہوں“..... عمران نے کہا اور سوٹ کیس بیروں میں رکھ کر کلائی سے گھڑی کھول لی۔ ونڈ بن باہر کھینچ کر وہ ٹائیگر سے رابطہ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ دوسری طرف میجر ابدال اس کو عجیب سے انداز سے دیکھتے ہوئے ابن حارث کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے آفس اور آپریشن روم کے درمیان کافی فاصلہ تھا اس لئے اس کے جلد پہنچنے کی امید نہیں تھی۔

”ہیلو ہیلو۔ ٹائیگر کالنگ۔ ہیلو۔ اوور“..... چند لمحوں کے بعد اچانک وائچ ٹرانسمیٹر سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”یس۔ عمران انڈنگ یو۔ کوئی نئی بات۔ اور“..... نہ ان نے پوچھا۔

”ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں بند پڑا ہوں۔ اس لئے نئی رپورٹ کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور“..... ٹائیگر نے کہا۔

”اسی کے لئے تمہیں کال کی تھی۔ رابطہ رکھ کر والیوم بند کر دو تاکہ میں تمہیں تلاش کر سکوں۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”جی بہتر۔ اور“..... ٹائیگر نے کہا۔

”تم تیار رہنا۔ اس بات کا یقین ہوتے ہی کہ سربراہیم بھی وہاں ہیں ہم ریڈ کر دیں گے۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”اس بات کی تصدیق ہوگی کیسے۔ اور“..... ٹائیگر نے پوچھا۔

”اس کا بھی انتظام ہو گیا ہے۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”کیا۔ اور“..... ٹائیگر نے پوچھا۔

”فرصت منے پر بتا دوں گا۔ اچھا اب بس۔ اور“..... عمران نے والیوم بند کر دیا لیکن سلسلہ منقطع نہیں کیا اس نے سوٹ کیس سے نکالے ہوئے باکس کا ڈھکنا کھولا اور ایک تار جس کا سراپن کی مانند سخت اور نوکیلا تھا گھڑی کے ایک سوراخ میں پھنسا دیا۔ ایک بٹن دباتے ہی باکس کے اوپر ایک ڈائل روشن ہوا اور ٹک ٹک کی آوازیں ابھرنے لگیں۔

ڈائل کے اوپر سبز رنگ کا ایک نکتہ چمک رہا تھا جو آوازوں کے ساتھ اسپارک کر رہا تھا۔ اسی وقت میجر ابدال کا رابطہ بھی ابن

حارث سے ہو گیا وہ تیزی کے ساتھ عمران کی دی ہوئی ہدایات اسے دینے لگا۔

”ان حارث سے کہنا بے ہوش آدمی کا ذرا خیال رکھے۔ اسے زندہ رہنا چاہئے۔ اس سے ضروری معلومات حاصل کرنی ہیں۔“

عمران نے کہا۔

”تم نے سنا ابن حارث۔ اور“..... میجر ابدال نے ابن حارث کو مخاطب کر کے کہا۔

”یس سر میں اس کا پورا پورا خیال رکھوں گا۔ اور“..... ابن حارث نے کہا۔

”اس بات کا خیال رکھنا کہ اسے قتل بھی کیا جاسکتا ہے اور وہ ہوش میں آنے کے بعد خودکشی بھی کر سکتا ہے۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”فکر نہ کریں۔ ہم اسے ایسا نہیں کرنے دیں گے اور“۔ ابن حارث نے کہا۔

”ہیر پھیر والی باتیں میں ذرا کم ہی سمجھتا ہوں ابن حارث۔ کوشش کرنا ہوٹل میں بہت کم افراد اس بات سے واقف ہوں کہ بور یوں میں کیا ہے۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”بہتر میں خیال رکھوں گا۔ اور“..... ابن حارث نے کہا۔

”بس تم اپنا کام کرو۔ ہم دوسری طرف دیکھتے ہیں۔ اور“۔

عمران نے کہا۔

”اگر آپ اجازت دیں تو کیا میں آپ کی غیر موجودگی میں بے ہوش آدمی سے معلومات حاصل کروں۔ اور“..... ابن حارث نے پوچھا۔

”کوئی حرج نہیں۔ مجھے یقین ہے تم اس کی زبان تو نہ کھلوا سکو گے لیکن کم از کم اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ جب ہم پہنچیں گے تو اس کی قوت مدافعت دم توڑ چکی ہوگی۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے“..... ابن حارث نے کہا۔

”اس بات کا خیال رکھنا بے ہوش آدمی اور مرنے والوں کے بارے میں تمہارے ہیڈ کوارٹر میں بھی انتہائی قابل اعتماد افراد کے علاوہ کسی کو معلوم نہ ہو۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”یہ۔ یہ کیسے ممکن ہے“..... میجر ابدال نے چونک کر عمران سے کہا۔

”اگر ایسا نہ ہوا تو تم لوگ اپنی کوشش میں بری طرح ناکام رہو گے کیونکہ یقینی طور پر ہیڈ کوارٹر میں کچھ ایسے آدمی موجود ہیں جو تمہاری کوششوں پر نظر رکھے ہوئے ہیں تاکہ جیسے ہی تم کوئی سراغ حاصل کرو وہ ضائع کرنے میں دیر نہ لگائیں“..... عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ یہ تو آپ بہت بڑی بات کر رہے ہیں جناب۔ کیا واقعی ایسا ممکن ہو سکتا ہے“..... میجر ابدال نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ اور میں جو بھی کہہ رہا ہوں غلط نہیں ہے۔ اب بھی اگر

احتیاط نہ برتی گئی تو یہ سراغ بھی ضائع ہو جائے گا۔ اس لئے ابن حارث کو بہت رازداری اور احتیاط برتنی پڑے گی۔“ عمران نے کہا۔

”تم نے سنا ابن حارث۔ اور“..... میجر ابدال نے ابن حارث سے کہا۔

”جی ہاں۔ سنا بھی اور سمجھ بھی لیا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ اور“..... ابن حارث نے کہا۔

”اوکے۔ اب تم فوراً اپنا کام شروع کر دو۔ اور“..... میجر ابدال نے کہا اور عمران کے اشارے پر اس نے اور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔

”کہاں چلنا ہے“..... آخر میجر ابدال نے منزل کے بارے میں پوچھ ہی لیا۔

”ہیون کالونی کی طرف“..... عمران نے چونک کر کہا۔

”سرچ ادھر اشارہ کر رہا ہے“..... میجر ابدال نے پوچھا۔

”یہ تو وہیں پہنچ کر معلوم ہوگا کہ اشارے بازی کس سمت میں ہو رہی ہے لیکن راستہ ایسا اختیار کرنا جو ہیون روڈ کے قریب سے نہ گزرتا ہو“..... عمران نے کہا۔

”کوئی خاص بات“..... میجر ابدال نے پوچھا لیکن عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ٹھنکی باندھے سرچر کے ڈائل کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا دماغ برق رفتاری سے سوچ میں مصروف تھا۔

جائے“..... عمران نے چونک کر کہا۔
 ”کیا میں اس کوٹھی کی نگرانی کا انتظام کر دوں“..... میجر ابدال
 نے پوچھا۔
 ”تاکہ وہ لوگ ہوشیار ہو جائیں۔ نہیں۔ یہ بات صرف تمہاری
 ذات تک محدود رہے گی البتہ تم خاموشی کے ساتھ کچھ انتظامات کرو
 گے“..... عمران نے کہا اس کے آواز میں ہلکی سی تلخی تھی۔
 ”وہ کیا“..... میجر ابدال نے پوچھا۔
 ”بتا دوں گا“..... عمران نے لاپرواہی سے کہا اور گھڑی کا ونڈ
 بٹن بار بار کھینچ کر اندر کرنے لگا۔
 ”لیس۔ ٹائیگر انڈنگ یو۔ اوور“..... تھوڑی دیر بعد ٹائیگر کی
 آواز عمران کی ساعت سے ٹکرائی۔
 ”عمران بول رہا ہوں۔ اوور“..... عمران نے مخصوص لہجے میں
 کہا۔
 ”ابھی چند لمحوں قبل تو آپ کی مجھ سے بات ہوئی تھی۔ اوور“۔
 ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اسے شاید عمران کے اتنی
 جلدی دوبارہ رابطہ کرنے پر حیرت ہو رہی تھی۔
 ”تمہاری خیریت معلوم کرنی تھی اور دوسری بات یہ کہ ہم نے
 تمہارے قید خانے کا پتہ چلا لیا ہے۔ اوور“..... عمران نے کہا۔
 ”اوہ۔ تو آپ کب تک یہاں پہنچ رہے ہیں۔ اوور“..... ٹائیگر
 نے پوچھا۔

جب عمران کو یقین ہو گیا کہ گنل اسی کوٹھی سے مل رہے ہیں تو
 اس نے نمبر ذہن نشین کر کے کار کا رخ شہر کی جانب کروا دیا۔ میجر
 ابدال کے ذہن میں سینکڑوں سوال گردش کر رہے تھے لیکن عمران کو
 سرچر میں الجھا دیکھ کر اس نے کوئی سوال نہیں کیا۔
 عمران کے چند گھنٹوں کے ساتھ نے ہی میجر ابدال کو اس بات
 کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ عمران کی ذہانت کی ’ڈ‘ کو
 بھی نہیں چھو سکتا۔ ان کی پوری سیکرٹ سروس انگو کی واردات کے
 بعد سے اب تک مسلسل کوشش اور وسائل کے استعمال کے باوجود
 معمولی سا سراغ بھی نہیں پاسکی تھی۔ جب کہ عمران چند ہی گھنٹوں
 میں اس تھیلے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جس میں ملی بند تھی۔
 ”اب کہاں چلنا ہے جناب“..... میجر ابدال نے پوچھا اس
 سے خاموشی برداشت نہ ہو سکی تھی۔
 ”ہیڈ کوارٹر کی طرف چلو تاکہ اب آخری معرکہ بھی سر کر ہی لیا

”جب پہنچوں گا تو تمہیں پہلے ہی سگنل دے دیا جائے گا۔
اور“۔ عمران نے کہا اور اس نے ٹائیگر کو دبی زبان میں چند
ہدایات دینا شروع کر دیں پھر اس نے اور اینڈ آ آ کہہ کر رابطہ
منقطع کر دیا۔

”کوئی نئی بات معلوم ہوئی“..... میجر ابدال نے پوچھا۔

”ہاں“..... عمران نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

”کیا“..... میجر ابدال نے پوچھا۔

”یہی کہ میجر ابدال میں مہمان نوازی جیسی کوئی خوبی نہیں پائی
جاتی“..... عمران نے کہا۔

”میں سمجھا نہیں“..... میجر ابدال نے چونک کر پوچھا اس کے
چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”ارے۔ تین گھنٹے سے ساتھ لئے پھر رہے ہو۔ دو مرتبہ موت
کے منہ میں جھونک دیا لیکن ایک مرتبہ بھی یہ نہیں پوچھا چائے ہی پی
لو“..... عمران نے کہا۔

”اس میں میرا کیا قصور ہے جناب۔ ایک مرتبہ ہوٹل کا رخ کیا
تو آپ نے راستے ہی میں کار مڑوا دی تھی“..... میجر ابدال نے
کہا۔

”جسے چائے نہیں پلانی ہوتی تو وہ اسی قسم کے بہانے بناتا
ہے“..... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”چلیں۔ اب کسی ہوٹل میں لے چلتا ہوں“..... میجر ابدال

نے کہا۔

”فی الحال تو رفتار میں اضافہ کرو ہمیں جلد از جلد تمہارے ہیڈ
کوارٹر پہنچ کر اس نامعقول آدمی کی مزاج پرسی کرنی ہے جسے ابن
حارث لے گیا ہے“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ ہاں آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں ہوٹل میں کیا ہوا
تھا“..... میجر ابدال نے چونک کر پوچھا۔

”یہ تم اچانک ہی اپنی ٹیون کیوں تبدیل کر لیتے ہو“۔ عمران
نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”آپ بڑی عجیب باتیں کرنے لگتے ہیں۔ ٹیون تبدیل کرنے
والی بات بھی خوب ہے“..... میجر ابدال نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میرے ساتھ رہو گے تو ایسی ہی عجیب و غریب باتیں سننے کو
ملیں گی“..... عمران نے دیدے نچا کر کہا۔

”وہ تو میں سن ہی رہا ہوں“..... میجر ابدال نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

”سن لینے کے باوجود تمہاری کار کی رفتار میں اضافہ نہیں ہوا
ہے۔ ہمارے پاس وقت کم اور کام زیادہ ہیں“..... عمران نے کہا۔

میجر ابدال نے سر ہلا کر رفتار میں اضافہ کر دیا۔ حالانکہ تعاقب کے
امکانات نہ ہونے کے برابر تھے اس کے باوجود عمران بیک مرر کے
ذریعے عقب پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

عمران سوچتا رہا اور کار دوڑتی رہی۔ ہیڈ کوارٹر تک کا راستہ

”نہیں۔“ منسل تشدد کے باوجود اس نے زبان نہیں کھولی۔ خیر کب تک یہیں بولے گا۔ شروع ہو جاؤ خلیل“..... کرنل فلک جاہ نے پہلے عمران سے پھر ایک اپنے ایک ساتھی سے کہا۔

”رکیں۔ تشدد کی ضرورت نہیں اس کا علاج ابھی ہو جاتا ہے“..... عمران نے کہا۔

”اوہ“..... سب کی نظریں عمران کے چہرے پر جم گئیں جو تیر کی طرح ایک میز کی طرف گیا اور ہاتھ میں لٹکا ہوا سوٹ کیس اس پر رکھ کر کھولنے لگا۔ سوٹ کیس سے ایک پتلا باکس نکال کر اسے کھولا اور اس میں سے ایک سرخ نکال کر باکس میں رکھی ایک شیشی سے زرد سیال کی کچھ مقدار سرخ میں کھینچ لی۔

”یہ کیا ہے“..... کرنل فلک جاہ نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

”زبان کھلوانے کا آسان نسخہ“..... عمران نے مسکرا کر کہا اور کرسی میں بندھے ہوئے آدمی کے قریب پہنچ گیا جو اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

”یہ۔ یہ۔ یہ۔ کک۔ کک۔ کیا مطلب۔ یہ تم کیا کر رہے ہو۔ کیا ہے اس انجکشن میں“..... اس آدمی نے ہڈیانی انداز میں بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔

”چیخو مت پیارے۔ اس بات کا اندازہ تمہیں پہلے ہی ہو گیا ہو گا کہ اس کمرے کی دیواریں گونگی اور بھری ہیں“..... عمران نے کہا۔ پھر وہ لاکھ تڑپا، چیخا لیکن عمران نے بڑے اطمینان بھرے

خاموشی سے گزر گیا۔ ہیڈ کوارٹر کی وسیع و عریض اور شاندار عمارت میں داخل ہو کر میجر ابدال عمران کو ساتھ لئے ایک الگ تھلک حصہ میں پہنچ گیا۔ جہاں راہداری میں بہت مستعدی سے کئی مسلح افراد کھڑے تھے۔ ایک دروازے کے سامنے دو گارڈ کھڑے تھے۔

”ابن حارث اندر ہے“..... میجر ابدال نے رعب دار لہجے میں پوچھا۔

”ہیس سر۔ چیف بھی ہیں“..... ایک گارڈ نے عمران کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”اوہ“..... میجر ابدال کے ہونٹ سیٹی بجانے کے انداز میں سکڑ گئے۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

عمران بھی اس کے ساتھ تھا۔ دروازے کے سامنے پارٹیشن موجود تھی جس کی وجہ سے باہر سے اندر کا منظر نظر نہیں آتا تھا۔

عمران نے اندر داخل ہوتے ہی اندازہ لگا لیا کہ وہ ایئر کنڈیشن اور ساؤنڈ پروف ہے جہاں پانچ آدمی موجود تھے۔ وہ پانچوں انہیں دیکھ کر چونک پڑے۔ ان میں ایک کرنل فلک جاہ بھی تھا۔ ایک آدمی فولادی کرسی میں چمڑے کے تسوں سے کسا ہوا تھا۔ یہ وہی آدمی تھا جسے عمران بے ہوش کر کے ہوٹل میں چھوڑ آیا تھا۔ اس کی حالت سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ تشدد کے مراحل سے گزرتا رہا ہے

”اس نے کچھ بتایا“..... عمران نے کرسی میں بندھے ہوئے آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کرنل فلک جاہ سے پوچھا۔

انداز میں اس کے بازو میں سیاں انجیکٹ کر دیا۔ میجر ابدال اور دوسرے خاموش تماشاکی بنے ہوئے تھے۔

وہ بے تاب کیساتھ انجیکٹ کئے جانے والے سیال کے اثرات رونما ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ چند لمحوں کے بعد وہ بندھے ہوئے آدمی نے اس طرح چیخا اور مچلنا شروع کر دیا جیسے اس کے جسم میں آگ لگی ہوئی ہو گزرنے والے ہر لمحے کے ساتھ وہ کیفیت شدید تر ہوتی جا رہی تھی۔ اس کا پورا جسم پسینے میں نہا گیا۔ وہ اس بری طرح چیختے ہوئے تڑپ رہا تھا کہ دو آدمی بڑھ کر اگر اس کی کرسی نہ پکڑ لیتے تو وہ یقینی طور پر کرسی سمیت الٹ کر فرش پر گر جاتا۔

”بس کرو۔ مجھے بچاؤ۔ میں مرنے لگا۔“ فارگاڈ سیک۔ مجھے بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔“ ایک منٹ بھی نہیں گزرا تھا کہ اس کی قوت برداشت جواب دے گئی۔

”یہ اس صورت میں ممکن ہے جب تم میرے سوالوں کے جواب دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔ ”ہاں۔ ہاں میں تمہارے سوالوں کے جواب دوں گا۔ لیکن فارگاڈ سیک مجھے اس اذیت سے نجات دلاؤ۔“ عمران نے بدستور حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔ عمران گھوم کر میز کے قریب پہنچا اور دوسری شیشی سے سفید رنگ کے سیال کی کچھ مقدار سرخ میں بھری اور پھر عمران نے وہ سیال اس کے بازو میں انجیکٹ کر دیا اور اس کے

ردعمل کا انتظار کرنے لگا جس میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ چند سیکنڈ گزرنے کے بعد ہی اس آدمی کا تڑپتا ہوا جسم پرسکون ہونے لگا۔ کرنل فلک جاہ اور اس کے ماتحت یوں خاموش کھڑے تھے جیسے عمران نے جو کچھ کیا وہ اسے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ عمران کی تمام تر توجہ شکار پر مرکوز تھی۔ وہ اس کے پرسکون ہونے کا انتظار کر رہا تھا تاکہ معلومات حاصل کر سکے۔

”شروع ہو جاؤ اب۔ میں تمہاری زبان کھلنے کا انتظار کر رہا ہوں۔“ عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ ”تت۔ تم شیطان۔ تم انسان نہیں درندے ہو۔“ اس نے ہدیبانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

”چلو تم مجھے جو چاہو سمجھ لو۔ لیکن یہ بتاؤ کہ پاکیشیائی وزیر خارجہ سر ابراہیم کو اغوا کر کے کہاں رکھا گیا ہے۔“ عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”مممم۔ مجھے معلوم نہیں۔“ اس نے کہا۔ ”سوچ لو۔ اس بار تم پہلے سے زیادہ بھیانک عذاب سے دوچار ہو جاؤ گے۔“ عمران کی آواز میں کچھ ایسی ہی درندگی اور سفاکی تھی کہ کرنل فلک جاہ اور اس کے ماتحتوں نے بھی ریڑھ کی ہڈیوں میں سنسناہٹ دوڑنی ہوئی محسوس کی تھی۔

”نننن۔ نہیں۔ میں مزید اذیت برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے چھوڑ دو۔“ فارگاڈ سیک مجھے چھوڑ دو۔“ اس نے ہدیبانی انداز میں

نے سانپ کی مانند پھنکار کر پہلے اپنے شکار سے پھر میجر ابدال کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

”نن۔ نہیں تم میرے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر سکتے“..... ریمنڈ چیختے ہوئے کہا۔

”میجر ابدال میں تم سے کچھ کہہ رہا ہوں“..... عمران نے میجر ابدال سے مخاطب ہو کر انتہائی کراخت لہجے میں کہا تو میجر ابدال بوکھلائے ہوئے انداز میں سر ہلا کر میز کی طرف بڑھ گیا جہاں باکس رکھا ہوا تھا۔

”ٹھٹھ۔ ٹھہرو۔ رک جاؤ۔ مم۔ مم۔ میں بتاتا ہوں“..... جیسے ہی میجر ابدال میز کی طرف بڑھا ریمنڈ نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا اور میجر ابدال وہیں رک گیا۔

”سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔ میرے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ ویسے میرے خیال میں تمہیں ایک ڈوز کی اور ضرورت ہے“..... عمران نے کہا۔

”نن۔۔ نہیں۔ سربراہیم اسی کوٹھی میں موجود ہیں جس کے بارے میں تم نے بتایا ہے“..... ریمنڈ نے کانیتے ہوئے کہا۔

”کس جگہ“..... عمران نے پوچھا۔

”کوٹھی میں ایک خفیہ تہہ خانہ ہے وہاں“..... ریمنڈ نے جواب دیا پھر عمران تیزی سے سوالات کرتا رہا اور ریمنڈ جواب دیتا رہا۔ حتیٰ کہ عمران نے کوٹھی کے بارے میں چھوٹی سے چھوٹی بات بھی

چنچ کر کہا۔

”تمہارا نام کیا ہے“..... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”کالٹر۔ مم۔ مم۔ میرا نام ریمنڈ ہے“..... اس آدمی نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”دیکھو ریمنڈ۔ تم مجھے صرف اس سوال کا جواب دے دو۔ کیا سربراہیم کو ہیون کالونی کی کوٹھی نمبر سات سو تیرہ میں رکھا گیا ہے“..... عمران نے کہا۔ عمران کا سوال اتنا ہی دھماکہ خیز تھا کہ ریمنڈ کے ساتھ وہاں موجود تمام افراد بری طرح سے چونک پڑے۔

”آپ کو کیسے معلوم ہوا عمران صاحب“..... کرنل فلک جاہ نے بے اختیار پوچھا۔

”ذرا توقف فرمائیے جناب پھر سب کچھ بتا دوں گا“..... عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا اس کی نظریں اس آدمی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

”بولو ریمنڈ“..... عمران نے کالٹر کو گھورتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔

”کیا بولوں“..... ریمنڈ نے کہا۔

”معلوم ہوتا ہے تمہارا دماغ ابھی درست نہیں ہوا۔ میجر ابدال ذرا مبرا باکس تو لے آؤ۔ یہ اس طرح نہیں مانے گا“..... عمران

معلوم کر لی۔

”میرے خیال میں اب ہم کسی اور جگہ بیٹھ کر باتیں کریں۔“
 عمران نے کرنل فلک جاہ کو مخاطب کر کے کہا۔
 ”اوہ۔ ہاں ضرور“..... کرنل فلک جاہ نے کہا وہ تو خود عمران
 سے بات کرنے کی شدید خواہش رکھتا تھا۔
 ”اس بے چارے کے علاج کا انتظام کر دیں کیونکہ اس بار اس
 نے بہترین تعاون کیا ہے“..... عمران نے کہا۔

”ہو جائے گا“..... کرنل فلک جاہ نے کہا عمران نے تیزی سے
 سامان سمیٹا اور کرنل فلک جاہ کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔ میجر
 ابدال اپنے ماتحتوں کو ہدایات دینے کے لئے وہیں رک گیا۔ لیکن
 اس نے بھی کرنل فلک جاہ کے کمرے میں پہنچنے میں دیر نہیں لگائی
 تھی۔

”آپ میرے پاس آنے کی بجائے براہ راست خطرات میں
 کیوں الجھ گئے تھے“..... کرسی پر بیٹھتے ہی کرنل فلک جاہ نے پوچھا۔
 ”میں کہاں الجھا تھا خطرات ہی مجھ سے الجھ گئے تھے۔ یہاں
 آتے ہوئے بھی الجھنوں اور ہنگاموں سے دو چار ہو کر آیا ہوں اور
 میں سمجھتا ہوں اچھا ہی ہوا اگر وہ لوگ مجھے ہلاک کرنے کی حماقت
 میں گرفتار نہ ہوتے تو ان تک پہنچنا مشکل ہو جاتا“..... عمران نے
 مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ پھر عمران اپنے ساتھ گزری ہوئی کہانی
 سنانے لگا۔ کرنل فلک جاہ کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔

عمران کی طرف سے سگنل ملتے ہی ٹائیگر چاق و چوبند ہو گیا۔
 عمران کی ہدایات کے مطابق اب اس کے حرکت میں آنے کا وقت
 آ گیا تھا۔ چونکہ وہ اکیلا تھا اس لئے اس نے آسانی سے ناخنوں
 میں لگے ہوئے بلیڈوں سے پشت پر بندھی ہوئی رسیاں کاٹنا شروع
 کر دیں۔ کچھ ہی دیر میں وہ آزاد تھا۔ رسیوں سے آزاد ہو کر ٹائیگر
 نے اپنے پیر کا ایک جوتا نکال کر جوتے کی ایڑی کھولنی شروع کر
 دی۔ جوتے کی ایڑی جوتے سے الگ ہوئی تو ٹائیگر اس پر لگی ہوئی
 سیل کھولنے لگا۔ سیل کے نیچے ایڑی میں چھوٹے چھوٹے خانے
 سے بنے ہوئے تھے جن میں پائپ جیسے ٹکڑے دکھائی دے رہے
 تھے۔ ٹائیگر نے پائپ کے ان ٹکڑوں کو ایڑی سے نکالا اور انہیں
 آپس میں جوڑنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا
 سا قلم تھا۔ یہ مخصوص قسم کی ریز گن تھی جو قلم کی شکل میں تھی۔ اس
 گن کے سرے سے ریڈ ریز نکلتی تھی۔ ریڈ ریز انتہائی طاقتور اور

خطرناک تھی جس کی مدد سے فولادی دیوار کو بھی کاٹا جاسکتا تھا۔ ٹائیگر نے ریزگن سائینڈ پر زکھی اور پھر وہ جوتے کی ایڑی جوڑ کر جوتا پہن کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ریزگن اٹھا کر ہاتھ میں لے لی۔ عمران نے اسے یہ بھی بتا دیا تھا کہ وزیر خارجہ سر ابراہیم اسی کوٹھی ہی میں ایک تہہ خانے میں موجود ہیں۔ اور یہ اس کی ذمہ داری تھی کہ جب ہنگامہ برپا ہو تو ان کی حفاظت کرے۔ کیونکہ یہ بات یقینی تھی کہ بساط اللہ دیکھ کر بلیک اسپارک کے سیکشن فائیو کا انچارج فریڈی، وزیر خارجہ کو قتل کرا دیتا۔ اب یہ ٹائیگر کی کارکردگی پر منحصر تھا کہ وہ کس طرح خاموشی سے وزیر خارجہ تک پہنچ کر انہیں اپنی حفاظت میں لیتا ہے۔ ٹائیگر کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا۔ پھر کمرے کے واحد دروازے کی طرف بڑھ گیا جو ایک دوسرے کمرے میں کھلتا تھا جہاں اس کی معلومات کے مطابق دو مسلح آدمی موجود تھے۔ اس نے ان دونوں آدمیوں سے نپٹنے کا طریقہ سوچ لیا تھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے زرو زرو سے دروازہ دھڑ دھڑانا شروع کر دیا۔ دروازہ دھڑ دھڑانے کا نتیجہ اس کی امید کے مطابق نکلا۔ چند سیکنڈ ہی گزرے تھے کہ دوسری جانب سے کوئی چیخ پڑا۔

”کیا بات ہے کیوں شور کر رہے ہو؟“..... باہر سے کسی نے چیختے ہوئے پوچھا۔

”مجھے سگریٹ کی طلب محسوس ہو رہی ہے کیا تم مجھے چند سگریٹ

دے سکتے ہو؟“..... ٹائیگر نے چیخ کر کہا۔
 ”شٹ اپ یو نانسس“..... باہر سے اسی آدمی نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”کچھ سگریٹ دے دو تاکہ وقت گزاری کے لئے کوئی تو سہارا ہو؟“..... ٹائیگر نے کہا۔

”کیا مصیبت ہے۔ اچھا ٹھہرو؟“..... دوسری جانب سے بولنے والے نے جھنجھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا۔ ٹائیگر کی آنکھوں میں تیز چمک ابھر آئی۔ اس کا چلایا ہوا تیز نشانے پر لگا تھا۔ اب وہ آسانی سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ دوسری جانب قدموں کی آواز ابھری جو دروازے کے قریب پہنچ کر رک گئی۔

”دروازے کے سامنے سے ہٹ کر کمرے کے وسط میں چلے جاؤ“..... باہر سے اسی آدمی نے چیختے ہوئے کہا جو ٹائیگر کو جواب دے رہا تھا۔

”ٹھیک ہے“..... ٹائیگر نے جواب دیا اور دروازے کے سامنے سے ذرا ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے یقین تھا آنے والے کے ہاتھوں میں مشین گن ضرور ہوگی۔ دوسرے لمحے تالے میں چابی گھومنے کی آواز ابھری۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر آ گیا۔ اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ اور غصے کے تاثرات تھے۔ اس کے ایک ہاتھ میں مشین گن کی بجائے سائینسر لگا ہوا ریوالور اور دوسرے میں سگریٹ کا پیکٹ دبا ہوا تھا۔

”یہ لو اور اب مجھے تنگ کرنے کی کوشش مت کرنا ورنہ بہت برا سلوک کروں گا“..... گارڈ نے سگریٹ کا پیکٹ اور ایک لائٹر ٹائیگر کی طرف اچھالتے ہوئے غرا کر کہا۔

”اس قدر ناراض ہونے کی کیا ضرورت ہے دوست۔ اگر تم بھی تنہا ہوتے تو پتہ چلتا بوریت کسے کہتے ہیں“..... ٹائیگر نے پیکٹ پکڑتے ہوئے کہا۔

”اونہ۔ ادھر کون سے دس بیس آدمی ہیں۔ اچھا بس آرام سے سونے کی کوشش کرو دوبارہ مجھے تنگ مت کرنا“..... گارڈ نے بیزاری سے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز میں نشے کی کیفیت موجود تھی۔

”اوکے“..... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریز گن قلم کا رخ گارڈ کی طرف کیا اور پھر ٹائیگر کے انگوٹھے نے حرکت کی اور ریز گن سے روشنی کی ایک پتلی سی دھار نکل کر گارڈ کے جسم سے ٹکرائی۔ گارڈ کے جسم کو زوردار جھٹکا لگا۔ وہ لہرایا اور کوئی آواز نکالے بغیر فرش پر آگرا۔ ٹائیگر جست لگا کر اس کے قریب پہنچا اور گارڈ کے ہاتھ سے ریوالور کھینچ لیا۔ اسے یقین تھا گارڈ ہلاک ہو چکا ہے۔ ریوالور سنبھال کر اس نے دوسری جانب جھانکا۔ اس کمرے میں ایک میز پر شراب کی بوتل اور گلاس تو نظر آ گئے لیکن آدمی کوئی نظر نہیں آیا تھا وہ دوسری طرف پہنچا اور دروازہ بند کر دیا۔ پھر ٹائیگر تیزی سے بیرونی دروازے کے قریب

پہنچ گیا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے دروازے سے کان لگا کر سن گن لینے کی کوشش کی لیکن کسی قسم کی آواز سنائی نہ دی تو وہ پیچھے ہٹا اور وایج ٹرانسمیٹر کا ونڈ بٹن باہر کھینچ لیا۔ ہدایات کے مطابق اسے عمران سے رابطہ کرنا تھا۔ وہ عمران کو مخصوص کوڈ میں کال کرنے لگا۔

”علی عمران بول رہا ہوں۔ اوور“..... رابطہ ملتے ہی دوسری جانب سے عمران کی آواز آئی۔

”میں نے خود کو آزاد کرا لیا ہے باس۔ اوور“..... ٹائیگر نے کہا۔

”شاباش میرے جنگل کے شیر۔ اوور“..... عمران نے چپک کر کہا۔

”اب میرے لئے کیا حکم ہے۔ اوور“..... ٹائیگر نے پوچھا۔

”قید خانے سے نکلو اور سربراہیم تک پہنچ جاؤ۔ مجھ سے رابطہ میں ہی رہنا پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ آگے تمہیں کیا کرنا ہے۔ اوور“..... عمران نے کہا۔

”لیس باس۔ میں جلد ہی انہیں تلاش کر لوں گا۔ اوور“۔ ٹائیگر نے کہا۔

”آسانی سے پہنچ جاؤ گے۔ اوور“..... عمران نے پوچھا۔

”کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اوور“..... ٹائیگر نے کہا۔

”باہر کا منظر دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے عمارت میں موجود تمام آدمی باہر کی سیکورٹی پر مامور ہیں ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تمہیں تہہ خانے تک پہنچنے میں دشواری نہیں ہوگی۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”یس باس۔ اور“..... ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔ عمران اسے پہلے ہی تہہ خانے میں جانے والے راستے کی نشاندہی کر چکا تھا۔

ٹائیگر نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا راہداری میں سناٹا تھا وہ باہر نکلا اور تیزی لیکن انتہائی احتیاط کے ساتھ اور دبے پاؤں دوڑتا ہوا راہداری کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔ یہاں ایک کمرے میں تہہ خانے میں جانے کا راستہ تھا۔ اس کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ کر وہ رکا اور کان لگا کر آہٹ لینے لگا۔ لیکن کسی قسم کی آواز سنائی نہیں دی تو ٹائیگر دروازہ کھول کر بے دھڑک اندر گھس گیا۔ سامنے کرسی پر ایک آدمی بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ وہ ٹائیگر کو دیکھ کر اچھل پڑا۔

”شور مچانے کی کوشش مت کرنا“..... ٹائیگر نے ریوالور کا رخ اس آدمی کی طرف کرتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو وہ آدمی وہیں ساکت ہو کر رہ گیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ٹائیگر کی طرف دیکھنے لگا۔

”کک۔ کون ہو تم“..... اس آدمی نے ہکلاتے ہوئے پوچھا وہ بری طرح بوکھلا گیا تھا۔

”کھڑے ہو جاؤ پھر بتا دوں گا کہ میں کون ہوں۔ جلدی کرو ورنہ کھوپڑی میں سوراخ کرنے میں دیر نہیں لگاؤں گا“..... ٹائیگر نے غراتے ہوئے کہا تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور تیزی سے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔

”ویل ڈن۔ اب تہہ خانے کا دروازہ بھی کھول ڈالو“..... ٹائیگر نے ریوالور ہلاتے ہوئے کہا۔ حیرت سے اس آدمی کا منہ کھلا اور بند ہو گیا۔ یقیناً ایک اجنبی کے منہ سے تہہ خانے کا سن کر اسے ذہنی جھٹکا لگا تھا۔

”جلدی کرو میرے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت نہیں ہے“..... ٹائیگر نے کہا۔

”تت۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے یہاں کوئی تہہ خانہ نہیں ہے“..... اس آدمی نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

”یوشٹ اپ نانسس۔ میرے ساتھ عیاری کی تو ایک لمحے میں گولی مار دوں گا۔ الماری کے پاس جاؤ جس کے پیچھے تہہ خانے کا دروازہ ہے“..... ٹائیگر نے کہا۔ اور یہ جملہ سن کر وہ اچھل پڑا۔ حیرت اور پریشانی کی زیادتی نے اس کے حواس معطل کر دیئے تھے۔

”چلو“..... ٹائیگر نے اس کے قریب پہنچ کر اسے لکڑی کی ایک الماری کی طرف دھکیل کر کہا جس کے پیچھے عمران کی اطلاع کے مطابق تہہ خانے کا دروازہ تھا۔

”راستہ کھولو۔ ورنہ مجھے بھی راستہ کھولنے کا طریقہ معلوم ہے۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے“..... ٹائیگر نے کہا اس کی آواز میں اتنی ہی درندگی اور سفاکی تھی کہ وہ شخص بے اختیار کانپ اٹھا اور اس نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے الماری کا ہینڈل پکڑ کر مخصوص انداز میں حرکت دی تو ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ الماری دروازے کی مانند دبتی چلی گئی۔ دوسری جانب روشنی میں نیچے جانے کے لئے سیڑھیاں نظر آرہی تھیں۔

”چلو اب نیچے اترؤ“..... ٹائیگر نے اسی طرح انتہائی سرد لہجے میں کہا اور اسے اندر دھکیل دیا۔ اس شخص کے ستارے ہی گردش میں تھے۔ وہ توازن کھو کر گرا اور سیڑھیوں پر لڑھکتا چلا گیا۔ ٹائیگر نے تیزی سے دروازہ بند کیا اور نیچے اترتا چلا گیا۔ گرنے والا سیڑھیوں کے اختتام پر پہنچ کر ہی رکا تھا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر دروازہ تھا ٹائیگر اس کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔

”اب اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ“..... ٹائیگر نے اس کی پسلیوں پر ٹھوکر مارتے ہوئے غرا کر کہا۔ اس شخص کی پسلیاں پہلے ہی ہل گئی تھیں۔ رہی سہی کسر ٹائیگر کی ٹھوکر نے پوری کر دی۔ وہ بری طرح چیخ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک لمحے کے لئے اس پر جنونی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوا تھا کہ وہ ریوالور کی پرواہ کئے بغیر ٹائیگر پر جھپٹ پڑے گا لیکن ٹائیگر کے چہرے پر پھیلی ہوئی درندگی دیکھ کر اسے خود پر قابو پانا ہی پڑا۔

”عقل مند ہو۔ جیسے ہی تم حرکت کرتے میں ٹریگر دبانے میں دیر نہ لگاتا“..... ٹائیگر نے غرا کر کہا۔ اس آدمی کے منہ سے غرائٹیں ابھریں۔ لیکن وہ بولا کچھ نہیں البتہ اس کے چہرے اور آنکھوں میں کینہ تو ذی ابھرا آئی تھی۔ ٹائیگر نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھول دیا۔ ”اندر چلو“..... ٹائیگر نے کرخت لہجے میں کہا۔ اسے اندر جانے کا راستہ دینے کے لئے ٹائیگر کو ایک طرف ہٹنا پڑا اور یہیں وہ چوک گیا ویسے وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا وہ آدمی ریوالور کی پرواہ کئے بغیر اس پر حملہ کر دے گا ٹائیگر کے قریب سے گزر کر وہ طوفانی انداز میں پلٹا اور ٹائیگر کے ریوالور والے ہاتھ پر پوری قوت سے اپنا ہاتھ دے مارا۔ ضرب بے انتہا شدید تھی۔

ٹائیگر کے حلق سے ہلکی سی کراہ نکلی اور ریوالور ہاتھ سے نکل کر فرش پر جا گرا۔ اس آدمی نے ٹائیگر کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر ٹائیگر کی ٹھوڑی پر زور دیا مکا مارا تو وہ اچھل کر دروازے سے جا نکلایا۔ دوسرے کئے نے اس کے پیٹ کی تواضع کر دی۔ وہ کوئی مہلت دیئے بغیر ٹائیگر کی مرمت کرتا رہا۔ وہ ہر صورت ٹائیگر پر قابو پالینا چاہتا تھا۔ ان دونوں کی لڑائی کو ایک اور آدمی بھونچکے انداز میں دیکھ رہا تھا۔ یہ شخص کمرے میں موجود بیڈ کے قریب کھڑا تھا۔ اچانک ٹائیگر کو سنبھلنے کا موقع مل گیا۔ اس آدمی نے ٹائیگر کے پیٹ میں مکا مارنے کے لئے آگے بڑھ کر ہاتھ گھمایا تو اس کا بیر فرش پر گر جانے والے ریوالور پر پڑا اور وہ توازن کھو بیٹھا۔

ٹائیگر کو سنبھلنے کا موقع ملا تو وہ چیتے کی مانند حرکت میں آیا اور اس نے اچھل کر پوری قوت سے اس آدمی کے چہرے پر ٹکر مار دی۔ وہ ذبح ہونے والے جانور کی مانند ڈکرایا اور چہرے کو دونوں ہاتھوں سے چھپاتے ہوئے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ ٹائیگر احمق نہ تھا جو اس موقع سے فائدہ نہ اٹھاتا۔ اس نے زقند لگائی اور قریب پہنچ کر اس کی گردن پر جوڈو کی مخصوص ضربیں لگاتا چلا گیا۔ چند ہی ضربیں کھانے کے بعد وہ لڑکھڑایا اور فرش پر گر کر بے حس و حرکت ہو گیا۔

ٹائیگر چند لمحوں پہنچتے ہوئے اپنے شکار کو گھورتا رہا۔ شاید اس کا یہ خیال تھا کہ مقابل اٹھ کر پھر مقابلے پر آئے گا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ ٹائیگر گھوما اور اس نے ریوالور اٹھا کر دروازہ بند کر دیا۔ بولٹ بھی چڑھا دیا تاکہ دروازہ آسانی سے کھولا نہ جاسکے۔ ابھی تک وہ کمرے میں موجود تیسری ہستی کو دیکھ نہ پایا تھا لیکن گھومنے کے بعد جب بیڈ کے قریب کھڑے ہوئے آدمی پر نظر پڑی تو وہ چونک گیا۔

”سر ابراہیم“..... ٹائیگر نے اس آدمی سے مودب لہجے میں پوچھا۔ بیڈ کے قریب کھڑا ہوا آدمی بری طرح اچھل پڑا۔ یقیناً اسے اپنے ہم زبان سے ملنے کی توقع نہیں تھی۔

”کک کک۔ کیا مطلب۔ ت، ت، تم کون ہو“..... ادھیڑ عمر آدمی نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

”میں آپ کا ہمدرد ہوں جناب۔ میرا تعلق پاکستان سے ہے اور ہم یہاں آپ کی بازیابی کے لئے آئے ہیں“..... ٹائیگر نے کہا۔

”اوہ۔ میرے خدا۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ میرا کوئی ہم وطن مجھے چھڑانے کے لئے یہاں پہنچ سکتا ہے“..... اس آدمی نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا جو واقعی پاکستانی وزیر خارجہ سر ابراہیم تھے۔ جواب میں ٹائیگر نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔

”کیا نام ہے تمہارا“..... سر ابراہیم نے ٹائیگر کی طرف مسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ٹائیگر“..... ٹائیگر نے کہا۔

”تمہارے ساتھی کہاں ہیں“..... سر ابراہیم نے پوچھا۔

”فی الحال تو میں تنہا ہی ہوں“..... ٹائیگر نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ اسے عمران کو رپورٹ دینا تھی۔ اس نے عمران سے رابطہ کرنے کے لئے واچ ٹراسمیٹر آن کیا۔ سر ابراہیم نے کچھ کہنا چاہا لیکن ٹائیگر کو اپنی طرف متوجہ نہ دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

”ہیلو ہیلو۔ ٹائیگر کالنگ۔ ہیلو۔ اوور“..... ٹائیگر نے کال کرنی شروع کر دی۔

”یس عمران اٹینڈنگ یو۔ کیا رپورٹ ہے۔ اوور“..... چند لمحوں بعد رابطہ ہونے پر عمران کی آواز سنائی دی۔

”باس۔ میں منزل پر پہنچ چکا ہوں۔ اوور“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ویل ڈن۔ کہاں ہیں سر ابراہیم۔ اور“..... عمران نے کہا۔
 ”میرے ساتھ ہی موجود ہیں۔ اور“..... ٹائیگر نے جواب
 دیا۔

”کیا وہ ٹھیک ہیں۔ اور“..... عمران نے پوچھا۔
 ”جی ہاں۔ وہ بخیریت ہیں۔ اور“..... ٹائیگر نے جواب دیا۔
 ”اوکے۔ تم ان کا خیال رکھنا۔ میں اپنا کام شروع کرتا ہوں۔
 اور“..... عمران نے کہا اس کی آواز میں بے پناہ مسرت تھی۔
 ”کیا آپ تنہا آئیں گے۔ اور“..... ٹائیگر نے پوچھا۔
 ”کہو تو دو چار کرایہ کے بندے ساتھ لیتا آؤں۔ اور“..... عمران
 نے چپک کر کہا۔
 ”نہیں۔ ان کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اور“..... ٹائیگر نے
 مسکرا کر کہا۔

”سر ابراہیم کی حفاظت کی ساری ذمہ داری اب تمہاری ہے۔
 انہیں ہلکی سی خراش بھی نہیں آنی چاہئے۔ اور“..... عمران نے کہا۔
 ”آپ بے فکر رہیں باس۔ جب تک میں زندہ ہوں ان کی
 طرف کوئی میلی آنکھ سے بھی دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔
 اور“..... ٹائیگر نے کہا اس کے لہجے میں بے پناہ عزم و اعتماد تھا۔
 ”اور اینڈ آل“..... عمران نے کہا اور ٹائیگر نے رابطہ منقطع کر
 دیا۔ اس نے واچ ٹراسمیٹر آف کیا اور سر ابراہیم کی طرف متوجہ ہو
 گیا جو اسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

”یہ علی عمران سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل سر
 عبدالرحمن کا بیٹا ہے نا جس سے تم بات کر رہے تھے“..... سر ابراہیم
 نے ٹائیگر سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا۔
 ”جی ہاں۔ یہ وہی عمران صاحب ہیں“..... ٹائیگر نے جواب
 دیا۔

”ویل ڈن۔ تم لوگوں نے میرا پتہ کیسے چلا لیا“..... سر ابراہیم
 نے پوچھا۔
 ”میں کہانی ہے جناب۔ جو فرصت میں بیٹھ کر ہی سنائی جاسکتی
 ہے“..... ٹائیگر نے ادب سے کہا۔
 ”اوہ۔ تم شاید رازداری برت رہے ہو“..... سر ابراہیم نے
 مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”اوہ نہیں جناب۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے“..... ٹائیگر نے کہا۔
 ”خیر جب تمہارا دل چاہے بتا دینا“..... سر ابراہیم نے کہا تو
 ٹائیگر شانے اچکا کر خاموش ہو گیا۔ سر ابراہیم بیڈ پر بیٹھ گئے تو
 ٹائیگر بھی ایک کرسی کھینچ کر ان کے قریب بیٹھ گیا۔ ٹائیگر کی نظریں
 مسلسل دروازے اور بے ہوش آدمی کا طواف کر رہی تھیں۔ وہ
 جانتا تھا جیسے ہی عمران حرکت میں آیا فریڈی وزیر خارجہ کو فوری طور
 پر ہلاک کرنے کی نیت سے ادھر دوڑا چلا آئے گا اور وہ ان ہی
 لمحات سے پنپنے کے لئے تیار تھا۔
 کمرے میں گھبر سناٹا چھایا ہوا تھا جسے کافی دیر کے بعد بند

دروازے کی دوسری جانب ابھرنے والی قدموں کی آوازوں نے توڑا تھا۔ ٹائیگر اچھل کر کھڑا ہو گیا اور جست لگا کر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں ریوالور اور ریز گن تھی اور وہ آنے والے سے نپٹنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔

گلی میں تاریکی تھی۔ عمران محتاط انداز میں چلتا ہوا آخر کار عمارت کی پشت پر پہنچ کر رک گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر ہاتھ اونچے کر کے اس حد تک اچھلا کہ اس کی انگلیوں نے دیوار کے کنارے کو گرفت میں لے لیا۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ دیوار پر لیٹا عمارت اور اس کے گرد و پیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ عمارت کے عقب اور پہلو میں تاریکی چھائی ہوئی تھی اس کے باوجود عمران عمارت کی دیوار کے ساتھ ٹپلنے والے سیکورٹی گارڈز کو بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خطرے کو محسوس کر کے فریڈی نے حفاظتی اقدام سخت کر دیئے تھے تاکہ اگرچہ پولیس ریڈ کرے تو اس سے مقابلہ کیا جاسکے۔ عمران حیران تھا خطرہ محسوس کرنے کے باوجود ان لوگوں نے کونھی نہیں چھوڑی تھی۔ وہ اطمینان سے دیوار پر لیٹا جائزہ لیتا رہا۔ اسے ٹائیگر کی کال کا انتظار تھا جس کے بعد ہی اسے حرکت کرنی تھی۔ اس کی ہدایات پر سادہ لباس

میجر ابدال نے کہا۔

”حملہ کرتے وقت اس بات کا دھیان رکھنا کہ دشمن پوری طرح الارٹ اور مسلح ہے۔ کوٹھی میں داخل ہونے میں شدید ترین مذاحت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”سربراہیم کی بازیابی کے لئے بڑے سے بڑا خطرہ مول لیا جا سکتا ہے جناب۔ اور“..... میجر ابدال نے کہا۔

”میں نے اطلاعاً حفاظتی انتظامات کے بارے میں بتایا تھا تاکہ تمہارے آدمی محتاط رہیں۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”بہتر ہے میں ہدایت دے دوں گا۔ اور“..... میجر ابدال نے کہا۔

”اوکے۔ میرے سگنل کا انتظار کرو۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب۔ اور“..... میجر ابدال نے کہا تو عمران نے سلسلہ منقطع کر کے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈالا اور ایک مرتبہ پھر ٹائیگر کی کال کا انتظار کرنے لگا۔

گزرنے والا ہر لمحہ اس کے اعصاب میں ہیجان پیدا کرتا جا رہا تھا۔ ٹائیگر لاکھ ذہین اور دلیر سہی لیکن اس کی ناکامی کا خطرہ موجود تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اعصابی تناؤ میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس عالم میں جائزہ لینے کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ پھر کلائی پر لگنے والی ضرب نے اسے بری طرح چونکا دیا۔ اس نے کال اٹینڈ کرنے میں ایک لمحوں کی بھی دیر نہیں لگائی۔

میں ملبوس سیکورٹی کے جوان چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ عمران کا سگنل ملنے کے بعد میجر ابدال کی سربراہی میں انہوں نے کوٹھی پر حملہ کرنا تھا۔ اسی عالم میں کافی دیر گزر گئی۔ پھر کلائی پر لگنے والے ضرب نے اسے چونکا دیا۔

عمران نے لیٹے لیٹے ٹائیگر سے بات کی۔ وہ قید خانے سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ٹائیگر سے بات کرنے کے بعد وہ احتیاط کے ساتھ لٹک کر نیچے اترا اور جیب سے شارٹ ریچ ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ چند لمحوں بعد وہ دیوار کے سائے میں لیڈ میجر ابدال سے بات کر رہا تھا۔

”حرکت میں آ جاؤ میجر ابدال۔ اور“..... عمران نے سرگوشیاں لہجے میں کہا۔

”اوہ کیا آپ کا ساتھی سربراہیم کو تلاش کرنے اور انہیں ریسکب کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اور“..... میجر ابدال نے پوچھا۔

”ابھی نہیں۔ وہ قید خانے سے نکل کر تہہ خانے کی طرف گ

ہے۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”تو پھر اسے سربراہیم تک پہنچ تو جانے دیں۔ اور“..... میجر

ابدال نے کہا۔

”فکر مت کرو۔ جب تک تم یہاں پہنچو گے وہ کامیابی حاصل

کر چکا ہوگا۔ اور“..... عمران نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

”بہتر ہے۔ میں فورس کو حرکت میں لے آتا ہوں۔ اور

دوسری جانب ٹائیگر کامیابی کی خبر سنا رہا تھا۔ ٹائیگر سے بات کرنے کے بعد عمران نے ٹرانسمیٹر پر میجر ابدال کو حملے کا سگنل دے دیا اور سلسلہ منقطع کر کے وہ ٹرانسمیٹر جیب میں ڈال ہی رہا تھا کہ فضا میں سائرَن کی کرخت آوازیں گونجنے لگیں۔ سائرَن کا بجنا عمران کے پروگرام کا حصہ تھا۔

آوازیں سرعت سے کئی سمتوں سے کونٹھی کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ وہ بڑے اطمینان کے ساتھ لیٹا میجر ابدال کے حملہ کا انتظار کرتا رہا۔ کیونکہ اسے حملے کے بعد ہی جرکت میں آنا تھا۔ عمارت کے گرد موجود سیکورٹی گارڈز سائرَن کی آواز سن کر رک گئے۔ دوسرے لمحے ان کے شانوں پر لٹکی ہوئی مشین گنیں ان کے ہاتھوں میں آگئیں۔ اس وقت پہلی مرتبہ عمران کو عمارت کی چھت پر بھی پہرے داروں کی موجودگی کا احساس ہوا۔

وہ چیخ کر نیچے موجود سیکورٹی گارڈز کو پولیس کی آمد کے بارے میں بتا رہے تھے۔ نجانے کیوں عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس کی نظریں سیکورٹی گارڈز پر جمی ہوئی تھیں جو اب عمارت کے اگلے حصے کی طرف دوڑ رہے تھے اوپر والے بھی پیچھے ہٹ چکے تھے۔ عمران نے تیزی سے کروٹ لی اور اوندھا ہو کر سانپ کی طرح تیزی سے عمارت کی جانب ریٹگنے لگا۔ اس کی نظریں ایک کھلی ہوئی کھڑکی پر جمی ہوئی تھیں جہاں روشنی نہیں تھی۔ اسے یقین تھا کہ پھنس جانے کی صورت میں فریڈی ٹائیگر اور سربراہیم کو ڈھال :

کر نکلنے کی کوشش کرے گا۔ اس لئے عمران جلد از جلد ان کے پاس پہنچ جانا چاہتا تھا۔

سیکورٹی گارڈز سامنے کی جانب جا چکے تھے۔ وہ کسی خطرے سے دو چار ہوئے بغیر عمارت کے قریب پہنچا اور خاموشی سے کھڑکی کے راستے اندر پہنچ گیا۔ باہر اسپیکر میجر ابدال کی کرخت آواز فضا میں پھیلا رہا تھا۔ وہ کونٹھی کے مینوں کو حکم دے رہا تھا کہ ہتھیار پھینک کر خود کو پولیس کے حوالے کر دیں۔ عمران کو میجر ابدال کی وارننگ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تیزی سے اندرونی جانب کھلنے والے دروازے پر پہنچا اور کان لگا کر باہر کی آہٹ لینے لگا۔ دوسرے لمحے اسے چونکنا پڑا کیونکہ دوسری طرف سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آوازوں نے اس کے اندازوں کی تصدیق کر دی۔

عمران نے ریوالور پر گرفت مضبوط کی اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ دوسری جانب راہداری تھی عمران نے دونوں جانب کا جائزہ لیا اور دبے پاؤں آگے بڑھنے لگا لیکن ابھی چند ہی قدم چلا ہو گا کہ اسے ٹھٹھک کر رک جانا پڑا۔ عمارت کے باہر سے فائرنگ کی آوازیں ابھری تھیں۔ اسی لمحے ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی باہر نکل آیا۔ وہ عمران کو دیکھ کر بری طرح چونک پڑا۔

چند لمحے دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ پھر اس آدمی نے ہاتھ میں دبئی ہوئی مشین گن سیدھی کرنی چاہی تھی لیکن عمران پہلے

ہی فار کر چکا تھا۔ بے آواز گولی اس آدمی کے سر میں اتر گئی اور وہ ہلکی سی چیخ مار کر لڑکھڑاتا ہوا نیچے گر پڑا۔ عمران فوراً پلٹ کر تہہ خانے والے کمرے کی طرف دوڑا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ وہ ایک مرتبہ پھر چونک پڑا۔ اندر سے فارنگ کی آوازیں آرہی تھیں۔

اس کے جسم میں اضطراب کی لہریں دوڑ گئیں۔ اندر داخل ہو کر وہ اس الماری کے قریب پہنچ گیا جس کے عقب میں نیچے جانے کا راستہ تھا۔ فارنگ کی آوازیں ادھر ہی سے آرہی تھیں۔ اس نے محتاط انداز میں جھانک کر نیچے دیکھا۔ دو آدمی مشین گن سے فار کر کے تہہ خانے کا دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ عمران نے ایک لمحے سوچا پھر اس کا خاموش ریوالور گولیاں اگلتا چلا گیا۔ گولیاں نیچے والوں کی کھوپڑیوں میں اتر گئی تھیں۔ وہ چیخے بغیر لڑکھڑائے اور اچھل کر فرش پر گر گئے پھر عمران نے چھلانگ لگائی اور نیچے پہنچ گیا۔

”دروازہ کھولا ٹائیگر“..... عمران نے جلد آواز میں کہا۔ دوسری طرف ٹائیگر شاید اس کی آمد کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ دروازہ کھلنے میں دیر نہیں لگی تھی۔

”اوہ۔ آگے آپ“..... ٹائیگر نے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔
 ”چلو باہر آؤ۔ جلدی کرو“..... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔
 ”اور سربراہیم“..... ٹائیگر نے پوچھا۔

”انہیں بھی نکالو مگر احترام سے“..... عمران نے غرا کر کہا اور جھک کر دونوں مردہ آدمیوں کی مشین گنیں ان کے ہاتھوں سے کھینچ لیں۔ ٹائیگر، سربراہیم کو ساتھ لئے باہر نکل آیا۔ عمران کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ سربراہیم کی خیر و عافیت پوچھتا۔

”یہ سنبھالو اور میرے پیچھے آؤ“..... عمران نے ایک مشین گن ٹائیگر کو تھماتے ہوئے کہا پھر برق رفتاری سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر پہنچ گیا۔ کسی اور خطرے سے دو چار ہوئے بغیر وہ اس کمرے میں پہنچ گئے جس کی کھڑکی سے عمران اندر داخل ہوا تھا۔
 ”تم سربراہیم کو لے کر کوئی سے باہر نکل جاؤ“..... عمران نے ٹائیگر سے کہا۔

”اور آپ“..... ٹائیگر نے پوچھا۔

”میں ذرا فریڈی سے پیٹ لوں“..... عمران نے کہا۔
 ”کیا ضرورت ہے جناب ہمارا کام ہو چکا ہے۔ اب ان سے نپٹنے کا کام مقامی انتظامیہ کے لئے چھوڑ دیں“..... ٹائیگر نے کہا۔
 ”اوکے۔ چلو ایسا ہی کر لیتے ہیں۔ کبھی کبھی شاگرد بھی استاد سے دو جوتے آگے نکل جاتا ہے“..... عمران نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد کہا۔

”بہت بہت شکریہ باس“..... ٹائیگر نے کہا۔
 ”سکڑنے پھیلنے کا کام کوئی سے باہر کر لینا۔ فی الحال چلے آؤ“..... عمران نے کہا اور کھلی ہوئی کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ باہر

فائرنگ کا سلسلہ جاری تھا۔ باہر نکلنے کی بجائے عمران اچانک کسی خیال کے تحت رک گیا۔

”اب کیا ہوا باس“..... ٹائیگر نے بے اختیار پوچھا۔

”نہیں ٹائیگر۔ ہم یونہی نہیں جاسکتے“..... عمران نے کہا۔

”کیا مطلب“..... ٹائیگر نے پوچھا۔

”میرے ساتھ آؤ۔ مطلب خود ہی معلوم ہو جائے گا“۔ عمران

نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور اندرونی جانب کھلنے والے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

فریڈی پاگل کتے کی طرح کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے بگڑا ہوا تھا۔ کالٹر کو گئے کئی گھنٹے گزر گئے تھے لیکن اس کی طرف سے کوئی خبر نہیں ملی تھی۔ اس نے کئی مرتبہ لائٹ ریج ٹرانسمیٹر پر کالٹر سے رابطہ کرنے کی کوشش بھی کی لیکن اس کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ اس نے ایک آدمی کو خیابان ہوٹل بھیجا تاکہ وہ کالٹر اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں معلوم کرے۔

اس آدمی نے تھوڑی دیر بعد ہی رپورٹ دی کہ خیابان ہوٹل کے سامنے کالٹر کی کار تو موجود ہے لیکن وہ لوگ عمران کے کمرے یا ہوٹل میں موجود نہیں ہیں۔ اس رپورٹ نے فریڈی کی عقل خبط کر دی۔ کالٹر اور اس کے ساتھیوں کی گمشدگی خطرے کی گھنٹی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد سیکرٹ سروس ہیڈ کوارٹر سے اسے اطلاع مل گئی کہ عمران اور میجر ابدال وہاں پہنچ گئے ہیں۔ ان دونوں کے وہاں

پہنچنے کا مطلب یہ تھا کہ عمران ہوٹل گیا ہی نہیں۔ اب سوال یہ تھا کہ کالٹر اور اس کے ساتھی کہاں غائب ہو گئے لیکن اس کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ ایک خطرناک اور باوساں تنظیم کے ایک گروپ کا چیف تھا۔ اس لئے اتنی ذہانت اور فہم فراست تو رکھتا ہی تھا کہ خطرات کا اندازہ لگا لیتا۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ بہر حال اس نے عمارت کے گرد اور عمارت کے اوپر مسلح آدمی مقرر کر دیئے تھے۔ اچانک اس کے ذہن میں ہیڈ کوارٹر سے مشورہ اور ہدایات لینے کا خیال آیا اور اب وہ ٹرانسمیٹر مشین کے سامنے کھڑا چیف سے رابطہ ہونے کے انتظار میں بے تاب سے پہلو بدل رہا تھا۔ رابطہ ہونے میں کافی دیر لگ گئی اور وہ کمرے میں ٹھہلتا ہوا چیف کی کال کا انتظار کرنے لگا۔ پھر اچانک کمرے میں سیٹی کی تیز آواز ابھری تو وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ سیٹی کی آواز میز پر رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر سے نکل رہی تھی۔

فریڈی تیزی سے میز کی طرف بڑھا اور اس نے ٹرانسمیٹر اٹھا لیا۔ اس نے ایک بٹن پر پریس کیا تو ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز نکلنا بند ہو گئی۔ سمندر کی لہروں کا تیز شور سنائی دیا اور پھر دوسری طرف سے مسلسل کال دی جانے لگی۔ چند ہی لمحوں میں اس کا بلیک اسپارک کے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ ہو گیا اور پھر کوڈ ورڈز کے تبادلے کے بعد چیف سے رابطہ ہو گیا۔

”کیا بات ہے فریڈی۔ اور“..... دوسری جانب سے اس کے

چیف کی آواز آئی۔
 ”حالات بگڑ گئے ہیں چیف۔ اور“..... فریڈی نے مضطرب لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ وہ کیسے۔ اور“..... چیف نے چوک کر پوچھا۔
 ”وہ.....“ فریڈی نے کہا اور واقعات دوہراتا چلا گیا۔ اس کی آواز اضطراب اور پریشانی سے بھرا گئی۔

”مجھے بتائیے جناب اب میں کیا کروں۔ اور“..... ساری تفصیل بتانے کے بعد فریڈی نے پوچھا۔

”ہونہ۔ ایک منٹ مجھے سوچنے دو۔ اور“..... چیف نے کہا۔
 خاموشی کا وقفہ ایک منٹ سے بھی زیادہ طویل ہو گیا۔ یقیناً چیف بھی شش و پنج میں پڑ گیا تھا۔

”سنو فریڈی۔ اور“..... کچھ دیر بعد چیف نے کہا۔

”لیس چیف۔ اور“..... فریڈی نے کہا۔

”تم ٹائیگر اور وزیر خارجہ کو وہاں سے لے کر کہیں اور منتقل ہو جاؤ اور جب تک حالات پرسکون نہ ہو جائیں خاموش بیٹھے رہو مگر.....“ چیف آگے کچھ نہ کہہ سکا کیونکہ دروازہ دھماکے سے کھلا اور دو آدمی اندر گھس آئے۔

”غضب ہو گیا باس“..... ایک آدمی نے چیختے ہوئے کہا۔

”کیوں کیا ہوا“..... فریڈی نے پوچھا۔

”مسلح افراد کی بہت بڑی تعداد پہنچ گئی ہے اور یہ ساڈان

سکرت سروں کی ریڈ فورس کے آدمی ہیں۔ وہ کوشی کو گھیر رہے ہیں..... آنے والوں میں سے ایک نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا تو فریڈی نے بے اختیار ہونٹ بھیج لئے۔

”آپ سن رہے ہیں چیف۔ اور“..... فریڈی نے چیخ کر کہا۔
 ”ہاں۔ لیکن تم اس قدر بدحواس کیوں ہو رہے ہو۔ ابھی تپ کا پتہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور“..... چیف نے کہا۔
 ”وہ کیسے۔ اور“..... فریڈی نے پوچھا۔

”دونوں قیدی تمہارے لئے ڈھال کا کام کریں گے ان کو ریغمال بنا کر تم با آسانی فرار ہو سکتے ہو۔ اور“..... چیف نے کہا۔
 ”لیکن کیسے۔ اور“..... فریڈی نے پوچھا۔
 ”ٹانسس۔ ذہن کو پرسکون رکھو تو کیسے کا جواب بھی مل جائے گا۔ اور“..... چیف نے غراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ میں سمجھ گیا چیف۔ اور“..... فریڈی کے منہ سے نکلا۔
 ”تم ان دونوں کو ساتھ لے کر باہر نکلو۔ ان کی موجودگی میں فورس اور عمران تم لوگوں کے نزدیک آنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ تم انہیں دھمکی دے سکتے ہو کہ اگر کوئی نزدیک آیا یا حملہ کرنے کی کوشش کی گئی تو دونوں کو ختم کر دیا جائے گا۔ اور“..... چیف نے کہا۔

”اگر دھمکی کے باوجود وہ نہ مانے تو۔ اور“..... فریڈی نے پوچھا۔

”بکو موت۔ وہ انہیں ہرگز موت کے حوالے نہیں کر سکتے۔ اس سے قبل کہ وہ تم لوگوں کو بے دست و پا کر دیں میری ہدایات پر عمل کرو۔ اور“..... چیف نے غراتے ہوئے کہا۔

”بب۔ بب۔ بہتر جناب۔ دونوں قیدیوں کو لے آؤ“..... اس نے پہلے چیف سے پھر گھوم کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔
 ”ایس باس“..... دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

”دونوں کے ہاتھ پشت پر باندھ دینا تاکہ وہ شرارت نہ کر سکیں“..... فریڈی نے کہا۔ کمرہ ایئر کنڈیشن ہونے کے باوجود اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ دونوں آدمی گھوم کر کمرے سے نکل گئے۔ دروازہ کھلتے ہی ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے باہر کہیں فائرنگ ہو رہی ہو۔

فائرنگ کی آوازیں سن کر فریڈی کا چہرہ خوف سے سفید ہو گیا اس کے ہونٹ یکبارگی کانپ اٹھے۔ پھر ساؤنڈ پروف کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی وہ آوازیں بھی ختم ہو گئیں۔

”باہر فائرنگ ہو رہی ہے چیف۔ شاید انہوں نے حملہ کر دیا ہے۔ اور“..... فریڈی نے ٹرانسمیٹر منہ کے قریب کرتے ہوئے کہا۔

”اس قدر بزدل کیوں ہو گئے ہو فریڈی۔ دلیروں کی طرح حالات کا مقابلہ کرو۔ اور“..... چیف نے کہا۔ فریڈی خاموش رہا۔

جواب دینے کی بجائے وہ اضطراب کے عالم میں اپنے ہونٹ چبانے لگا۔ اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے لگے اور اضافہ

ہو گیا۔

”کیا کہیں چلے گئے ہو۔ اور“..... اس کے خاموش ہونے پر چیف نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔
 ”نو چیف۔ میں یہیں پر موجود ہوں۔ اور“..... فریڈی نے چونک کر کہا۔

”خود کو سنبھالو اور حواس پر قابو پاتے ہوئے تریپ کا پتہ استعمال کرو۔ ان کی آڑ میں تم لوگوں کو یقیناً فرار کا موقع مل جائے گا۔ اور“..... چیف نے کہا۔

”یس چیف۔ اور“..... فریڈی نے جواب دیا پھر اس بات کی پرواہ کئے بغیر کہ دوسری جانب سے رابطہ ختم کرنے کا کوئی اشارہ نہیں ملا ہے اس نے سلسلہ منقطع کر دیا اور اس میز کے قریب پہنچ گیا جس پر شراب کی بوتل اور گلاس رکھا تھا۔ گلاس استعمال کرنے کی بجائے اس نے بوتل ہی اٹھالی اور اسے منہ سے لگا لیا۔

خالص اور تیز شراب حلق چیرتی ہوئی معدہ میں اتر گئی۔ اس کا منہ تو ضرور بنا تھا لیکن لرزیدہ اعصاب پر قابو پانے کا اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی طریقہ نہیں تھا وہ پیتا رہا۔ شراب کی کافی مقدار معدہ میں پہنچ جانے کے بعد اس کا دماغ گرم ہو گیا۔

اب اس کی حالت پہلے سے بہتر ہو گئی تھی۔ وہ شراب کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے قیدیوں کے لائے جانے کا انتظار کرنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ کٹھی کے گرد پھیلے ہوئے سیکورٹی

گارڈز پولیس کو آسانی سے اندر داخل نہیں ہونے دیں گے۔ کافی دیر گزر گئی۔ قیدیوں کا کہیں پتہ نہیں تھا۔

اس کی نظریں مسلسل دروازے کا طواف کر رہی تھیں۔ اچانک دروازہ کھلنے لگا تو اس نے یہی سمجھ کر اپنی جگہ سے حرکت نہ کی کہ اس کے آدمی قیدیوں کو لے کر آئے ہوں گے۔ دروازہ کھول کر قیدی اندر آئے تو ضرور لیکن ان کے ساتھ اس کے آدمیوں کی بجائے ایک اجنبی تھا۔ اجنبی اور ٹائیگر کے ہاتھوں میں دبی ہوئی مشین گن کا رخ اسی کی جانب تھا۔

”ہیلو فریڈی“..... ٹائیگر نے خونخوار انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تو فریڈی سکتے کے عالم میں آنکھیں پھاڑے ان لوگوں دیکھنے لگا کیونکہ یہ منظر اس کے لئے ناقابل یقین اور ناقابل فہم تھا۔

”ارے ہمیں گدھوں کی طرح ٹکر ٹکر گھور کیوں رہے ہو۔ بولتے کیوں نہیں“..... ٹائیگر کے ساتھ آنے والے نوجوان نے کہا تو فریڈی بولا تو کچھ نہیں البتہ سکتے کی حالت سے باہر آ گیا۔

”تت۔ تت۔ تت۔ تم“..... فریڈی نے ہاشکل کہا۔

”نن۔ نن۔ نن میں تو نہیں ہوں“..... عمران نے اس کے لہجے کی نقل کرتے ہوئے کہا۔

”کیا تمہیں مہمانوں کو دیکھ کر خوشی نہیں ہوئی“۔ ٹائیگر نے غرا کر پوچھا۔ خوشی کا تو تصور ہی ممکن نہیں تھا۔ اس کی تو حرکت قلب ہی بند ہونے کے قریب تھی۔ یہ بات تو اس کے ذہن کے کسی کونے

گوںج رہے تھے۔ عمران نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا اور میجر ابدال سے بات کرنے کے لئے بٹن دبا دیا۔
 ”ہیلو ہیلو۔ عمران صاحب۔ آپ کہاں ہیں۔ اوور“..... میجر ابدال کی آواز سنائی دی۔

”میں جہاں ہوں وہاں مجھے اپنی بھی خبر نہیں اور صرف ملنے جلنے سے کیا ہو گا میرے بھائی کچھ کام بھی تو کر کے دکھاؤ۔ اوور“..... عمران نے چپک کر اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ بتائیں کیا کرنا ہے۔ اوور“..... میجر ابدال نے کہا۔
 ”اب بھی کہنے سننے کی گنجائش باقی ہے۔ ذرا زور وار حملہ کر کے انہیں اپنی طرف الجھاؤ تاکہ ہم باہر آسکیں۔ اوور“ عمران نے کہا۔
 ”اس کا مطلب ہے کہ.....“ میجر ابدال نے کہنا چاہا۔

”مطلب کے چکر میں نہ پڑو ورنہ کباڑا ہو جائے گا۔ گیس استعمال کرو۔ اوور“..... عمران نے چپک کر کہا۔

”اوکے۔ اوور“..... میجر ابدال نے کہا تو عمران نے بٹن آف کر کے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈال لیا پھر ٹائیگر کی طرف مڑا۔

”بازوؤں کو حرکت دو ٹائیگر“..... عمران نے ٹائیگر سے کہا۔ قبل اس کے کہ فریڈی کچھ سمجھ پاتا ٹائیگر کا ہاتھ مشینی انداز میں لہرایا اور مشین گن کی ضرب نے اس کی کھوپڑی میں ستارے بکھیر دیئے۔ فریڈی گرنے لگا تو ٹائیگر نے پھرتی سے اسے بازوؤں میں سنبھال کر کندھے پر ڈال لیا۔

میں بھی موجود نہیں تھی کہ بازی اس انداز میں پلٹ جائے گی۔
 ”ہمارے ساتھ چلو پیارے فریڈی تاکہ گلشن کا کاروبار چلے“..... عمران نے چپک کر کہا۔

”کیا۔ کیا مطلب“..... فریڈی نے چونک کر پوچھا۔
 ”چلو“..... اس مرتبہ عمران کی آواز میں ہلکی سی غراہٹ تھی۔
 ”کہاں“..... فریڈی نے پوچھا۔

”چلتے ہو یا تمہارا علاج کروں“..... ٹائیگر نے کہا اس کی آواز میں بے پناہ سفاکی تھی۔

”کہاں لے جانا چاہتے ہو“..... فریڈی نے پوچھا۔
 ”جب تمہارے آدمی مجھے پکڑ کر یہاں لا رہے تھے تو کیا انہوں نے میرے اس سوال کا جواب دیا تھا جو میں تمہیں بتاؤں۔ چلو آگے بڑھو۔ ورنہ ایک ہی ضرب سے کھوپڑی چار حصوں میں تقسیم ہو جائے گی“..... ٹائیگر نے مشین گن لہراتے ہوئے غرا کر کہا۔

”واہ واہ میرے شیر۔ کیا دھاڑ ہے تمہاری“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سر ابراہیم اور ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیئے۔

”چلو“..... ٹائیگر نے فریڈی کا شانہ پکڑ کر دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ فریڈی جنوبی انداز میں گھوما لیکن مشین گن کی نال نے دوسرے ہی لمحے اس کا جنون ہوا کر دیا۔

ٹائیگر فریڈی کو دھکیلتے ہوا اسی کمرے میں لے گیا۔ جہاں سے وہ باہر جاتے جاتے پلٹ آئے تھے۔ فضا میں اس وقت بھی دھماکے

موجود تھی۔ دین دوڑتی رہی اور عمران کم اور ٹائیگر زیادہ انہیں اپنی کہانی سناتا رہا۔ جسے سن کر سربراہیم کے چہرے پر جوش مسرت رقص کرنے لگی۔ ظاہر ہے عمران اور ٹائیگر ان کی سرزمین کے فرزند تھے۔ سربراہیم کی بازیابی کی خبر پہلے ہی اعلیٰ حکام تک پہنچا دی گئی تھی۔ کیونکہ ان کے استقبال کے لئے اعلیٰ حکام وہاں موجود تھے۔

عمران اور ٹائیگر واپس خیابان ہوٹل جانا چاہتے تھے لیکن انہیں جانے نہیں دیا گیا۔ سربراہیم اذر کرنل فلک جاہ کے علاوہ دوسروں کی ضد کے سامنے وہ کچھ نہ بول سکے۔ میجر ابدال کو حکم ملا کہ وہ ان کا سامان خیابان ہوٹل سے وہاں لے آئے۔ اب عمران اور ٹائیگر کے لئے یہی کام باقی رہ گیا تھا کہ وہ سربراہیم کی واپسی کا انتظار کریں۔ ساڈان، سربراہیم کے مشن کا آخری اسٹیشن تھا۔ وہاں سے وہ واپس ملک جانے والے تھے۔ اس لئے عمران نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ ان کے ساتھ ہی واپس جائے۔ اسے یقین تھا بلیک اسپارک تنظیم اس کے لگائے ہوئے زخموں کو آسانی سے برداشت نہیں کر پائیں گے کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا ان کا رد عمل کیا ہو۔ اس لئے وہ بہت محتاط تھا۔

دوسرے دن سربراہیم تو اپنے مشن کی تکمیل میں مشغول ہو گئے اور وہ دونوں ساڈان کی تفریح کے لئے نکل گئے۔ ان کی میزبانی کے فرائض میجر ابدال انجام دے رہا تھا چند گھنٹوں کی رفاقت میں وہ لوگ آپس میں اس طرح گھل مل گئے جیسے ان کے درمیان

دھماکوں سے شروع ہونے والی مہم دھماکوں ہی پر ختم ہوئی۔ ٹیئر گیس نے کونٹری کے گارڈز کو اس بات کی اجازت ہی نہیں دی کہ وہ کسی اور طرف متوجہ ہوتے۔ خود عمران اور اس کے ساتھیوں کو کونٹری کی حدود سے نکل کر فورس تک پہنچنا دشوار ہو گیا تھا۔ گیس فائر کرتے ہی ماسک لگائے لا تعداد مسلح فورس کونٹری میں گھس گئی۔

فورس کی تعداد دیکھ کر ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے میجر ابدال کوئی بڑی جنگ لڑنے کے لئے وہاں آیا ہے۔ چند منٹ بعد بساط مکمل طور پر پلٹ گئی تھی۔ معمولی سی مزاحمت کے بعد کونٹری کے سیکورٹی گارڈز نے خود کو فورس کے حوالے کر دیا۔ کونٹری اور مجرموں کو اپنے ماتحتوں کے حوالے کر کے میجر ابدال اور کرنل فلک جاہ ان تینوں کو لے کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

بڑی پک اپ دین تیز رفتاری سے سرکاری لاجز کی طرف دوڑنے لگی۔ اس کی حفاظت کے لئے آگے پیچھے سیکورٹی فورس

برسوں کی شناسائی ہو اور ایسا ہونے میں عمران کا بڑا ہاتھ تھا۔
 عمران کی بدلی ہوئی شخصیت دیکھ کر میجر ابدال مسلسل حیران ہوتا رہا۔ اس شخصیت میں گزشتہ روز والے عمران کی ہلکی سی جھلک بھی نہیں تھی۔ اس وقت اسے دیکھ کر کوئی بھی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ یہ وہی عمران ہے جو بے تحاشہ قتل و غارت گری کرتا رہا ہے۔ جس کام کو ان کے ملک کے تمام محکمے بے پناہ وسائل رکھنے کے باوجود نہ کر سکے وہ کام عمران اور ٹائیگر نے چند گھنٹوں میں کر دکھایا تھا۔ عمران شرارتی اور تفریحی موڈ میں ہونے کے باوجود ایک لمحے کے لئے بھی گرد و پیش سے بے خبر نہیں رہا تھا۔

میجر ابدال تو محسوس نہ کر سکا لیکن ٹائیگر سے عمران کی کیفیت چھپی نہ رہ سکی۔ جب وہ رات کا کھانا کھانے کے لئے ایک ہوٹل میں پہنچے تو میجر ابدال باتھ روم کی طرف چلا گیا اور اس وقت ٹائیگر کو وہ باتیں کرنے کا موقع مل گیا جو وہ میجر ابدال کے سامنے نہیں کرنا چاہتا تھا۔

”کیا ہمارے لئے اب بھی خطرات موجود ہیں باس“..... ٹائیگر نے سرگوشیانہ لہجے میں پوچھا۔

”یہ خطرہ والی ٹاک کہاں سے نکل آئی“..... عمران نے چونک کر دیدے گھماتے ہوئے کہا۔

”میں صبح سے محسوس کر رہا ہوں۔ سیر و تفریح اپنی جگہ پر ہے لیکن آپ بہت چوکے اور مستعد ہیں“..... ٹائیگر نے کہا۔

”تمہارے اندازے درست ہیں۔ بلیک اسپارک کا سیکشن فائیو اپنی شکست کو نظر انداز نہیں کر سکتا کچھ نہیں کہا جاسکتا وہ کس وقت کیا کر بیٹھیں“..... عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”میرا بھی یہی خیال تھا“..... ٹائیگر نے کہا۔
 ”صرف خیال ظاہر کرنے سے کچھ نہیں ہوگا تم بھی آنکھیں کھلی رکھنا۔ لیکن میجر ابدال کو احساس نہیں ہونا چاہئے۔“ عمران نے کہا۔
 ”یہ بات ہے تو خواہ مخواہ کے خطرات مول لینے کی کیا ضرورت ہے“..... ٹائیگر نے کہا۔

”کیا مطلب“..... عمران نے پوچھا۔
 ”لاز میں جا کر آرام کرتے ہیں“..... ٹائیگر نے کہا۔
 ”کیوں۔ تمہیں زندگی سے اس قدر پیار کیوں ہو گیا کہ منہ چھپا کر بیٹھے رہنا چاہتے ہو“..... عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
 ”خیر ایسی بات تو نہیں“..... ٹائیگر نے کہا۔
 ”تو پھر کیسی بات ہے“..... عمران نے پوچھا۔
 ”کچھ نہیں“..... ٹائیگر نے کہا۔

”کچھ تو ہے۔ صبح کا بھولا اگر رات کو ہوٹل واپس آجائے تو شاید اسے ٹائیگر کہتے ہیں۔ کیا خیال ہے“..... عمران نے چپکتے ہوئے کہا۔

”ہماری واپسی کب ہوگی“..... ٹائیگر نے موضوع تبدیل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

”یہ بات تو لازمی ملزوم ہی سے معلوم ہو سکتی ہے“..... عمران نے کہا۔

”آپ شاید لازم و ملزوم کہنا چاہتے ہیں“..... ٹائیگر نے مسکرا کر اس کی تصحیح کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ہماری اور سربراہیم کی یہاں سے ایک ساتھ روانگی لازم و ملزوم ہے اس لحاظ سے وہ لازمی ملزوم ہوئے“..... عمران نے اپنے انداز میں کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

”اب میں کیا کہوں“..... ٹائیگر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”ٹائیگر کہتے نہیں دھاڑتے اور غراتے ہیں“..... عمران نے کہا۔
”چلیں یہی بتا دیں کہ اب کیا پروگرام ہے آپ کا“..... ٹائیگر نے جھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

”میرا تو کوئی پروگرام نہیں ہے۔ اگر تمہارا کوئی پروگرام ہے تو تیرے دو۔ میں تمہارے خرچے پر تمہارے ہر پروگرام میں تمہارا ساتھ دے سکتا ہوں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو ٹائیگر ایک بار پھر ہنس پڑا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران اس کی شادی کی بات کر رہے۔

ساڈانی صدر مملکت کے علم پر ان کی روانگی کے لئے صدر کے مخصوص طیارے کا انتظام کیا گیا تھا۔ جو کچھ ہو چکا تھا اس کے پیش نظر ساڈانی حکام حفاظتی انتظام میں معمولی سی خامی بھی نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ کیونکہ اگر عمران اور ٹائیگر نہ آتے تو ان کے چہرے پر ایسی سیاہی مل دی جاتی جو مستقبل میں نہ جانے کیا گل کھلاتی۔

اسی رات انہیں سخت ترین حفاظتی انتظامات کے ساتھ خفیہ طور پر ایک ملٹری ایئر بیس لے جایا گیا جہاں انہیں رخصت کرنے کے لئے اعلیٰ حکام اور کرنل فلک جاہ بھی موجود تھے۔ جبکہ ایک اور قافلہ حفاظتی انتظامات کے ساتھ سول ایئر پورٹ کی طرف روانہ ہوا تھا بظاہر وزیر خارجہ اور عمران اسی قافلے میں سیکرٹ سروس فورس کی حفاظت میں اپنے وطن جانے کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ ان کی ساڈان سے روانگی کے نصف گھنٹے بعد عمران کو ٹرانسمیٹر پر اطلاع ملی کہ ان کو سول ایئر پورٹ لے جانے والے فرضی قافلے پر بلیک

اسپارک کے ایک اور سیکشن نے بھرپور حملہ کیا تھا اور اس پورے قافلے کو ختم کر دیا تھا۔ شاید دو چار افراد ہی زندہ بچ سکے تھے جبکہ ساڈان کی فورس نے ناکہ بندی کر کے بلیک اسپارک کے دوسرے سیکشن جس کا نام بلیک سیکشن تھا، کے سارے ممبروں کو پکڑ لیا تھا اور اس طرح نہ صرف یہ مہم ختم ہو گئی اور عمران کا مشن کامیاب ہو گیا بلکہ بلیک اسپارک کے دو سیکشنوں گروپ کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

عمران نے فریڈی کی زبان کھلوائی تھی جس نے بتایا تھا کہ اس نے سربراہیم کو اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اسرائیل کی ایک ایجنسی کے کہنے پر اغوا کیا تھا جس کے لئے اس ایجنسی نے بلیک اسپارک تنظیم کو بھاری معاوضہ دیا تھا۔ اس ایجنسی کا نام وائٹ ہارس تھا۔ وائٹ ہارس کے چند ایجنٹ ساڈان میں بھی موجود تھے جنہیں کرنل فلک جاہ نے میجر ابدال کے ہمراہ فورس بھیج کر گرفتار کرا لیا تھا۔

عمران نے جب پاکیشیا بلیک زیرو سے رابطہ کیا تو بلیک زیرو نے بھی اسے یہ خوشخبری سنا دی کہ اس نے پاکیشیا میں موجود بلیک اسپارک کے سیکشن کے خلاف بھرپور کارروائی کی تھی اور پاکیشیا میں موجود بلیک اسپارک تنظیم کے مقامی سیکشن کے تمام افراد کو ہلاک کر کے ان کے انجام تک پہنچا دیا تھا۔

بلیک اسپارک تنظیم کو عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس نے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا اس لئے عمران کو یقین تھا کہ بلیک اسپارک کے سیکشن اب ان کے خلاف مزید کارروائیاں نہیں کریں گے البتہ

عمران کو اسرائیلی ایجنسی وائٹ ہارس پر غصہ تھا جن کے کہنے پر بلیک اسپارک کے سیکشن فائیو نے سربراہیم کو اغوا کیا تھا۔ عمران سوچ رہا تھا کہ وہ جلد ہی اسرائیل کے خلاف کوئی مشن ترتیب دے گا اور پھر وہ اسرائیل جا کر وائٹ ہارس ایجنسی کا بھی مکمل طور پر خاتمہ کر دے گا۔

ختم شد

صاحب طرز مصنف جناب ظہیر احمد
کی عمران سیریز کے ان قارئین کے لئے جو
نیانا دل فوری حاصل کرنا چاہتے ہیں ایک نئی سکیم
”گولڈن پیکیج“

تفصیلات کے لئے ابھی کال کیجئے

0333-6106573 & 0336-3644440

ارسلان پبلی کیشنز
ملتان

عمران اور پاکیشیا سکرٹ سروس کا ناقابل فراموش کارنامہ

بگ برادرز

مصنف ظہیر احمد

بگ برادرز — ایک طاقتور اور انتہائی فعال تنظیم جو جس ملک میں جاتی تھی تباہی اور بربادی اس ملک کا مقدر بن جاتا تھا۔

بگ برادرز — جو پاکیشیا میں موجود تھے۔ کیوں —؟
جولیا — جسے دن دھاڑے عمران کی موجودگی میں اغوا کر لیا گیا۔ اسے اغوا کرنے والے کون تھے —؟

وہ لمحہ — جب ایک ایک کر کے پاکیشیا سکرٹ سروس کے تمام ارکان اغوا ہوتے جا رہے تھے۔ کیوں اور انہیں اغوا کون کر رہا تھا —؟
عمران — جسے جولیا کو اغوا کرنے والوں کا ایک سراغ ملا تو اس نے جولیا کی مدد کے لئے خود جانے کی بجائے بلیک زیرو کو بطور ایکسٹروہاں بھیج دیا۔
کیوں —؟

وہ لمحہ — جب سکرٹ سروس کے تمام ممبرز مضبوطی کے ساتھ دشمنوں کے سامنے بندھے ہوئے تھے اور عین وقت پر ان کی جان بچانے کے لئے ایکسٹروہاں پہنچ گیا۔

بگ برادرز — جن کا تعلق تیسری دنیا سے تھا۔ یہ تیسری دنیا کون سی تھی۔ ایک

ایسا سوال جس کا جواب ملتے ہی آپ اچھل پڑیں گے۔
بگ برادرز — جنہیں عمران نے اپنی بہترین حکمت عملی سے گردنوں سے جا کر دبوچ لیا۔ لیکن —؟

بگ برادرز — جو عمران اور پاکیشیا سکرٹ سروس کے ممبران کے سامنے سے یوں غائب ہو گئے جیسے وہ جادوگر ہوں۔ کیا واقعی وہ جادوگر تھے۔ یا —؟
بگ برادرز — جنہوں نے عمران اور پاکیشیا سکرٹ سروس کو اس بات کا یقین دلادیا کہ وہ جادوگروں کے بھی جادوگر ہیں اور ان کی مرضی کے بغیر انہیں موت بھی نہیں آسکتی۔ کیا واقعی ایسا ہی تھا۔ یا —؟
وہ لمحہ — جب تنویر اور جولیا نے بگ برادرز پر لوڈ گنوں سے فائرنگ کرنی چاہی لیکن۔ ایک حیرت انگیز پروجیکشن۔

اپنی نوعیت کا ایک انتہائی منفرد اور یادگار ناول جو اس سے پہلے صفحہ قرطاس پر نہ ابھرا ہوگا۔ ایک ایسی کہانی جس کا ایک ایک لفظ آپ کو اپنے اندر سمو لے گا اور آپ کہانی کے تیز دھارے کے بہاؤ کے ساتھ خود بھی بہہ جائیں گے۔

Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666

ارسالان پبلی کیشنز پاکستان
ادقاف بلڈنگ ملتان

E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

عمران سیریز میں چونکا دینے والا انتہائی دلچسپ ناول

مصنف ظہیر احمد ڈینجر پرس

بلیک مامبا ✨ مجرموں کی ایک خطرناک تنظیم جس کے پنجے پوری دنیا میں گڑے ہوئے تھے۔

بلیک مامبا ✨ جس کے بے شمار کرائم سیکشن تھے۔ ان تمام سیکشنوں کے انچارج ایک سے بڑھ کر ایک خطرناک اور انتہائی سفاک تھے۔

ڈینجر پرس ✨ بلیک مامبا کے ایک سیکشن کا ایک خطرناک، طاقتور اور انتہائی ذہن انسان جسے بلیک مامبا تنظیم کے تمام سیکشنوں پر برتری حاصل تھی۔
ڈینجر پرس ✨ جسے بلیک مامبا نے پاکیشیا کے خلاف مشن مکمل کرنے کا ناسک دے دیا۔

ہاٹ واٹر ✨ سردار کی ایک نئی اور انوکھی ایجاد۔ جسے بلیک مامبا رسورت میں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مگر کیوں؟

ہاٹ واٹر ✨ جس کے حصول کے لئے بلیک مامبا نے ڈینجر پرس کو پاکیشیا بھیجا۔
اور پھر؟

ڈینجر پرس ✨ جس نے پاکیشیا پہنچ کر سردار کے ساتھ خطرناک کھیل کھیلا اور ان کی ایجاد ہاٹ واٹر کا فارمولا حاصل کر لیا۔

عمران ✨ جسے بلیک مامبا اور ڈینجر پرس کی آمد کا پتہ چلا تو اس وقت تک کافی

دیر ہو چکی تھی۔

وہ لمحہ ✨ جب عمران کو انتہائی زخمی حالت میں ایک تابوت میں بند کر دیا گیا۔

وہ لمحہ ✨ جب عمران کو زنجیروں میں جکڑ کر سمندر برد کر دیا گیا۔ یہ سمندر کا ایسا

حصہ تھا جہاں شارک مچھلیاں تھیں۔ زنجیروں میں جکڑے ہوئے عمران پر

شارک مچھلیاں چھٹ پڑیں اور لمحوں میں اس کے ٹکڑے اڑ گئے۔ کیا پاکیشیا

سیکٹ سروس کا فری لانسر علی عمران اتنا ہی بے بس تھا؟

وہ لمحہ ✨ جب جولیا بلیک مامبا کے قبضے میں آ گئی اور بلیک مامبا نے جولیا کو

جامد حالت میں سمندر میں پھینک دیا اور پھر؟

پاکیشیا سیکٹ سروس ✨ جس کے تمام ممبران بلیک مامبا کی قید میں تھے اور

بے ہوشی کی حالت میں راڈ زوالی کریسوں پر جکڑے ہوئے تھے۔

بلیک مامبا ✨ جس نے ممبران کو ہلاک کرنے کے لئے ان کے جسموں سے

ٹائم بم لگا دیئے۔ اور پھر؟

وہ لمحہ ✨ جب ڈینجر پرس کے سامنے ایک اور ڈینجر پرس آ گیا۔ وہ ڈینجر

پرس کون تھا۔ ایک حیرت انگیز چوہیشن۔

اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک انوکھا، حیرت انگیز اور ناقابل یقین

واقعات پر مشتمل ناول جو اس سے پہلے صفحہ قرطاس پر نہ ابھرا ہوگا۔

Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666

ارسلان پبلی کیشنز پاکستان
ملتان

E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

عمران سیریز میں ماورائی دنیا پر لکھا گیا اپنے طرز کا انوکھا اور خوفناک شاہکا

ماورائی نمبر
مصنف
ظہیر احمد

موت کا سایہ

کٹا نگا دیوی — جس نے جولیا کے سائے پر قبضہ کر لیا تھا۔ کب اور کیسے
کٹا نگا دیوی — جو جولیا کا جسم حاصل کرنا چاہتی تھی تاکہ وہ نئی زندگی حاصل
کر سکے۔ کیوں —؟

سر داور — جن کا طیارہ اپنے روٹ سے ہٹ کر افریقہ کے گھنے جنگلوں
جا گرا تھا۔ کیسے اور کیوں —؟

سر داور — جن کے ساتھ آران اور کا فرستان کے سائنس دان بھی تھے۔
سب کو جنگل کے وحشی قبیلے نے پکڑ کر قید کر لیا۔ کیوں —؟

عمران — جسے اس کے ساتھیوں سمیت ایک شیطانی کنویں میں بے
کر کے پھینک دیا گیا۔ کیوں —؟

جولیا — جسے کٹا نگا دیوی کا سایہ جوزف کے سامنے اٹھا کر لے جا رہا ہے
جوزف بے بسی کے عالم میں سوائے ہاتھ ملنے کے کچھ نہ کر سکا۔ کیوں
شکارا — ایک بوڑھا بچاری جو کٹا نگا دیوی کی طرح عمران اور اس کے سائے
کو ہلاک کر دینا چاہتا تھا۔ کیوں —؟

-6106573

-3644440

-3644441

51-4018666

il.Address arsalan.publications@gmail.com

جناب ظہیر احمد کی عمران سیریز

ماورائی نمبر	سلاور جوبلی نمبر	کرشل بلٹ — مکمل
سیاہ چہرہ — مکمل	سلاور پاور — مکمل	آپریشن ہائی رسک مکمل
جی فور — مکمل	ریڈ ہاک — مکمل	خاص نمبر
دن نو تھری — مکمل	غدار ایجنٹ — مکمل	مجرم ایکسٹو — مکمل
ایکشن ایجنٹس — مکمل	فراسکو ہیڈ کوارٹر — مکمل	چیلنج فاسٹ — مکمل
ماورائی نمبر	ماورائی نمبر	پاور ایکشن — اول
میت کا سایہ — مکمل	ایلاشا — مکمل	پاور آف ڈچھ — دوم
گریٹ سرکل — مکمل	ٹاپ چیف — مکمل	فیس ٹوفیس — سوم
گولڈن جوبلی نمبر	ماورائی نمبر	مشن سائی گان — مکمل
گولڈن کرشل — مکمل	ساکا کارا — مکمل	کراسٹی — مکمل
ایول کرائم — مکمل	ونڈر لینڈ — مکمل	بلیک جیک — مکمل
بارنٹ — مکمل	جاسوس خانسا ماں — مکمل	ماورائی نمبر
آئی بالز — مکمل	گرام ماسٹر — مکمل	بدر روح — مکمل
بلیک شارک — مکمل	ڈیول ماسٹر — مکمل	ریڈ ماسٹرز — مکمل
کاپر ہیڈ — مکمل	وائٹ پرل — مکمل	مادام شی تارا — مکمل
ماورائی نمبر	ماورائی نمبر	وائٹ کوبرا — اول
جن زادی — مکمل	ڈارک ورلڈ — مکمل	کراسٹی ان ایکشن دوم
بلیک گرل — مکمل	گرین وائرس — مکمل	ماورائی نمبر
ڈائمنڈ ہارٹ — مکمل	ٹائم کلر — مکمل	شدکارہ — مکمل
خاص نمبر	خاص نمبر	بلیک جیک کی واپسی مکمل
ہاف فیس — مکمل	ڈیجیٹل جولیا نا — مکمل	ماورائی نمبر
	ایجنٹ لی ہاک — مکمل	مکاشو — مکمل
	پاور پلے — مکمل	ریڈ سٹون — مکمل
	ماورائی نمبر	مادام کیٹ — مکمل
	اقارم — مکمل	ماورائی نمبر
		انامتا — مکمل